مارچ 2003ء
ہر عمر کے بچوں کیلئے
ماہنامہ پھول لاہور
40 سے زائد ممالک میں سب
سے زیادہ پڑھا جانے والا اردو میگزین
آخری ورلڈ کپ کھیلنے والے
ہیروز کا خصوصی پوسٹر
اشاعت کا
151
واں مہینہ
نوائے وقت
WORLD CUP FEVER TOUCHES ITS HIGHTS
پھول ورلڈ کپ کوئز
دوسوال دس انعام
قیمت 15 روپے

Yummy
ICE CREAM
BOOM
BOOM
pure sensation
اب یمی کی طرف سے یمی بُوم
امپورٹڈ یورپئین چاکلیٹ کا
سنسنی خیز ذائقہ...
صرف
20
روپے
EVERNEWCONCEPTS

مارچ 2003ء

ہر عمر کے بچوں کیلئے

ماہنامہ پھول لاہور

پھول کی ادا سب سے جدا

چیف ایڈیٹر... مجید نظامی

ایڈیٹر... اختر عباس

سب ایڈیٹر.. منظر وحید

ڈیزائنر.. حامد شکیل حامر

السٹریٹر.. آیت اللہ

لے آوٹ.. شعیب قادر

http//www.phool.com.pk
akhtarabbas_phool@hotmail.com

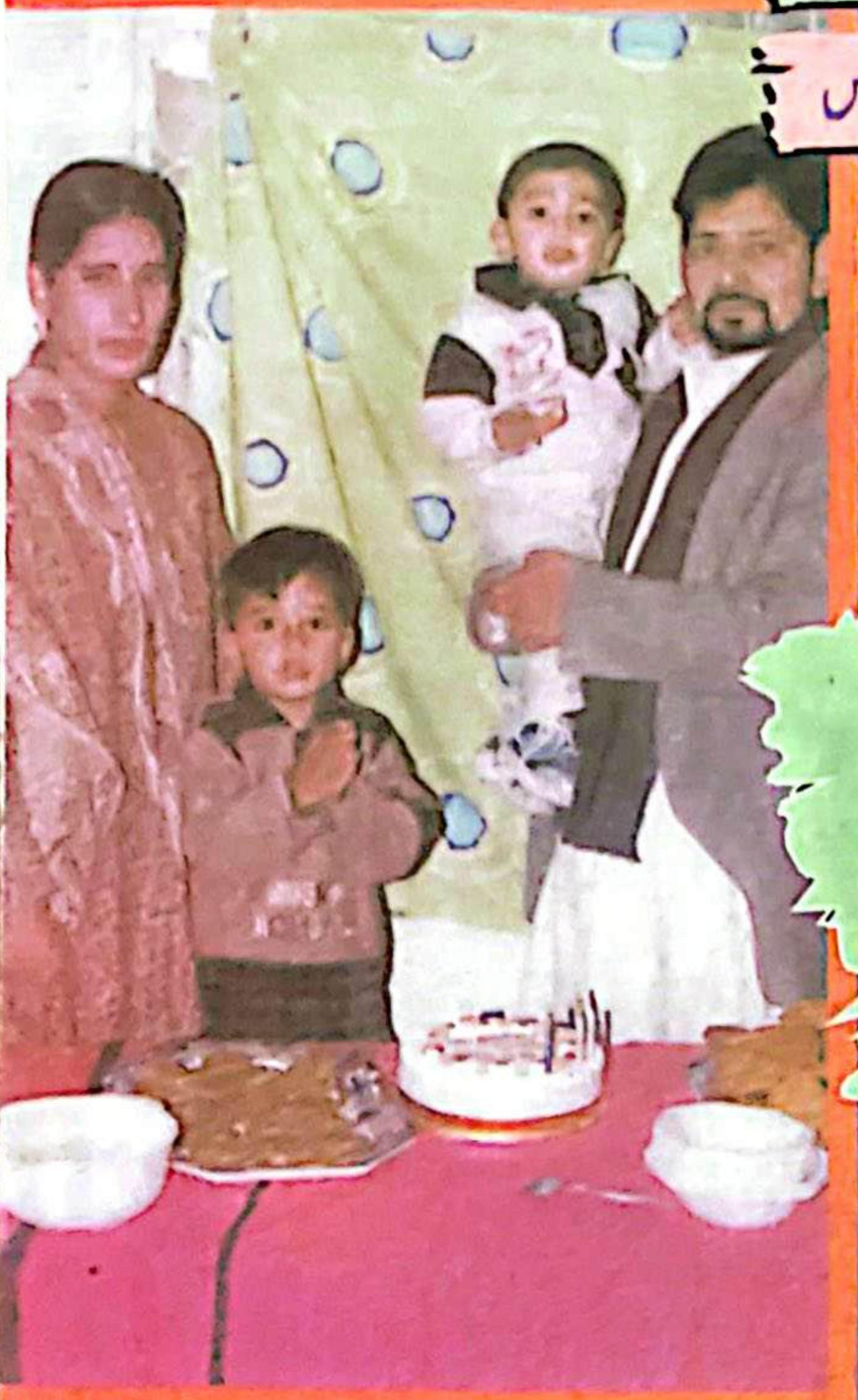

احمد وہاج۔ حیدر بن اصغر اپنے ماما پاپا کے ساتھ برتھ ڈے کے مزے اڑاتے ہوئے
(آپ بھی اب اس صفحے پر اشاعت کیلئے اپنا فیملی فوٹو بھیج سکتے ہیں

میرا نام..........ہے
اور یہ میرا پیارا پھول ہے
اسے پڑھنے سے پہلے مجھے ہمیشہ خیال رہتا ہے کہ
نماز کی ادائیگی میں دیر نہ ہو رہی ہو۔
آج کا ہوم ورک مکمل ہو گیا ہو۔
امی ابو نے جو کام کہے تھے وہ کر لیے ہوں

ماہنامہ پھول 4 شاہراہ فاطمہ جناح لاہور
فون 4-6367551 فیکس 6367616

مجید نظامی پرنٹر پبلشر نے نوائے ملت پریس سے
چھپوا کر دفتر روزنامہ نوائے وقت لاہور سے شائع کیا۔

اگر آپ ماہنامہ پھول بذریعہ ڈاک ہر ماہ گھر بیٹھے حاصل کرنا چاہیں
سالانہ خریداری بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک

پاکستان میں	400	روپے
براعظم یورپ، ایشیاء	1200	روپے
براعظم امریکہ آسٹریلیا	1400	روپے

پھول رنگ

"Stories"

پہلی قبر	اشتیاق احمد	6
واپسی	رابعہ ارم شاہ	8
ہائے ری قسمت	عارف شین روہیلہ	12
محبوب صاحب	نادیہ سید	15
وہ	محمد عادل منہاج	17
معراج	محمد شعیب مرزا	19
تازیانہ	ضحیٰ ساجد	26
چنگاری	مائل خیر آبادی	28
قائد کہانی	ڈاکٹر افتخار کھوکھر	31
چینی بابا	محمد ظریف خان	44
خوشہ گندم	جویریہ انجم بخت	46
غلام ابن غلام	خالد آزاد+ ترجمہ	50
زندہ کہانی	زبیر ارشد / پروفیسر خالد پرویز	72
بیڈ ٹائم سٹوری		74

"Columns"

کرنیں	پھول کریٹو	4
ڈیپارٹمنٹ		
اداریہ	ایڈیٹر بھیا	5
ہیپی برتھ ڈے	نوید جان	20
طلع البدر علینا	فائزہ عروج	24
پڑھ تو سہی	محمد زمان خان	34
آپ بیتیاں		37
مسکرائیے		38
گگری	نجمہ سعدیہ	48
ٹیلیفونک کالم	براہ راست ڈائلنگ	52
پھول بڑا مقبول	کھٹے میٹھے خطوط	60
مرچ اور مارچ	تنویر حسین	68
Let,s Share	نوشین ناز	69
الحدیث	نسیم اختر	78

"Exclusive"

ورلڈ کپ کوئز		7
انٹرویو پروفیسر ظریف خان	شائستہ بتول	23
Back to Quaid	منظر وحید	30
پھول ٹیم روشنی ہومز میں	اسماء بٹ+حنا عروج	33
ہیروز کا آخری ورلڈ کپ	فرحان جاوید	40
یہی زندگی ہے	فائزہ سیال	56
پھول ورلڈ کپ سپیشل	منظر وحید	64

کرنیں

(انتخاب: پھول کری ایٹو ڈیپارٹمنٹ)

قبا

قبا میں اللہ کے رسولؐ نے وہاں کے ایک بزرگ کلثوم بن ہدم کے گھر تین دن قیام کیا۔ یہ وہی کلثوم تھے جنہوں نے اس سے پہلے حضرت حمزہؓ اور زیدؓ کی میزبانی کی تھی۔ قبا سے مدینہ کچھ دور نہیں تھا۔ میں تو حضورؐ کی خدمت ہی میں رہتا تھا لیکن مدینے سے آنے والے اوس اور خزرج کے لوگوں کا تانتا بندھا رہتا۔ اسی قیام کے دور کی ایک نہایت حسین یاد ایک ایسے شخص کی آمد تھی جو نہ اوس کا تھا، نہ خزرج کا، نہ یہودی، نہ عرب کے کسی اور قبیلے کا۔ یہ ایک عجمی تھا جو بنو قریظہ کے ایک یہودی عثمان بن الاشہل القرظی کے کھجوروں کے باغ میں کام کرتا تھا۔ یہ باغ قبا ہی میں تھا۔ حضورؐ کی جائے قیام سے تھوڑے ہی فاصلے پر۔ وہ آیا تو اس کی شکل و شباہت، لب و لہجہ ہمیں بڑا غیر مانوس سا معلوم ہوا۔ اس کی مٹھی میں چند کھجوریں تھیں۔ بڑی بے ساختگی تھی اس کے مزاج میں۔ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہی اس نے بغیر کسی تمہید کے حضورؐ کو کھجوریں پیش کیں اور ساتھ ہی کہا یہ صدقہ ہے۔ آپ نے نووارد کو مسکرا کر دیکھا اور اس کے ہاتھ سے کھجوریں لے لیں۔ میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور مجھے اس کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ ہو رہا تھا کہ بات یہیں ختم نہیں ہو گی۔ وہ ٹکٹکی باندھے حضورؐ کو دیکھے جا رہا تھا جیسے اسے کسی بات کا انتظار ہو۔ آپ نے چند لمحے کھجوریں اپنے پاس رکھیں اور پھر ایک ایک کر کے حاضرین میں تقسیم کر دیں۔ جب سب ختم ہو گئیں اور نووارد نے دیکھا کہ انہوں نے ان میں سے ایک بھی خود نہیں کھائی تو اس کے چہرے پر ایک عجیب و غریب چمک پیدا ہوئی۔ اس کا تن بدن روشن ہو گیا جیسے اندر سے کوئی جوالا پھوٹ رہی ہو۔ منہ سے ایک لفظ نہیں کہا اور دل ہی دل میں نہ جانے ایمان کی کتنی منزلیں طے کر گیا۔ ویسے تو ہمارے لئے یہ معمول کی بات تھی، لوگ آتے رہتے تھے اور فرداً فرداً یا گروہوں کی شکل میں اسلام قبول کرتے جاتے تھے لیکن اس شخص کا بلا استفسار یوں اسلام لے آنا مجھے عجیب سا معلوم ہوا۔ پھر اس کے تیور بھی ایسے تھے کہ دل میں کئی سوال بیدار ہوئے۔ عجیب شان تھی اس قبولِ اسلام کی۔

ابوذر غفاریؓ کا قبولِ اسلام یاد آ گیا جو اسلام کے اولین دنوں میں مکے میں کسی رسول کی آمد کی خبر سن کر، آپ کے پاس تشریف لائے اور دین کے بارے میں محض دو تین سامنے کے سوال کر کے کلمہ پڑھ لیا اور نہ صرف خود مسلمان ہوئے بلکہ اپنے سارے قبیلے کو مشرف بہ اسلام کرانے کا شرف حاصل کیا۔ اللہ جل شانہ، جسے توفیق دے۔

ایک دوسرا واقعہ ایسا ہی بے ساختہ اسلام لانے کا مجھے کبھی نہیں بھولے گا۔ بعض واقعات ایسے ہوتے ہیں جو دل پر نقش ہو جاتے ہیں۔ مدینے میں آئے ہوئے ہمیں نو دس سال ہو چکے تھے۔ ایک سہ پہر ہم مسجد نبوی میں حلقہ جمائے بیٹھے تھے۔ حضرت عمرؓ، طلحہ بن عبیداللہؓ، انس بن مالک اور کئی دیگر صحابہ کرام حضورؐ کی بارگاہ میں حاضر تھے۔ دینی مسائل پر گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک شخص اونٹنی کی مہار تھامے خالص بدویانہ انداز میں بڑی شان استغنا کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا۔ گٹھا ہوا جسم، بلند قامت، سرخ و سفید رنگت، سر پر گھنے بال، لٹیں کانوں کے پیچھے سے یوں نکلی ہوئی کہ رخساروں پر ہلال بن گئے تھے۔ اونٹنی کو مسجد کے ایک گوشے میں بٹھا کر نزدیک آیا اور بلند آواز سے پوچھا آپ میں سے محمد کون ہے۔

حضورؐ نے جواب دیا

''میں ہوں''

بدوی نے کہا:

''آپ کا ایک قاصد ہمارے قبیلے بنو سعد بن بکر میں آیا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ آپ کو اللہ نے اپنا رسول بنایا ہے''

''اس نے سچ کہا''

بدوی نے پوچھا:

''آسمان اور زمین کس نے بنائے؟''

آپ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے''

پھر وہ بولا:

''پہاڑ اور ان میں طرح طرح کی چیزیں کس نے بنائی ہیں؟''

آپ نے جواب دیا:

''اللہ تعالیٰ نے''

پھر اس نے پوچھا:

''آپ کو اسی اللہ کی قسم ہے جس نے یہ سب کچھ بنایا ہے کیا واقعی اس نے آپ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے؟''

حضورؐ نے اثبات میں جواب دیا۔

پھر اس اعرابی نے پوچھا کہ کیا واقعی پانچ نمازیں پڑھنا، سال میں ایک مرتبہ زکوٰۃ دینا، رمضان کے مہینے میں روزے رکھنا اور استطاعت ہو تو حج کرنا اسی اللہ کا حکم ہے جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

حضورؐ نے جیسے ہی اثبات میں جواب دیا۔ اس نے برملا کلمہ شہادت پڑھا اور کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ میں یہ پیغام قبیلے کے ہر فرد کو سناؤں گا اور اس میں کمی کروں گا نہ بیشی۔ پھر اس نے نہایت ادب سے سلام کیا اور رخصت چاہی۔ یہ شخص تھا ضمام بن ثعلبہؓ۔ ہم سب اس طرحدار اعرابی کو رخصت ہوتے دیکھتے رہے۔ وہ اپنی اونٹنی کے پاس گیا۔ اس کی مہار پکڑ کر اسے اٹھایا اور روانہ ہو گیا۔ جونہی وہ مسجد کی حدود سے باہر نکل کر آنکھوں سے اوجھل ہوا، اللہ کے رسولؐ نے فرمایا اگر یہ گیسوؤں والا سچا ہے تو ضرور جنت میں داخل ہو گا۔ ایک مرتبہ میں نے عبداللہ بن عباسؓ کو یہ کہتے سنا تھا کہ میں نے کسی قوم میں ضمامؓ سے بہتر کوئی شخص نہیں دیکھا۔

ان ہی دنوں نویں ہجری میں فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے بحرین سے تیرہ چودہ آدمیوں کا ایک وفد رسالت مآبؐ سے ملنے مدینے حاضر ہوا تھا۔ اشج عبدالقیس نامی ایک چاق و چوبند نوجوان اس وفد میں شامل تھا۔ مسجد نبوی کے پاس آ کر اس نے اپنے قافلے کے اونٹ ایک طرف بٹھائے اور سب اونٹوں سے سامان اتروا کر نہایت سلیقے سے ایک جگہ رکھوا دیا۔ پھر نہایت اطمینان سے اپنا بقچہ کھولا اور دو سفید دھلے ہوئے کپڑوں کا جوڑا نکالا۔ منہ ہاتھ دھو کر راستے کی گرد دور کی اور صاف ستھرے کپڑے پہن کر اپنے ساتھیوں سمیت رسول پاکؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مہمانوں کی آمد پر میں حسب دستور حضورؐ کے احکامات کے انتظار میں ایک طرف کھڑا تھا۔ اشج آگے بڑھا، نہایت مودبانہ انداز میں حضورؐ سے مصافحہ کیا اور آپ کے دست مبارک کو بوسہ دیا۔ اس کے بعد اس نے اپنا اور اپنے وفد کا تعارف کرایا اور اسلام سے اپنی رغبت کا اظہار کیا۔ کئی اور صحابہ بھی موجود تھے۔ سرور کائنات نے اس کی باتیں سن کر مسرت کا اظہار فرمایا اور پھر اس نوجوان کو غور سے دیکھتے ہوئے فرمایا:

''تمہاری دو خصلتیں ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہیں۔ ایک حلم اور دوسری وقار اور تمکنت''

اشج نے کلمات تشکر ادا کرتے ہوئے ان سے پوچھا:

''یہ دونوں خصلتیں مجھ میں بطور تصنع ہیں یا فطری اور جبلی''

رسول اللہؐ مسکرائے اور فرمایا:

''نہیں، عبدالقیس نہیں۔ اللہ نے تمہیں پیدا ہی ان خصلتوں پر کیا ہے''

اشج عبدالقیس نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اپنے قافلے سمیت اسلام کے دائرے میں داخل ہو کر اہل مجلس کے دلوں میں ہمیشہ کے لئے اپنا نقش چھوڑ گیا۔

حضورؐ کے حکم کے مطابق میں نے فرداً فرداً وفد کے تمام اراکین کو تحفے تحائف دے کر رخصت کیا۔

اس کے چند ہی دنوں بعد ایک اور عجیب و غریب وفد مدینے پہنچا۔ یہ بنو تمیم کے لوگ تھے۔ مختصر وفد، تقریباً دس آدمیوں پر مشتمل، نہایت غیر روایتی انداز میں مسجد نبوی کے قریب حضورؐ کے حجرہ مبارک کے پیچھے کھڑے ہو کر باآواز بلند حضورؐ سے مخاطب ہوئے۔

''اے محمد باہر آؤ تا کہ ہم آپ سے مفاخرہ اور شاعری میں مقابلہ کریں۔ ہم وہ ہیں کہ ہماری مدح زینت ہے اور ہماری مذمت عیب''

شور سن کر باہر نکلا اور حضورؐ کے حجرے میں جا کر انہیں اس وفد کی آمد سے مطلع کیا۔ حضورؐ ایک لمحہ خاموش رہے اور مجھے ظہر کی اذان کا حکم دیا۔ اذان ہوتے ہوتے وفد مسجد میں داخل ہو چکا تھا۔ حضورؐ بھی نماز کے لئے تشریف لے آئے۔ نماز ظہر کے بعد وفد کی طرف سے ان کے خطیب عطارد بن حاجب نے نہایت فصیح و بلیغ انداز میں اپنے قبیلے کے مناقب و محاسن بیان کئے۔ نبی کریمؐ نے جوابی خطبے کے لئے ثابت بن قیس انصاریؓ کو فرمایا۔ جواب ہو چکا تو بنو تمیم کا شاعر زبرقان کھڑا ہو گیا اور اپنی قبائلی مفاخرت کا قصیدہ پڑھا۔ تمام حاضرین اس صورتحال سے لطف اٹھا رہے تھے کہ آخر یہ فصاحت اور زورِ بیاں کا مقابلہ تھا جس پر عرب جان دیتے تھے۔ قصیدہ ختم ہوا تو حضورؐ کے اشارے پر حسان بن ثابتؓ تشریف لائے اور جواباً ایک نہایت مرصع قصیدہ فی البدیہہ پیش کیا۔ قصیدہ کیا تھا، ایک تخلیقی معجزہ تھا۔ سب حاضرین بے حد متاثر ہوئے۔ یہاں تک کہ مقابلے پر اترے ہوئے بنو تمیم کے شعرا اور خطیب بھی منصف ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ان کی طرف سے اقرع بن حابس نے کھڑے ہو کر اعلان کیا:

''اللہ کی قسم آپ کا خطیب ہمارے خطیب سے اور آپ کا شاعر ہمارے شاعر سے بہتر ہے'' یہ کہتے ہی باقی لوگ بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور سب رسول اللہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے مسلمان ہو گئے۔''

(سلیم گیلانی کی کتاب بلال سے ایک باب)

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دکان میں داخل ہوتے ہی آصف کی نگاہوں سے نگاہیں چار ہوئیں وہ اپنی تربیت اور روایت کے مطابق استقبال کیلئے فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ ہاتھ ملاتے ہوئے میری توجہ اس کے چہرے پر مرکوز تھی۔ مگر وہاں وہ گرم جوشی، خوشی اور توجہ مفقود تھی جس کیلئے میں سارا شہر چھوڑ کر اچھرے میں واقع احسان جیولرز کی طرف کھنچا چلا آتا ہوں۔ ''تمہارے والد صاحب کہاں ہیں؟'' میں نے خلاف معمول انہیں کاؤنٹر پر موجود نہ پا کر پوچھا۔ ''وہ......'' آصف سے بولا نہ گیا۔ ''وہ تو چار دن ہوئے فوت ہو گئے'' ...... نئے زمانے کی نئی تربیت ہے (اناللہ وانا علیہ راجعون) سے پہلے منہ سے او مائی گاڈ نکلتا ہے۔ میں نے تفصیل سننے سے پہلے فاتحہ کیلئے ہاتھ اٹھا دیئے۔ کہ جانے والے کو دعاؤں کے اس تحفے کی تو فوری ضرورت ہوتی ہے۔ فاتحہ مکمل ہونے کو تھی جب ایک جوان سالڑ کا دکان میں داخل ہوا۔ اس نے آصف سے ہاتھ ملایا۔ حال چال پوچھا اور بولا کل جلدی آ جانا...... شغل رہے گا۔ بڑا انتظام شنتظام کیا ہے۔ چھت پر ہی سارا کچھ ہوگا۔ دو سو گڈے رکھے ہیں۔ تکے، کباب، حلوہ پوری، میوزک سب انتظام ہے۔ ساری رات موج مستی رہے گی۔ آخر بسنت نائٹ ہے۔

آصف اور اس کے والد سے میرا کوئی ایسا بھی رشتہ یا دوستانہ نہ تھا کہ یہ سن کر میرا منہ بنتا ...... مگر پھر بھی نہ چاہتے ہوئے بھی کہہ بیٹھا...... ''اسے والد صاحب کے گزرنے کا بتا دیا ہوتا'' ''کیا بتاتا...... اسے خبر ہے میرا سگا ماموں ہے یہ''

آصف کے ماموں کی وہ بے حسی اور تیاری کیلئے فکرمندی میرے دل پر کسی اندھے تیر کی طرح آ کر لگی اور میں پہلی مرتبہ احسان جیولرز سے کچھ لئے بغیر اٹھ کھڑا ہوا...... ''حافظ صاحب کہاں ہیں؟''۔ میں نے مروت میں آصف کے چھوٹے بھائی کا پوچھا۔ اس سے نہ حفظ مکمل ہوا نہ پڑھائی...... اس سال آٹھویں میں تھا کہ باپ نے تنگ آ کر دکان پر بٹھا لیا ...... ''اسی کی وجہ سے تو ابو کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ کسی گاہک کا مال پڑا تھا۔ چپ کر کے کسی اور سنارے کو دے آیا اور جتنے پیسے ملے ان کی گڈیاں اور ڈور خرید لایا۔ وہ تو جب شام کو والد صاحب نے اچانک اس کے کمرے میں اتنی ساری گڈیاں دیکھیں تو پوچھا پیسے کہاں سے آئے۔ بولا بس اباجی وہ شغل تماشا کرنا ہے۔ دوستوں نے مل کر خریدی ہیں'' ...... ''اوئے تیرے ایسے امیر کبیر سیٹھ دوست کون سے ہیں...... ذرا مجھے بھی تو بتا'' ......'' والد صاحب کے روکتے روکتے اس نے گڈیاں اٹھائیں اور بھاگ گیا۔ باپ آخر باپ ہے۔ مجھے لے کر سیدھے دکان پر آئے۔ پیچھے دراز میں جو مال چھپا کر، رومال میں لپیٹ کر رکھا تھا...... وہ غائب تھا...... وہیں چکرا کے گر گئے۔ ہسپتال پہنچنا نصیب ہی نہیں ہوا بھائی سے جنازے پر ٹاکرا ہوا تھا۔ پھر نظر نہیں آیا۔

وہاں سے بہت افسردہ اور پژمردہ روانہ ہوا کانوں میں ماسی اینہ کی سسکیاں گونجنے لگیں آج صبح ہی اس نے بتایا تھا میرے تین بیٹے ہیں۔ ایک درزی کا کام کرتا ہے اور دو زری کی کڑھائی کا...... درزی والے نے قربانی کیلئے بمشکل ایک ہزار روپے دیئے ہیں باقی دونوں کہتے ہیں ہم نے شغل میلہ کرنا ہے۔ روز کے تیس روپے سے ہی دے سکتے ہیں نہ ماں کی ڈانٹ کا اثر ہوا نہ رونے کا...... البتہ دونوں بیٹیوں نے دن رات لگا کر عید کے دوپٹے مکیش کر کے ماں کو ڈیڑھ ہزار روپے دینے کا وعدہ کر لیا ہے...... وہ روتی تھی کہ تین جوان بیٹے کمانے والے اور قربانی کی توفیق نہ ہو۔ رب سچے کو کیا منہ دکھاؤں گی۔ ان کے شغل میلے کو آگ لگانی ہے۔ میرا بڑا دل چاہتا تھا کہ ماسی اینہ سے کہوں ماسی! شکر کر تیری بیٹیاں بیبی ہیں۔ انہیں سمجھداری اور گھرداری کے ساتھ ساتھ ماں کی محبت نصیب ہوئی ہے۔ سمبڑیال میں بسنت کے شغل میلے کے نام پر منگوائے بارود نے 31 بچوں اور بڑوں کو جلا کے راکھ کر دیا ہے...... ان کی مائیں رو رو کے نین گنواتی ہیں...... اور ان کے ساتھ رونے میں شریک ہونے کو لوگ نہیں ملتے۔ سبھی تو شغل میلے میں شریک ہیں۔ کیا بچے کیا بڑے کیا ریڈیو اور کیا ٹی وی ایک دوڑ ہے کہ جاری ہے۔ ایک مقابلہ ہے کہ طاری ہے۔

مارچ میں یوم پاکستان منانے اور قائد کی روح کو یاد کرنے والوں کی اگلی نسل کس آسانی سے 31 لوگوں کی موت پی گئی ہے۔ نہ ایک دن کا افسوس۔ نہ ایک لمحے کا سوگ۔ یوں لگا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ 31 معصوم جانیں شغل میلے کے نام پہ چیتھڑوں میں بدل گئیں۔ نہ کسی نے رک کے دیکھا نہ کسی نے ٹھہر کے پوچھا۔

ایسے میں مجھے رسل کرو بہت یاد آیا۔

رسل کرو کو گزشتہ سال آسکر ایوارڈ ملا تو بڑا اشتیاق ہوا کہ آخر ایسا کیا کام کیا ہے کہ دنیا فلم کے سب سے بڑے اعزاز اور ایوارڈ سے نوازا گیا ہے۔ گلیڈی ایٹر نام تھا فلم کا۔ فلم کیا تھی۔ دکھ، درد اور اذیت کا ایک طوفان تھا جس نے گھنٹوں افسردہ رکھا۔ سوچتا تھا دنیا میں اس قدر ظالم، وحشی اور بے حس لوگ بھی تھے کہ ہزاروں لوگ جمع ہو جاتے۔ ان کے بیچوں بیچ چھوٹی بڑی عمروں کے گورے، کالے، کمزور، مضبوط، کسرتی بدنوں والے ڈرے، سہمے انسان لائے جاتے کچھ رسیوں سے باندھ کر اور کچھ تلواروں بھالوں کے ساتھ، پھر تازہ دم گھوڑوں اور رتھوں پر سوار سپاہی ان پر حملہ آور ہوتے اور انہیں گاجروں مولیوں کی طرح کاٹ کاٹ کے میدان میں یہاں وہاں پھینکتے جاتے اور بچ رہنے والوں کا پیچھا کرتے۔ جوش اور خوشی سے بھرے تماشائیوں کے نعرے بلند سے بلند تر ہوتے جاتے ان کی تالیوں۔ آوازوں اور داد کی سان پر چڑھی تلواروں سے جب آخری انسان بھی ذبح ہو جاتا تو لوگوں کا ہجوم اس تفریح اور شغل کی کامیابی کا خمار لئے رخصت ہوتا ہجوم میں بڑے ہی نہیں بچے بھی شامل ہوتے اور عورتیں بھی جو دنوں، ہفتوں اس بے رحمی سے کیڑے مکوڑوں کی طرح مارے جانے والے انسانوں کا ذکر یوں کرتے جیسے کسی نے مچھر مسل کر رکھ دیا ہو......

البتہ جو سورما زیادہ تڑپانے زندہ جسموں کے ٹکڑے گرانے اور تازہ خون کے چھینٹے حاضرین کے چہروں تک پہنچانے میں جتنا ماہر ہوتا۔ اس قدر اس کی قدر اور اہمیت ہوتی۔ ایسے جنگجوؤں کو انعامات ہی نہیں منصب اور عہدے عطا ہوتے خلعتیں پیش ہوتیں کہ انہوں نے قومی اور موسمی تہوار کو یادگار بنا دیا۔ وہ عہد، وہ لوگ باقی نہیں رہے۔ ایسے عہد باقی رہا بھی نہیں کرتے، انہی کی کوکھ سے نئے ملک اور معاشرے جنم لیتے ہیں۔ پھر ان کی نئی داستانیں لکھی جاتی ہیں مگر خدا جانے ایسا کیا ہے اور کیوں ہے کہ داستانیں ہوں، کہانیاں ہوں فلمیں ہوں، افسانے یا ڈرامے سب مارنے والوں، دیکھنے والوں کے نقطہ نگاہ سے لکھی اور بنائی جاتی ہیں۔ مرنے والوں کو کبھی یادوں کا وہ حصہ نہیں دیا جاتا جس میں ان کا دکھ، رنج، حسرتیں، مایوسیاں اور بے یقینیاں بھری ہوں...... وہ جسم ہوتے ہیں۔ گنتی ہوتے ہیں...... اور بس...... کبھی تفریح کے نام پر مار دیئے جاتے ہیں اور کبھی اجتماعی شغل میلہ میں کھیت رہتے ہیں میں سوچتا تھا اللہ جی کی کس قدر مہربانی ہے کہ ہم کو اس عہد نامہربان میں نہیں پیدا کیا...... جہاں بچپن کو جوانی کی ہوا لگنے کا بھی یقین نہیں ہوتا تھا اور جوان کو بڑھاپے کے سکھ اور خوشی کی امید نہیں ہوتی تھی۔ بسنت کی رات شغل میلے کے دوران صرف لاہور میں 13 بچے بڑے جاں بحق ہوئے اور 800 کے ہاتھ پاؤں ٹوٹے...... اس دوران شغل میلے کے رسیا لوگوں کے ہاں صرف نعروں، کھانوں، گانوں، ڈوروں گڈیوں اور کپڑوں کا ذکر چلتا رہا۔ کسی ایک آنکھ میں آنسو آیا نہ کسی ایک دل میں دکھ نے جگہ پائی، جیسے ظالم، بے حس ہونے کا کوئی مقابلہ تھا۔ ہر مرنے والے پر صدا آنے کی کسر باقی تھی لو ایک اور گرا۔ لو ایک اور کٹا پہلے تلواروں سے کاٹتے تھے اب شیشہ لگی ڈور سے کاٹا جاتا ہے تہوار کے نام پر شغل میلے کی مستی اس قدر ہے کہ رومن اکھاڑوں میں مرتے تڑپتے لوگوں کی چیخوں پر بھی ہمارا شور، ہلہ گلہ اور بوکاٹا کے نعرے غالب آ رہے ہیں...... یار لوگوں نے عید کی خوشیاں بھلا کر پہلے بسنت منائی پھر ویلنٹائن ڈے منایا۔ شغل میلے کے نام پر چھوٹے چھوٹے گناہوں کی گنجائش نے ابھی سے بے حسی کے وہ منظر دکھانے شروع کر دیئے ہیں کہ ڈر لگنے لگا ہے کہ آنے والے کل کسی رسل کرو کو بوکاٹا نام کی کسی ایسی ہی فلم نہ کرنی پڑ جائے جب لوگ اس قدر شوق سے اپنی محبتوں رشتوں، قدروں اور عمدہ عادتوں کا بوکاٹا کرنے پر تل جائیں۔ انہیں کوئی کیسے سمجھائے کہ بے حسی کے موسموں میں تہذیبوں اور ملکوں کی زندگیوں کی ڈوریں بھی گڈی کی ڈور جیسی نازک ہو جاتی ہیں چاہے شیشے کا مانجھا کیوں نہ لگا ہو......

اختر عباس آپ کے ایڈیٹر بھیا۔ یکم مارچ 2003

پہلی قبر

1 قابیل نے سر کے نیچے پتھر رکھ کر سوتے ہابیل کے سر پر پتھر مارا۔۔اور پھر جرم چھپانے کیلئے مارا مارا پھرنے لگا
دنیا میں پہلے قتل اور پہلی قبر کی کہانی قیامت تک ہونے والے ہر قتل میں گناہ کا حصہ اسے ملتا رہے گا

اشتیاق احمد

یہ اس وقت کی بات ہے جب اس دنیا میں کوئی شخص بھی فوت نہیں ہوا تھا۔ اس دنیا میں کوئی قبر نہیں تھی۔ اس وقت اللہ کے حکم سے آدم علیہ اسلام کے یہاں جولڑ کا پیدا ہوتا؟ اس کے ساتھ لڑکی بھی پیدا ہوتی تھی۔ آپؑ ان دونوں کی شادی دوسرے جوڑے سے کر دیتے تھے

آپؑ کے دو بیٹے ہابیل اور قابیل پیدا ہوئے بڑا بیٹا قابیل تھا اس کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی وہ بہت خوب صورت تھی ہابیل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی وہ اتنی خوبصورت نہیں تھی۔ اب قانون کے مطابق ہابیل کے شادی اس خوب صورت لڑکی اقلیمان سے ہونا تھی۔ جب کہ قابیل کی شادی اس لڑکی سے جو اتنی خوبصورت نہیں تھی۔ قابیل کو یہ بات پسند نہیں آئی۔ اس نے اپنے والد حضرت آدمؑ سے بات کی انہوں نے دونوں سے کہا۔

''تم دونوں اپنی اپنی قربانیاں میدان میں لے جاؤ' جس کی قربانی قبول ہوگی' اقلیمان کی شادی اس سے ہوگی''

اب ہابیل اپنے ریوڑ سے بہترین دنبہ لے گیا۔ قابیل چونکہ حق پر نہیں تھا وہ ردی گندم لے گیا۔ اس وقت اللہ کا حکم یہ تھا کہ اسے جس کی قربانی منظور ہوتی ایک آگ آ کر اس قربانی کو جلا دیتی تھی۔ جس کی قربانی منظور نہ ہوتی۔ آگ اس کو نہ جلاتی' اللہ کی طرف سے آگ آئی تو ہابیل کا دنبہ جل گیا قابیل کی ردی گندم رہ گئی۔ وہ نہ جلی قابیل سیخ پا ہو گیا اس توہین کو برداشت نہ کر سکا۔ اور اسے اقلیمان ہاتھ سے جاتی نظر آئی۔ اس نے اللہ کے فیصلے کو قبول نہ کیا اور طیش میں آ کر کہا۔

''ہابیل! اب میں تمہیں قتل کر دوں گا''

اس کی بات سن کر ہابیل نے کہا

''اللہ پاک کی صرف پرہیز گاروں کی قربانی قبول کرتا ہے۔ بات تو بس اتنی سی ہے' تم اگر مجھ پر ہاتھ اٹھاؤ گے تو میں ہرگز تمہاری طرف ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا''

پھر یہ ہوا کہ جنگل میں ایک دن ہابیل سر کے نیچے ایک پتھر رکھ کر سو رہا تھا قابیل چپکے سے اس کی طرف بڑھا' اس نے ایک پتھر اٹھایا اور ہابیل کے سر پر دے مارا۔ ہابیل مارا گیا وہ اب قابیل کو اپنا جرم چھپانے کی فکر ہوئی۔ وہ بھائی کی لاش کو کندھے اٹھائے پھرتا رہا کچھ سمجھ میں نہ آیا لاش کا کیا کرے کیونکہ اس وقت تک آدمؑ کی اولاد میں سے کوئی فوت نہیں ہوا تھا کہ معلوم ہوتا' مرنے پر' نعش کا کیا کیا جاتا ہے قابیل حیران بھی تھا اور پریشان بھی تھا۔ آخر اللہ پاک نے مہربانی فرمائی دو کوے بھیجے ایک نے دوسرے کو چونچیں مار مار کر مار ڈالا پھر زمین کرید کر ایک گڑھا کھودا اور مرے ہوئے کوے کو اس میں ڈال کر اوپر مٹی ڈال دی قابیل کو اس جرم کی یہ سزا ملی کہ اس کا بدن سیاہ پڑ گیا اور اسی حالت میں وہ فوت ہو گیا۔ اس طرح قابیل کو مردہ بھائی سے نجات حاصل کرنے کا طریقہ معلوم ہوا اس نے گڑھا کھودا اور بھائی کو اس میں دفن کر دیا۔

یہ اس زمین پر فوت ہونے والے پہلے شخص کی پہلی قبر تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''دنیا میں جب بھی کوئی ظلم سے قتل ہوتا ہے تو اس کا گناہ آدمؑ کے پہلے بیٹے قابیل کی گردن پر ضرور ہوتا ہے اس لئے کہ یہ وہ شخص ہے جس نے ظالمانہ قتل کی ابتدا کی اور ناپاک طریقہ جاری کیا'' (بحوالہ تفسیر ابن کثیر' مسند احمد)

WORLD CUP FEVER TOUCHES ITS HIGHTS

پھول ورلڈ کپ کوئز

دو سوال دس انعام

سوال (1)

ورلڈکپ 92 کے فائنل میچ کے مین آف دی میچ کا نام بتائیں

1۔عمران خان 2، جاوید میاں داد 3، وسیم اکرم

سوال (2)

صرف 37 گیندوں پر سینچری بنانے کا اعزاز کسے حاصل ہے

1، جے سوریا 2 شاہد آفریدی 3، لانس کلوزنر

حق پبلی کیشنز A-2 سید پلازہ اردو بازار لاہور کی شائع کردہ کتابیں

ممتاز سپورٹس جرنلسٹ
قیصر صغیر کی زبردست کتاب

ممتاز مصنف
شاہد نذیر چوہدری کی چشم کشا کتاب

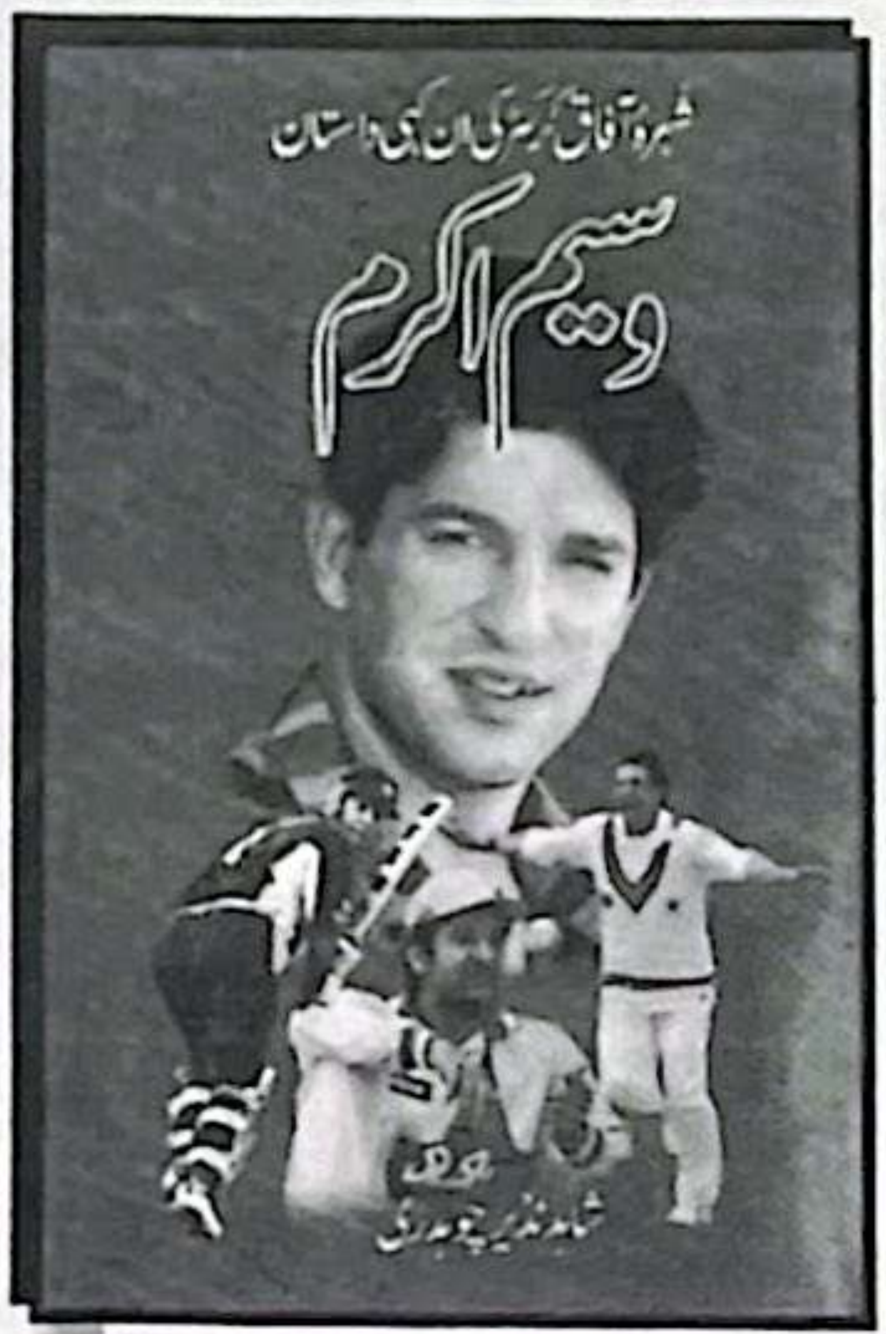

یہ کتابیں آپ کی بھی ہوسکتی ہیں

بشرطیکہ آپ کے درست جواب ہمیں 10- مارچ تک مل جائیں

نام ____________ عمر۔کلاس ____________

مکمل پتہ ____________

خط بھیجنے کا پتہ ایڈیٹر بھیا ماہنامہ پھول 4 شاہراہ فاطمہ جناح لاہور

(اپنے مکمل نام و پتہ کے ساتھ اس صفحے کی فوٹو کاپی بھجوائی جاسکتی ہے)

واپسی

2

یادوں کو ہی زندگی جاننے والی ایک لڑکی کا ماجرا۔۔وہ اپنی زندگی کی قیمتی ترین چیز کھو بیٹھی تھی

رابعہ شاہ

میرے قدم جانے پہچانے راستوں پر اٹھتے جا رہے تھے۔ یہ گلی کوچے وہ تھے جہاں میں نے اپنا بچپن گزارا تھا۔ دل یادوں سے اور آنکھیں آنسوؤں سے بوجھل ہو رہی تھیں۔ اتنا ہی وزنی مجھے اپنے کاندھے پر پڑا ہوا پرس لگ رہا تھا جس میں پانچ لاکھ روپے تھے۔ یہ رقم میں نے کیسے اکٹھی کی' مجھے ہی علم ہے۔ اپنے جیب خرچ اور پھر تنخواہ کا ایک ایک روپیہ بچایا' پچھلے بارہ سال میری زندگی کا ایک ہی مقصد رہا...... پانچ لاکھ روپے اکٹھا کرنا...... باقی تمام مقاصد میں نے پس پشت ڈال دیئے تھے۔ یہاں تک کہ اپنے بالوں میں اترنے والی چاندی کی بھی پروانہ کی۔ مجھے اس طرح روپے جوڑتے دیکھ کر ابا جی کہا کرتے تھے۔

''دھیئے...... اس مایا کو جمع کر کے کیا کرے گی۔ چل تو اور میں حج کر آتے ہیں۔ دل کو مار کے یوں پیسہ پیسہ جوڑنا چھوڑ دے۔ اپنے آنگن میں صبر و شکر کے بوٹے اگا اور انہیں قناعت کے پانی سے سیراب کر...... سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارا...... سوہنی دھیئے جس مایا کو جوڑنا تو نے اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا ہے' رب سائیں کی نظر میں اس کی بس اتنی اہمیت ہے جتنی سمندر میں انگلی ڈبو کر نکالو تو پانی انگلی پر لگے...... قطرہ بھر پانی بھی نہ ہو گا...... اس قطرے سے زیادہ اہمیت تو آنسوؤں کی ہے' آنسو چاہے دکھ کے ہوں یا خوشی کے' ندامت اور شرمندگی کے ہوں یا عجز اور شکرانے کے...... رب سائیں کے ہاں سب مقبول ہیں...... پر یہ دنیا...... دھن...... دولت ایسی چیزیں ہیں' ان کے پیچھے جتنا دوڑو گے یہ تم سے اتنی دور بھاگیں گی؟؟

ابا جی کو کیا پتہ میں پیسہ پیسہ کیوں جوڑ رہی ہوں۔ میں نے کبھی ابا جی کو بتایا ہی نہیں تھا۔ مجھے ان پیسوں سے اُس گھر کو واپس خریدنا تھا جہاں میں نے آنکھ کھولی تھی جہاں میرا بچپن گزرا تھا۔ میری زندگی کی تمام خوبصورت یادیں اسی گھر سے وابستہ تھیں۔ اس گھر کو ابا جی نے بارہ سال پہلے پانچ لاکھ میں بیچ دیا تھا۔ ابا جی کو اس گھر کے بکنے کا کوئی خاص افسوس نہ تھا۔ وہ کونسا ان کا آبائی گھر تھا۔ پر میرے تو ابا کا گھر تھا نا...... پھر گھر تو کیا شہر بھی بدل گیا۔ اتنے سال گزرنے کے باوجود بھی وہ گھر' اسکے خواب اس کی یادیں آج بھی میرے ذہن میں تازہ تھیں۔ میں کتنا بلک بلک کر روئی تھی اس گھر کو چھوڑنے پر......

لیکن اس وقت میرے بس میں کچھ نہیں تھا۔ میں نے اسی دن سے اپنے دل میں یہ تہیہ کر لیا تھا کہ مجھے کبھی نہ کبھی اس گھر کو ضرور واپس لینا ہے۔ میں نے اپنی زندگی کی چکی بارہ سال ایک ہی مقصد' ایک ہی محور کے گرد گھمائی تب جا کے مجھے پانچ لاکھ ملے...... پورے پانچ لاکھ...... آج میں اپنا گھر' اپنے بچپن کی یادیں' اپنے خواب واپس خریدنے جا رہی تھی۔ اپنے محلے میں داخل ہوئی تو لحظہ بھر کیلئے ٹھٹک کر رہ گئی۔ سب کچھ کتنا بدل گیا تھا۔ کچے مکان پکے ہو گئے تھے...... لکڑی کے دروازوں کی جگہ آہنی گیٹوں نے لے لی تھی۔ گلی بھی نئی بن گئی تھی...... پھر مجھے ایک جانا پہچانا سا دروازہ نظر آیا۔ لکڑی کے بوسیدہ کواڑوں میں سے ٹاٹ کا بدرنگ' پھٹا پرانا پردہ باہر جھانک رہا تھا...... یہ ماسی زیبو کا گھر تھا۔ پہلے میں نے دستک دینے کیلئے ہاتھ اٹھایا' پھر کچھ سوچ کر بے دھڑک اندر داخل ہو گئی۔ کھچڑی بالوں والی ایک بوڑھی عورت جستی حمام کے پاس پیڑھی پر بیٹھی برتن مانجھ رہی تھی۔ ''سلام ماسی'' راکھ سے جستی پتیلا مانجھتی ماسی زیبو نے سر اٹھایا...... جھریوں میں چھپی آنکھوں کو مزید سکیڑا اور مجھے غور سے دیکھنے لگی۔ بارہ سال کی گرد نے ماسی کی یادداشت کو ہی

نہیں دھندلایا تھا بلکہ میرا چہرہ بھی بدل دیا تھا' بالوں پر چاندی چھڑک دی تھی...... دفعتاً ماسی زیبو کے پوپلے منہ پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ''ارے تو بالی...... تو کدھر سے آ گئی''۔ انہوں نے بالٹی کے گدلے پانی میں چھپا چھپ ہاتھ دھوئے اور کھڑے ہو کر مجھے گلے لگا لیا۔ برسوں بعد ملنے پر پہلے تو گلے شکوے ہوئے پھر پرانی یادوں' گزرے لوگوں کو یاد کیا گیا۔ حال احوال کے بعد میں نے اپنے پرانے مکان کی بابت ماسی سے پوچھا تو وہ کہنے لگیں ''وہ مکان تو آج کل پٹواری مہر دین کے پاس ہے۔ وہ خود تو یہاں رہتا نہیں ہے' پچھلی گلی میں اس کا اپنا گھر ہے۔ یہ مکان عرصے سے بے آباد پڑا ہے۔ سنا ہے پٹواری اسے بیچنا چاہتا ہے...... تو اگر اپنا مکان دیکھنا چاہتی ہے تو چابی منگوا دو''۔ ''ہاں ماسی! چابی بھی منگوا دو اور پٹواری مہر دین کو بھی بلوا بھیجو۔ میں ان سے ملنا چاہتی ہوں۔ مجھے یہ مکان خریدنا ہے''۔ ماسی نے گلی میں کھیلتے کسی بچے کو پٹواری کے گھر بھیجا اور لسی کا گلاس بھر کر لے آئی۔ ''ارے واہ ماسی...... آج کتنے عرصے بعد لسی پینے کو ملی ہے...... اور وہ بھی کھٹی اور گاڑھی...... مزا آ گیا''۔ لسی کا گلاس ختم کرنے سے پہلے ہی چابی آ گئی۔ میں نے لسی کا گلاس وہیں چھوڑا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ ماسی باورچی خانے میں میرے لئے ''وسنن'' تیار کر رہی تھی۔ اسے یاد تھا کہ میں مکھن اور آٹے کا یہ حلوہ بہت شوق سے کھاتی تھی۔ میں نے وہیں سے آواز لگائی ''ماسی باقی لسی میں واپس آ کر پیوں گی' ابھی میں اپنا گھر دیکھنے جا رہی ہوں''۔

گلی کا موڑ مڑنے کے بعد میرے قدم بے تابی سے اٹھنے لگے۔ لکڑی کے بدرنگ سے سبز دروازے کے پاس پہنچ کر میں رکی اور کانپتے ہاتھوں سے تالہ کھولنے لگی۔ دروازہ کھلنے کی دیر تھی مجھے یادوں' آنسوؤں اور آوازوں نے یوں گھیر لیا کہ میں اگلا قدم بھی نہ اٹھا سکی۔ دروازے کے دائیں ہاتھ کی طرف بڑا برآمدہ تھا۔ جنوب مشرقی کونے میں اونچی چھت اور لکڑی کے چھجوں والے دو کمرے ساتھ کچن' شمالی دیوار کے ساتھ کمروں کی لمبی قطار' دائیں طرف ٹاہلی جس کے نیچے میری سفید ٹیڈی بکری بندھی ہوتی تھی جو ہر بار جڑواں بچے دیتی تھی۔ مشرقی دیوار کے ساتھ موسمی سبزیوں اور پھولوں کی کیاریاں...... آنگن میں لگے' بے ترتیب درخت ہی درخت...... لیکن سب سب کچھ بدلا بدلا سا' خالی خالی دکھ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا اتنے برس یہاں ویرانی اور خاموشی کے سوا کوئی بندہ بشر نہیں بس سکا۔ بیل بوٹے سب مرجھا گئے تھے۔ میرے قدم صحن کے بیچوں بیچ لگی پیوندی بیری کی طرف اٹھنے لگے۔ یہ بیری سال میں دو بار پھل دیتی تھی۔ اتنے میٹھے اور رسیلے بیر پورے محلے میں کسی کی بیری پر نہیں لگتے تھے۔ میں نے بوڑھی بیری کے کھردرے تنے کا لمس محسوس کرنے کو ہاتھ پھیرا تو یوں لگا جیسے وہ ناراض ناراض سی میری بے اعتنائی کا شکوہ کر رہی ہو۔ میرے آنسو سب بند توڑ کر طغیانی پر آئے سندھ کی طرح بہہ نکلے۔ میں وہیں بیٹھ گئی اور کتنی دیر تنے سے سر لگائے روتی رہی۔ شرقی دیوار کے ساتھ کیاریوں میں پودے لگے لگے سوکھ گئے تھے۔ انگور کی بیل چھپر پر چڑھی چڑھی خشک ہو گئی تھی اور کالے توت...... ارے کالے توت کا درخت تو سرے سے تھا ہی نہیں۔ ''اوہ''...... میں دکھ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور کپڑے جھاڑ کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ امرود کے بوٹے اور چھوٹی ٹاہلی کو بھی جڑ سے نکال دیا گیا تھا تو گھر اسی لئے اتنا خالی خالی لگ رہا تھا۔ سنبل کے جھنڈ میں بس ایک بڑا سنبل چھوڑ دیا گیا تھا۔ اس کی جڑ کے ساتھ ایک بار میں نے ان چڑیوں کی قبریں بنائی تھیں جو طوفانی بارش میں مر گئی تھیں۔ مہندی اور انار کے بوٹے بھی سوکھ گئے تھے۔ ان کے لئے مالکوں کی بے اعتنائی اور کینوں کی لاپرواہی تھل کی گرمی اور لو سے زیادہ نامہربان ثابت ہوئی۔ کیاریوں کی مٹی سوکھ کر سخت ہو گئی تھی۔ میں سارے گھر میں بھٹکی روح کی طرح چکراتی پھری...... سوکھے پتوں کے ڈھیر میرے پاؤں کے نیچے چرمرا رہے تھے۔ میں کبھی ایک درخت کے پاس جاتی کبھی دوسرے کے پاس انکے تنوں پر ہاتھ پھیرتی۔ انہیں چومتی اور روتے روتے ان سے باتیں کرتی جاتی۔ اس وقت اگر کوئی میری حالت دیکھ لیتا تو جانے کیا سوچتا ''یہ جذباتی لڑکی کہیں دیوانی تو نہیں ہو گئی''۔ پر میری کیفیت تو وہی جان سکتا ہے جس سے وقت نے اس کی کوئی عزیز ترین شے چھین لی ہو۔ میں Elizabeth Bishop نہیں تھی جس کی نظم ONE ART میں نے بی اے میں پڑھی تھی۔ وہ کہتی ہے 'انسان کو زندگی میں کبھی نہ کبھی اپنے پیارے لوگوں اور اپنی محبوب چیزوں سے دور ہونا ہی پڑتا ہے۔ یہ زندگی کا حصہ ہے' ہمیں اس حقیقت کو کھلے دل سے قبول کرنا چاہئے۔ کسی بھی شے کا کھو جانا زندگی میں کوئی Disaster نہیں لاتا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہر غم مندمل ہو جاتا ہے''۔ الزبتھ کیا جانے میں نے زندگی کے بارہ سال کس کولہو کے گرد گھومتے گزار دیئے۔ یہ جانے بنا کہ کولہو کے بیل کی آنکھوں پر تو پردہ چڑھا ہوتا ہے' وہ ارد گرد نہیں دیکھ سکتا بس گھومے جاتا ہے' گھومے جاتا ہے۔ پھر ایسے میں میں کیسے الزبتھ سے چیزوں کو کھو کر انہیں بھول جانے کا فن سیکھ سکتی تھی۔ میری حالت تو اس بچے جیسے تھی جس کے پاس ایک ہی کھلونا ہو اور کوئی اس سے اس کا عزیز ترین کھلونا چھین لے۔ بڑے ہونے کے بعد بھی اس کھلونے کو واپس پانے کی تمنا اسکے دل سے نہ گئی ہو یہ جانے بنا کہ اب اس نے کھلونے کو کیا کرنا ہے۔ یہ گھر کبھی لوگوں سے بھرا ہوتا تھا۔ میں تو اپنے ابا کی اکلوتی بیٹی تھی مگر ہمارے کتنے ہی رشتے دار مہینوں مہینوں ہمارے گھر آ کر ٹھہرے رہتے۔ ہر طرف چہل پہل' شور شرابا' آوازیں ہوتیں۔ میں نے کتنے ہی جانور پالے ہوئے تھے' مجھے آج بھی یاد تھا کہاں مرغیوں کا ڈبہ تھا' کہاں ہماری جیکی بندھی ہوتی' خرگوشوں کا بل کدھر تھا مگر اب تو ہر طرف ویرانی تھی۔ قبرستان جیسا سکوت تھا۔ درختوں پر چڑیاں بھی نہیں چہک رہی تھیں۔ بوگن ویلا کی سوکھی بیل کے ساتھ لٹکا ہوا پدی کا چھوٹا سا گھونسلا خالی تھا۔ انگور کی بیل والے چھپر میں چڑیوں کے کتنے ہی گھونسلے تھے مگر اب سارے کے سارے ویران پڑے تھے۔ جانے کیوں......؟ اداسی کی سرد لہر میرے اندر تک اتر گئی۔ دفعتاً مجھے ایک باریک سی آواز سنائی دی...... ''ماؤں...... ماؤں...... می آؤں'' میں نے پلٹ کر دیکھا تو لکڑیوں کے ڈھیر کے نیچے ایک سفید بلی پاؤں پھیلائے لیٹی ہوئی تھی اور اسکے تین چھوٹے چھوٹے بچے ایک دوسرے سے کھیل رہے تھے۔ میرا دل جو تھوڑی دیر پہلے اداسی سے بھرا ہوا تھا' اب خوشی سے لبریز ہو گیا۔ ''چلو...... ہمارا گھر آباد تو ہے نا...... ایسے ہی سہی''۔ میں انہیں دیکھ ہی رہی تھی کہ ماسی زیبو آ گئی۔ ''دھیئے...... پٹواری مہر دین آیا ہے' اس سے مکان کی بات کر لے''۔ ''ہاں ماسی چلیں......'' میں چادر اوڑھ کر جلدی سے اسکے ساتھ ہو لی۔ وہ ماسی کی بیٹھک میں بیٹھا تھا۔ میں صحن سے موڑھا اٹھا لائی اور کواڑ کی اوٹ میں رکھ کر بیٹھ گئی۔ ''پٹواری جی مجھے یہ مکان خریدنا ہے''...... ''او ہاں جی...... سو بسم اللہ...... ویسے بھی یہ مکان عرصے سے بے آباد پڑا ہے...... میں نے سنا ہے آپ اسی مکان میں رہتے تھے۔ اس پر سب سے زیادہ آپ ہی کا حق ہے''۔ ''پٹواری جی...... میں پانچ لاکھ روپے اپنے ساتھ لے کر آئی ہوں''۔ میں نے گود میں پڑے پھولے ہوئے پرس کو تھپتھپایا۔ ''جو لکھت پڑھت کرنی ہے آج ہی کر لیں بلکہ ابھی......'' ''او جی...... آپ صرف ابھی پچیس ہزار بیانہ دے دیں تو کافی ہے۔ باقی کے پونے نو لاکھ پھر دے دینا''۔ ''کیا...... پونے نو دو...... لاکھ...... مجھے چکر آ گیا۔ ''ہاں جی...... ابھی تو میں نے آپ کو کم بتائے ہیں سات لاکھ کا تو آٹھ سال پہلے میں نے خریدا تھا۔ اب تو پراپرٹی کی قیمت دگنی تگنی ہو گئی ہے اور میں تو مانگ بھی صرف زمین کی قیمت رہا ہوں کنسٹرکشن تو ساری کھنڈر کی کھنڈر ہے...... چلیں آپ نو لاکھ دے دیں...... اتنی قیمت میں میں کسی اور کو کبھی نہ دوں...... آپ کے ساتھ رعایت کر رہا ہوں''...... ''نو لاکھ'' میرا سانس رکنے لگا...... مجھے لگا جیسے میرے ہاتھ پاؤں میں جان نہ رہی ہو۔ پرس پر میری گرفت کمزور ہو گئی۔ ''نو لاکھ...... یعنی چار لاکھ مزید؟'' پرس میرے ہاتھ سے چھوٹا اور گود سے پھسل کر قدموں میں جا گرا۔ میں نے تو سوچا ہی نہ تھا کہ وقت گزرنے کے ساتھ قیمت بھی بڑھ گئی ہو گی۔ مجھے اپنے آپ پر ترس آنے لگا۔ میں بے بسی سے اپنے بے جان خالی ہاتھوں کو تکنے لگی۔ تبھی ایک آنسو میری آنکھ سے ٹپکا اور ہتھیلی پر پھیل گیا۔ میں نے اپنی مٹھی بند کر لی اور پرس بغل میں دبا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ ''خدا حافظ ماسی'' مجھے یوں جاتے دیکھ کر ماسی بدحواسی سے ہائیں ہائیں مجھے روکتی رہ گئی۔ میں نے اب رک کر کیا کرنا تھا۔ ایک دائرے میں سفر کرتے رہو تو بار بار وہیں جا پہنچتے ہو جہاں سے چلے تھے...... پر اب نہیں...... میں اس گھر سے نکلی اور واپسی کے راستے پر تیزی سے قدم اٹھا دیئے کہ میں جلد از جلد ان گلی کوچوں سے' ان یادوں سے دور ہو جانا چاہتی تھی۔ ابا جی ٹھیک ہی کہتے تھے اور الزبتھ بھی شاید درست کہتی تھی ''کھونے اور بھولنے کا فن ہر ایک کو آنا چاہئے''۔ پر میں تو اپنی ایک عزیز ترین شے کے پیچھے ایک اور قیمتی ترین چیز کھو بیٹھی تھی۔ ''اپنی زندگی کے بارہ اہم سال''...... وہ میں کہاں سے لاؤں گی؟

خوشی کو شیئر کرتے ہیں

پتا ہے میں اتنی خوش کیوں ہوں کیونکہ میرے پاس بسکٹ بھی ہیں
اور پھول میں تصویر چھپنے کی خوشی بھی اس خوشی کو شیئر کرتے ہیں
آپ بسکٹ کھائیں گے۔ (ایمان عارف، نارووال)

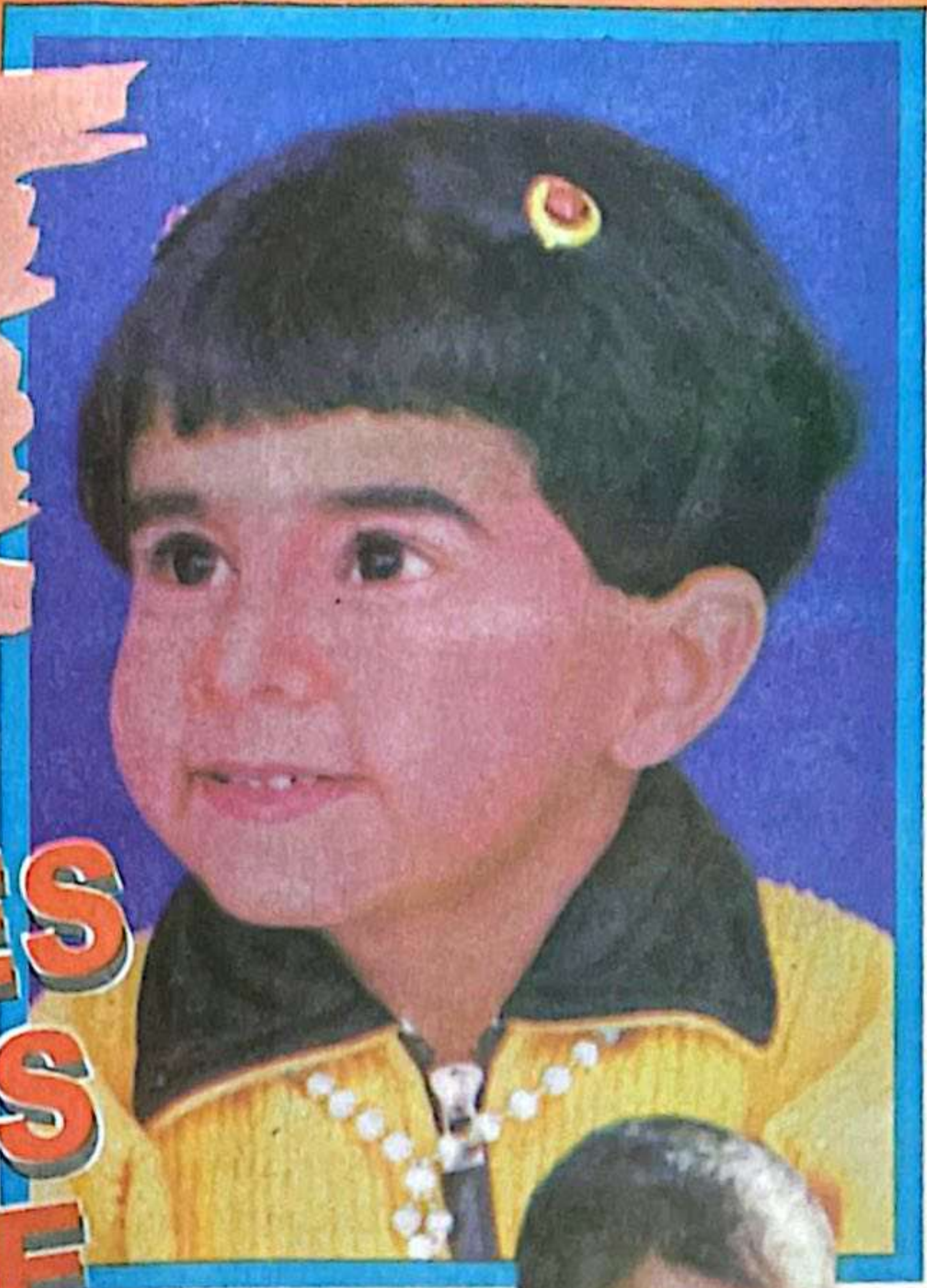

YES ITS ME

اور میں بھی

میرا نام مریم ندیم ہے اپنے سے بڑے صوفے پر بیٹھی ہوں
ویسے ہے بڑا آرام دہ کیونکہ امی لائی ہیں میرے امی ابو بھی
اچھے ہیں اور میں بھی۔

اب آپ بجیں

میرا نام ہے ایشا قدیر کہیں برا نہ سمجھ لیجیے گا تصویر میں
بڑی سنجیدہ دکھائی دے رہی ہوں مگر ہوں میں بڑی شرارتی اب
آپ بجیں کہ میں پھول میں آ گئی ہو

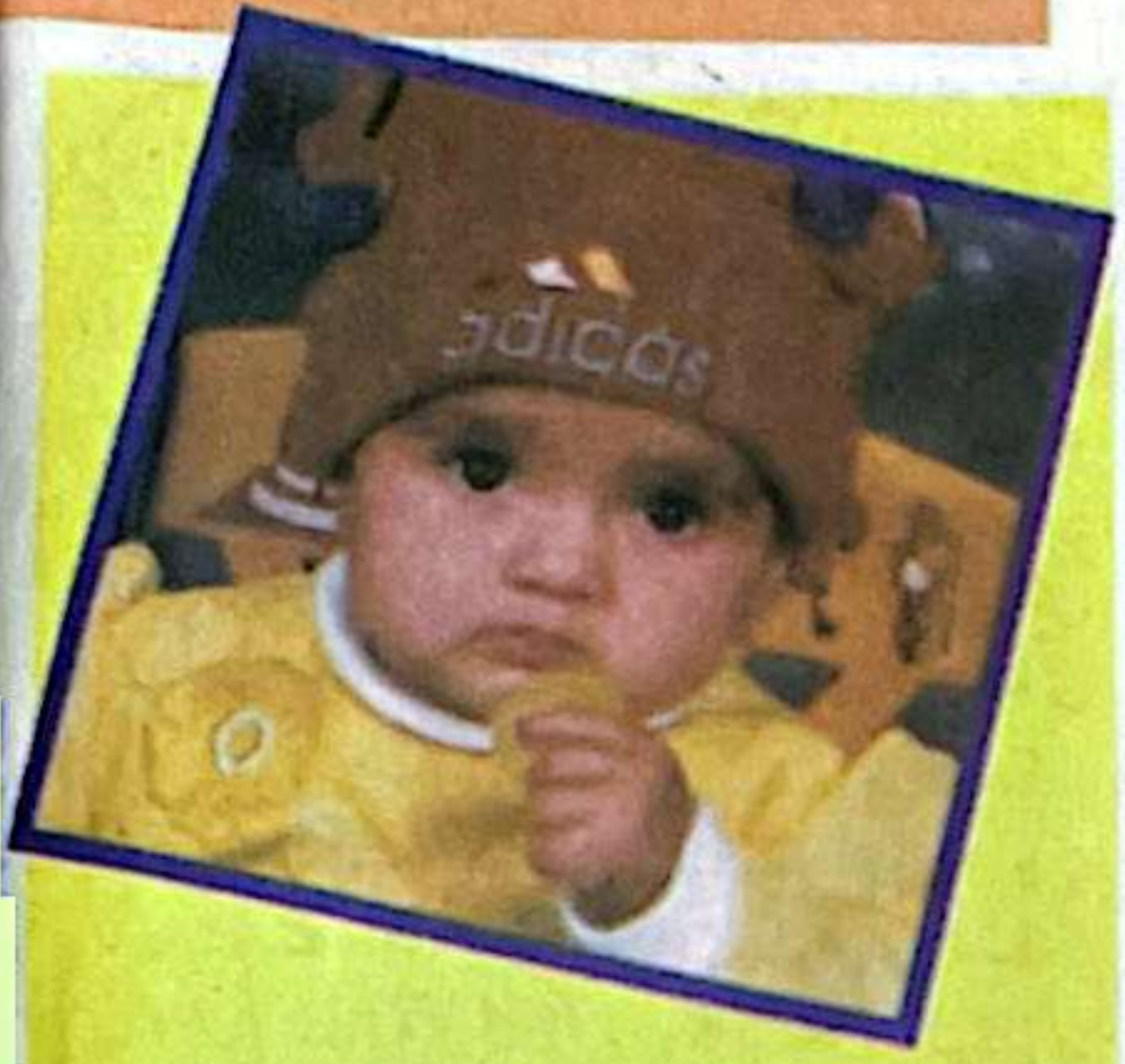

پارٹی کی یاد

یہ تصویر ہماری سکول
پارٹی کی ہے اور یہ
میری یادگار تصویر
ہے۔ کیونکہ اس
زمانے کی یاد ساری
عمر اچھی لگتی ہیں اب
پھول میں چھپ
جائے تو اور بھی یادگار
بنے گی۔ (سعدیہ
نورین نارووال)

پیارے پھول

پیارے پھول میری خالہ میری تصویر اس امید کے ساتھ بھیج رہی
ہیں کہ آپ ضرور شائع کریں گے کیونکہ میں اپنی خالہ کو بہت اچھی
لگتی ہوں۔ (اقدس فیاض، کرور لعل عیسن)

محبت ہو تو ایسی

بہنیں ہمیشہ بھائیوں سے محبت کا دم بھرتی ہے، اور جی...... میں بھی ان سے کم نہیں مجھے بھی اپنی بہنوں سے، بہت محبت ہے۔ خود ہی دیکھ لیں۔ (فیضان علی، ساہیوال)

ٹرپ کی یاد

یہ تصویر ہم نے کلر کہار جاتے ہوئے ایک ٹرپ میں کھنچوائی۔ اس میں بس ڈرائیور کی عینک پہنے ترچھی نگاہوں سے جھانکتے ہوئے ہمارے ٹیچر ندیم صاحب کیمرہ مین کو ایسے دیکھ رہے ہیں جیسے تھانے دار ملزم کو۔ ان کے سر کے عین اوپر میں یعنی فرمان ہوں۔ تصویر کے بائیں طرف محسن اسکے پیچھے عمیر اور ساتھ حمزہ ہے۔ دائیں طرف منیب، سلمان اور علی ہیں۔

آپ کر کے تو دیکھیں

ہم دونوں پیاری بہنیں کتنی خوش خوش تصویر بنوارہی ہیں اللہ جی کا شکر ادا کرنا اور اس کی نعمتوں پر خوش ہونا ہے ہی اچھی بات آپ کر کے تو دیکھیں۔

(زینب، مریم انگلینڈ)

مستقبل کا اقبال

آپ کا کیا خیال ہے کہ میں مستقبل کا اقبال ہوں دراصل میں اپنے ٹیسٹ کے بارے میں سوچ رہا ہوں جس کی میں نے تیاری نہیں کی تھی کہ عیشا باجی نے یہ منظر اپنے کیمرے میں محفوظ کرلیا اور جب تصویر میں دیکھی تو میں بے اختیار کہہ اٹھا Yes its me

ارے میں ماڈل تو نہیں!

یہ تو بھائی نے پھول پکڑایا اور کہا اس طرح سٹائل بناؤ۔ مجھے تو یہ تصویر بہت پسند ہے۔

دل چاہتا ہے میری بھی تصویر پھول میں آئے۔

خاص موقع خاص تصویر

میرا نام ماریہ کرن ہے یہ تصویر میں نے خاص طور پر 14- اگست کے موقع پر بنوائی تھی۔ اور یہ سب جھنڈیاں میں نے اور میری آپی نے مل کر لگائی تھیں۔ تاکہ اپنے وطن سے محبت کا اظہار کریں۔

Scanned with CamScanner

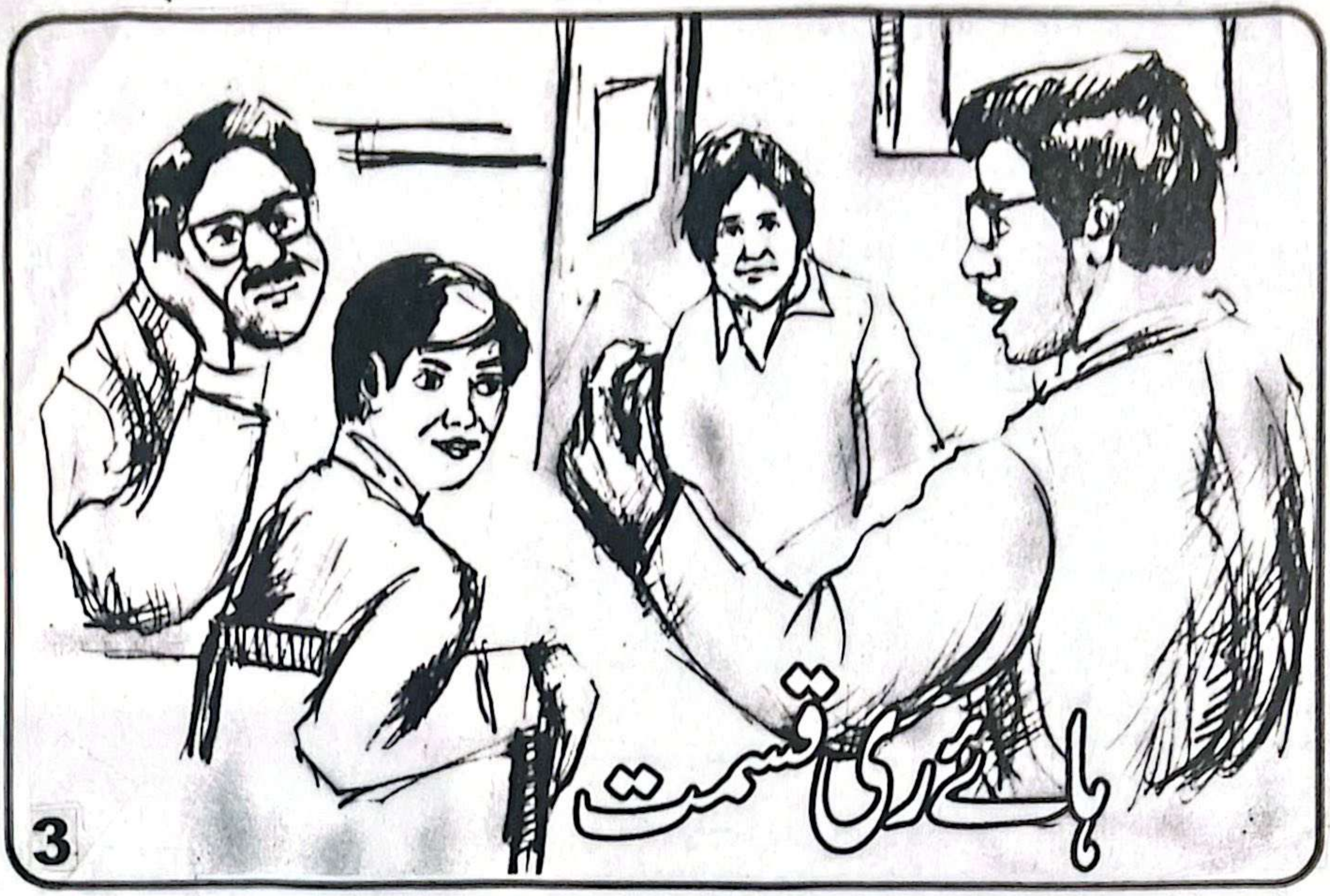

ہائے میری قسمت

3

ایک معصوم صورت کا تذکرہ وہ منہ میں کیڑے لئے گھوم رہا تھا۔
ایک ہلکی پھلکی تحریر۔ کیڑوں کی تلاش میں ایک داڑھ حائل ہوگئی تھی

عارف شین روہیلا

رابطہ ہوتے ہی صابر نے کہا ''ارے صاحب آپ کو استاد کی بھی کوئی خبر ہے......؟'' تو ہم نے حیرانی کی سی کیفیت میں پوچھا

''کیوں اب کیا ہوا انہیں' خیریت تو ہے......'' تو جواب موصول ہوا

''ارے میاں' موصوف کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے۔ بڑی گہری اور لمبی چوڑی چوٹیں آئی ہیں اور دماغ پر بھی گہرا اثر ہوا ہے''

''دماغ پر بھی......اماں چھوڑ و یار......'' تو شدید ناراضگی سے بولے

''بھئی میں ٹھیک کہہ رہا ہوں کیونکہ میں خود ہسپتال میں ان کے پاس موجود تھا''

''تو کیا آپ بھی ان کے ساتھ ایکسیڈنٹ میں شریک تھے'' ہم نے پوچھا تو شکر ادا کرتے ہوئے بولے

''نہیں بھئی انہوں نے ہسپتال سے مجھے فون کیا تھا'' انکے کہنے پر ہم نے پھر پوچھا

''اس بار حضرت کس سے ٹکرائے......؟''

''صاحب بازار سے مونگ پھلی لینے گئے تھے تربوز جیسا منہ کرالائے'' صابر نے کہا

''بھئی ٹکر مارنے والے کون تھے ذرا بتاؤ تو سہی'' ہمارے پوچھنے پر صابر صاحب بولے

''بھئی وہ سلامتی کے ساتھ گھر آگئے ہیں تم ان سے مل لو'' یہ کہتے ہی دوسری طرف سے فون بند ہوگیا۔ جبکہ ہم فکر و پریشانی میں موصوف کے گھر کی طرف روانہ ہوگئے۔ ان دنوں ہماری داڑھ میں شدید درد تھا کوئی چیز ایک جانب سے چبائی نہیں جارہی تھی اسی لئے جگالی پر ہی اکتفا کر رہے تھے کئی ڈاکٹروں اور حکیموں کو اپنا منہ کھول کر دکھایا مگر مرض اور تکلیف میں کمی نہیں آئی' خیر اپنا رونا چھوڑیئے' فکر و پریشانی میں بھاگم بھاگ ہم ان کے گھر پہنچے اور جاتے ہی انہیں پکارا مگر وہ صاحب سلامتی کی حالت میں بھی تیسری آواز سے پہلے نہیں آتے تھے اب جبکہ نجانے کتنے زخمی ہوں ایک آواز میں کیسے آسکتے تھے۔ تیسری آواز لگاتے ہی ہم نالی پر اس طرح بیٹھ گئے کہ جس طرح ہوٹل کے آگے فقیر بیٹھتے ہیں۔ آواز سن کر انکی معصوم و بھولی بھالی بھتیجی بلش دروازے پر آئی۔ ہمیں دیکھتے ہی وہ فوراً مسکرا دیتی ہے' آج بھی اس نے مسکراتے ہوئے کہا

''چاچا ابھی آرہے ہیں انہیں کچھ عورتیں دیکھنے آئی ہیں'' اسکی معنی خیز بات سن کر ہماری ہنسی نکل گئی۔ خیر کافی انتظار کے بعد وہ گلی میں آتے ہوئے نظر آئے ہم انہیں دیکھتے ہی چونکے کیونکہ وہ پہچاننے میں نہیں آرہے تھے ان کے سیدھے ہاتھ پر مضبوط پلاستر چڑھا ہوا تھا اور ڈاکٹر نے ان کا ہاتھ ڈوری کے ساتھ گردن سے لٹکا دیا تھا۔ قریب آنے پر ہم نے ان کے ماتھے' ناک تھوڑی اور پیشانی کو دیکھا تو ایسا لگا کہ اسے ماکھ (گنا چھیلنے والا اوزار جسے دو انگلیوں میں پکڑا جاتا ہے) سے چھیلا گیا ہو' وہ پہلے ہی کیا کم معصومیت کا مجسمہ بنے رہتے تھے اس حلئے میں تو پورا مجسمہ خانہ نظر آرہے تھے ہم نے اٹھتے ہی انتہائی افسوس کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔

''ارے جلیل صاحب...... خیریت تو تھی...... یہ سب کیسے ہوگیا؟''

''بس یوں سمجھ لو کہ بالکل اچانک ہوگیا' اللہ میاں نے زندگی بچادی خیر ہوگئی''

''پھر بھی بتاؤ تو کیسے ہوا......؟'' ہم نے بناوٹی رنجیدہ

منہ بناتے ہوئے پوچھا

''بھئی میں بازار سے آ رہا تھا کہ پیچھے سے کسی نے ٹکر ماردی' میں اوندھے منہ زمین پر گرا پھر مجھے ہوش نہیں رہا' آنکھ ہسپتال جا کر کھولی' وہیں سے فون کر کے صابر کو ہسپتال بلایا''

''ٹکر کس نے ماری کسی نے کچھ تو بتایا ہوگا'' ہم نے پوچھا

''کسی نے بتایا تھا کہ کسی موٹر سائیکل والے نے ٹکر ماری تھی''

''پچھلی بار تم مین ہول میں جا گرے تھے اب جبکہ کوئی پیچھے سے اسکر لگا گیا' وہ تو شکر ہوا کہ موٹر سائیکل نے ہی ٹکر ماری اگر بس یا ٹرک ٹکر مارتا تو...... یار چہرے پر تو بہت چوٹیں آئی ہیں' بس یہی کچھ زخم ملے ہیں یا کہیں اور بھی......'' ہماری باتیں شاید انہیں چبھ رہی تھیں اسی لئے جلے بھنے انداز میں بولے۔

''بھئی دونوں ٹانگیں بھی رانوں تک اس طرح چھل گئی ہیں کہ جیسے انہیں رندے سے گھسا ہو اور منہ تو تم دیکھ رہے ہو' ایک ہاتھ میں ایک لمبا سا فریکچر ہو گیا ہے' جسے اردو میں چٹخنا کہتے ہیں بس یہ ہاتھ کنگھی کرنے کیلئے بچ گیا ہے''

''بھئی کوئی صدقہ وغیرہ دو مجھے تمہارا مستقبل روشن نظر نہیں آتا اور میاں ذرا آنکھیں کھول کر چلا کرو' پچھلے مہینے تم نے خوب ہی مذاق اڑوایا تھا کھوتا گاڑی سے جا ٹکرائے تھے' دوستوں میں بڑی ہنسی کروائی تھی' ذرا ہوش کرو ابھی تم نے دنیا میں دیکھا ہی کیا ہے اور ہاں ڈاکٹر نے صرف یہ پٹا چڑھایا ہے یا کوئی دوا بھی دی ہے''۔

''ڈاکٹر نے کل بھی بلوایا ہے...... دماغ کا ایکس رے ہوگا'' انہوں نے عجیب بات بتائی

''ایں...... دماغ کا ایکس رے...... مگر چوٹ تو تمہارے بازو پر لگی ہے بھائی'' ہم نے حیرت کے ساتھ پھٹے منہ سے سوال کیا۔

''ڈاکٹر نے کہا ہے کہ دماغ پر بھی چوٹیں آئی ہیں۔ شام کے وقت ایکس رے نہیں ہوتا' اسی لئے کل بلوایا ہے'' انہوں نے وضاحت کی۔

''ارے بھائی میں پوچھ رہا ہوں کہ چوٹ آپکے ہاتھ پر آئی ہے اس کا اثر دماغ پر کیسے ہو گیا؟''

''یار ڈاکٹر نے تو یہی کہا ہے'' انہوں نے خفا ہوتے ہوئے کہا۔ ہم نے بھی دل میں سوچا کہ ان کی ریاضی جیسی صورت دیکھ کر تو ہر کوئی یہی کہہ دے گا کہ یہ دماغی خلل کا اثر ہے اور بھئی جب ڈاکٹر کہہ رہا ہے تو ٹھیک ہی کہہ رہا ہوگا کوئی بھی ان کی اندرونی کیفیت تھوڑی ہی جانتا ہے ڈاکٹر نے دیکھتے ہی بتا دیا کہ دماغی خلل کا اثر ہے اور ہم بیس سالوں میں نہ جان سکے اور ویسے بھی دماغی خلل والوں سے تو دور ہی رہنا چاہئے نجانے کب عذاب بن جائیں' ابھی تو ہم صرف داڑھ کے درد سے ہی لب جان ہیں اگر موصوف نے اینٹ وینٹ ماردی تو ان کا کیا جائے گا ان کے گھر والے تو کہہ دیں گے ہم کیا کریں دماغی چوٹ کی وجہ سے ایسا ہوا ہے' ہمارا تو تھوبڑا ہی بگڑ جائے گا لہٰذا کھسکنے میں عافیت جانتے ہی ہم نے کہا۔

''میاں پیسے پائی کے علاوہ کوئی کام ہو تو بتاؤ......'' ابھی وہ بیچارے جواب دینے بھی نہیں پائے تھے کہ ان کے محلے کے تین شرارتی لڑکے انہیں دیکھتے ہی ایسے آ کھڑے ہوئے کہ جیسے یہاں مداری کا کھیل ہو رہا ہو۔

''ارے جلیل صاحب' خیریت...... یہ کیسے ہوا......؟''

جلیل صاحب نے بناوٹی ہنسی دباتے ہوئے کہا

''ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا''

''کس سے'' دوسرا لڑکا بھی منہ پھاڑے بولا

''یار ہوائی جہاز سے تو نہیں ہوا ہوگا'' تیسرے لڑکے نے دوسرے کی بات کا جواب دیا

''پھر بھی بتائیں تو سہی'' پہلا لڑکا پھر بولا

''موٹر سائیکل سے'' انہوں نے جان چھڑاتے ہوئے کہا

''آپ نے گاڑی کا نمبر چیک کیا؟''

نہیں...... میں اوندھے منہ گرا تھا؟'' انہوں نے کہا

''اوندھے منہ کیوں گرے تھے'' تیسرے لڑکے نے پھر سوال کیا

''بھئی ٹکر پیچھے سے لگی تھی اسی لئے'' انہوں نے جلے بھنے انداز میں مدعا بیان کیا۔

''کاش ٹکر آگے سے لگتی تو آپ سیدھے گرتے اور نمبر نوٹ کر لیتے' خیر اب کیا ہو سکتا ہے'' یہ کہتے ہی وہ تینوں دل ہی دل میں ہنستے ہوئے آگے بڑھ گئے جبکہ جلیل میاں صبر کے گھونٹ پیتے ہوئے بولے

''دیکھ رہے ہو نا میری تکلیف کو' لوگوں کو مذاق مل گیا ہے' خیر چھوڑو' تمہاری داڑھ کا درد اب کیسا ہے؟''

''بہت تکلیف میں ہوں جلیل صاحب' اس طرف سے کھا نہیں سکتا' درد کی ایسی ٹیس اٹھتی ہے کہ جان نکل جاتی ہے''

''ڈاکٹر کیا کہتے ہیں؟'' انہوں نے پوچھا

''وہ تو یہی کہتے ہیں کہ داڑھ نکلوا دو' جلیل میاں ابھی ہماری عمر دانت گرنے اور داڑھ نکلوانے کی تو نہیں ہوئی'' ہم نے افسوس کرتے ہوئے کہا

''روز روز کی تکلیف بھی تو اچھی نہیں' میری مانو تو داڑھ نکلوا ہی دو'' انہوں نے عقل مندی کی بات کہی تو ہمارے رائے تبدیل ہو گئی ہم نے دل ہی دل میں خود کلامی کرتے ہوئے کہا ''ابھی تک تو دماغ ٹھیک ہے۔ باتیں بھی بالکل ٹھیک کر رہے ہیں پھر ڈاکٹر نے کیسے رائے دے دی''۔

''یہ ہاتھ کا پٹا کب اترے گا؟''

''پندرہ دن بعد اترے گا...... کیوں......؟'' انہوں نے پوچھا

''یار ایک تو تم بھلکڑ بہت ہو' خود ہی نے تو کہا تھا کہ داڑھ نکلوانے کسی جاننے والے کے پاس چلیں گے'' ہم نے انہیں یاد کراتے ہوئے بتایا

''بھئی ہاتھ میں چوٹ لگی ہے' شکر ہے کہ پیر میں نہیں لگی' تم کہو تو ابھی چلیں''

''نہیں کل چلیں گے' ابھی آپ تکلیف میں ہوں گے'' یہ کہتے ہی صاحب نے الٹا ہاتھ ملایا اور واپس چلے گئے۔

دوسری شام فراغت پاتے ہی ہم موصوف کے پاس جا پہنچے۔ ملاقات کے بعد انہی کے ہمراہ ان کے جاننے والے دندان ساز کی دکان نما کیبن کے سامنے جا پہنچے۔ دکان کے سامنے ایک بڑا سا پوسٹر لگا ہوا تھا جس پر بتیسی بنی ہوئی تھی۔ دکان کے باہر پردہ لگا ہوا تھا۔ پردہ ہٹاتے ہی ہم اپنے دوست کے ہمراہ کیبن نما دکان میں داخل ہو گئے۔ ٹیبل کے سامنے ایک صاحب کو دیکھا وہ سلگی ہوئی اگر بتی سے دکان کو خوشبو سے مرقع کر رہے تھے جلیل صاحب کی طرف دیکھتے ہی وہ انتہائی دیدہ دلیری اور خلوص سے ملے

''خالد صاحب...... کیسے ہیں آپ......'' ہمارے دوست نے پوچھا

''ٹھیک ہوں...... مگر آپ کے ہاتھ پر یہ پٹا''

''وہ جی کل ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا' یہ میرے دوست ہیں' ان کی داڑھ میں بہت درد ہے' بیچارے بہت پریشان ہیں میں انہی کے سلسلے میں آپ کے پاس آیا ہوں'' جلیل صاحب نے انہیں بتایا

''آیئے...... وہاں کرسی پر بیٹھ جایئے'' ان کے کہتے ہی ہم سرکار حجام والی کرسی پر براجمان ہو گئے' سامنے الماری میں دو چار بتیسیاں قیام و رکوع کی حالت میں پڑی ہوئی تھیں'' ہمارے بیٹھتے ہی وہ صاحب قریب آئے اور آتے ہی بولے

''کونسی داڑھ میں درد ہے؟''

''وہ جی اوپر والی شاید آخری'' ہم نے عرض کی

''منہ کھولئے'' انہوں نے کہا

''اس والی داڑھ میں'' انہوں نے ٹارچ کی روشنی؛ ذور

اپنی انگلی ہمارے منہ میں ڈالتے ہوئے پوچھا
"بھئی آپ کی داڑھ میں کیڑا لگ گیا ہے"
"ارے میاں توبہ توبہ...... جیتے جی منہ میں کیڑے" جلیل صاحب نے جملہ کسا اس وقت ہم نے جواب نہیں دیا کیونکہ منہ ہوادان جو بنا ہوا تھا۔
"بھئی اس میں تو بہت تکلیف ہوتی ہوگی" انہوں نے ہمارے زخم کو گویا کہ دباتے ہوئے پوچھا
"جی جناب۔ کوئی علاج کیجئے...... بکرا حاضر ہے" ہمارے منہ سے تو شاید یہی جملہ نکلا کیونکہ دونوں ہی مسکرا دیئے تھے۔
"بھئی کیڑا داڑھ کو پورا کھا چکا ہے' داڑھ کے دو ٹکڑے ہو گئے ہیں اور ہل بھی رہی ہے نکالے بغیر بات نہیں بنے گی"
"تو نکالئے خالد صاحب ابھی تک تو کسی کو معلوم نہیں ہے کہ ہمارا دوست منہ میں کیڑے لئے گھوم رہا ہے کل کلاں کو اگر کسی کو پتا چل گیا تو ہم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے"۔ جلیل صاحب نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ جواب دینے کیلئے ہمارے پاس بھی زبان تھی مگر منہ کے آگے مجبور تھے۔ اب پھر ہمارے منہ سے پرے ہٹتے ہی انہوں نے ایک سرنج میں دوا بھری' اپنا چشمہ تبدیل کیا پھر سرنج لیکر ہمارے منہ کی طرف اس طرح بڑھے کہ جیسے قصاب چھری لئے بکرے کو ذبح کرنے کیلئے آتا ہے۔ انہوں نے آتے ہی ہمارا منہ کھولا اور ہمارے دوست سے بولے۔
"جلیل صاحب' ذرا ان کا منہ پکڑنا" یہ بات انہوں نے اس انداز سے کہی کہ جیسے کہہ رہے ہوں کہ میاں ذرا بکرے کی دم تو پکڑنا۔ ہمارے دوست نے بھی فرماں برداری کا ثبوت دیا اور ہمارا منہ پتیلے کی طرح کھول کر پکڑ لیا' بخدا ہمیں نہیں معلوم تھا کہ اب معصوم جان پر کیا گزرنے والی ہے خیر ان دونوں کے آگے مجبور تھے آخر دندان ساز نے وہ انجکشن ہماری داڑھ کے قریب گوشت میں لگا دیا۔ انجکشن کے لگتے ہی ہم نے مچھلی کی طرح تڑپنا چاہا مگر ان دونوں حضرات نے منہ نہیں چھوڑا' خیر کوئی پانچ منٹ بعد ہی منہ سن ہو گیا۔ اب ان کیلئے داڑھ نکالنا قدرے آسان تھا انہوں نے اپنے اوزار سنبھالے اور ہمارے منہ سے کھیلنے لگے۔ مگر کافی کوشش کے بعد داڑھ نہیں نکلی پھر انہوں نے ہمارے منہ میں ڈرل چلائی مگر داڑھ نے اپنی جگہ نہ چھوڑی تو ان صاحب نے کسی نوک دار کیل سے داڑھ کے سائڈ کا گوشت اتارنا شروع کیا مگر ایسے میں خون منہ میں بھر گیا تو انہوں نے ہم سے کہا
"کلی کرلو" اب جو ہم نے کلی کی تو چاروں طبق روشن ہو گئے۔ کیونکہ تھوک کی جگہ خون اگل رہے تھے۔ اس وقت احتجاج لازمی تھا مگر جلیل صاحب تھے کہ صبر کی تلقین کئے جا رہے تھے۔ دوسرے یہ کہ ہم صبر کے علاوہ اس وقت بھلا کر بھی کیا سکتے تھے پھر کافی سوچ بچار کے بعد انہوں نے نوک پلاس اٹھایا اور اس سے داڑھ کو پکڑ کر کھینچنا شروع کر دیا۔ اس عمل سے ان کا سانس بری طرح پھول گیا جبکہ ہمارا سانس نکلتے نکلتے رہ گیا۔ جلیل صاحب تماش بین بنے سامنے بیٹھے رہے آخر کافی کوشش کے بعد وہ صاحب داڑھ نکالنے میں کامیاب ہو گئے پھر وہ ہمیں داڑھ دکھاتے ہوئے فخریہ بولے۔
"لیجئے...... یہ رہی آپ کی داڑھ" پھر اندر سے حلق کی جگہ صاف کر کے انہوں نے داڑھ کی جگہ میں کوئی سفوف بھر دیا پھر ہمیں تلقین کرتے ہوئے بولے "ایک گھنٹے تک منہ مت کھولنا" حکم صادر فرماتے ہی انہوں نے اپنی فیس وصول کی اور رخصت کر دیا۔ آتے ہوئے ہم دونوں عجیب پوزیشن میں تھے کیونکہ ایک کا ہاتھ گلے میں لٹکا ہوا تھا جبکہ دوسرا اپنے ہاتھ پر اپنا منہ لئے چلا آ رہا تھا۔ ہماری پوزیشن دیکھ کر گھر والے سمجھ گئے کہ داڑھ نکلوا آیا ہوں۔ ایسے میں گاڑھا تھوک ہمیں مستقل آ رہا تھا اور اس نگلتے ہوئے ہمیں عجیب سی کوفت ہو رہی تھی۔ کوئی ایک گھنٹے بعد ہم نے منہ کھولنا چاہا مگر تکلیف کی وجہ سے وہ پورا نہ کھل سکا البتہ منہ کھلتے ہی خون پان کی پیک کی طرح ہمارے منہ سے بہنے لگا۔ ہم نے ہاتھ لگا کر دیکھا تو ہوش اڑ گئے کوئی ایک گھنٹے سے ہم اپنے ہی خون کے گھونٹ پی رہے تھے والدہ محترمہ کے کہنے پر پہلے تو خوب کلیاں کیں مگر جب بھی خون بند نہیں ہوا تو فوراً ہی بڑے بھائی صاحب پرائیویٹ ہسپتال لیکر پہنچے وہاں جا کر معلوم ہوا کہ دندان ساز نے جو داڑھ نکالی تھی وہ زبردستی نکال دی تھی اور اس میں کوئی کیڑا نہ تھا اور داڑھ نکالنے کے چکر میں موصوف نے داڑ کی چوٹیں تک زخمی کر دی تھیں خیر ڈاکٹر نے داڑھ کی جگہ پر ٹانکے لگائے اور ہمیں تین دن بعد پھر آنے کی کہا اور ہمیں بتایا کہ اگر داڑھ کی جگہ میں ٹانکے نہیں لگتے تو خون کسی طور بھی نہیں رکتا۔ ہمیں افسوس کے ساتھ حیرت ہو رہی تھی کہ جلیل صاحب ہمیں ایسے اناڑی کے پاس لے گئے تھے کہ جس نے ہمیں تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ رستے میں آتے ہی اچانک ہمیں ہنسی آ گئی اس جان لیوا تکلیف کے باوجود ہمارے چہرے پر مسکراہٹ دیکھتے ہوئے بھائی صاحب بولے۔
"کیوں ہنس رہے ہو بھئی"
"ہم نے تو شکر ادا کیا کہ ہماری آنکھ میں تکلیف نہیں تھی ورنہ تو جلیل صاحب ہمیں کسی ایسے ماہر چشم کے پاس لے جاتے کہ وہ آنکھ نکال کر ہتھیلی پر رکھتے ہوئے کہتا لو میاں آنکھ' کتنی خوبصورتی سے نکالی ہے"۔ بات سنتے ہی بھائی صاحب بولے
"ارے تم ان کے ساتھ گئے ہی کیوں تھے شکر کرو کہ ایک ہی دانت سے جان چھٹی ورنہ تو وہ پوری بتیسی نکال کر ہتھیلی پر رکھ دیتا"۔ "ارے ہاں یاد آیا بھائی صاحب اس میں قصور ہمارا ہی تھا انہوں نے خود ہی بتایا تھا کہ ہمارے دماغ میں شدید چوٹیں آئی ہیں' یہ سب ان کے دماغ کے چکر کی وجہ سے ہوا ہے وہ تو شکر ہوا کہ بات داڑھ پر ہی ختم ہو گئی۔ جان بچی لاکھوں پائے' ہماری قسمت کہ ان کی دماغ میں چوٹ والی بات بھول گئے اگر یقین کر لیتے تو یہ دہرا غم نہ دیکھنے کو ملتا" ہم نے ہنسی دباتے ہوئے کہا تو بھائی صاحب بھی مسکرا دیئے۔

شوگر

تین بلیاں کسی کے گھر میں گھس گئی وہاں دودھ رکھا ہوا تھا جس میں بہت زیادہ چینی تھی دو بلیاں جلدی سے دودھ پینے لگیں تیسری بلی ویسے ہی کھڑی رہی بلیوں نے پوچھا تو دودھ کیوں نہیں پی رہی بلی نے جواب دیا مجھے شوگر ہے

کفیلہ خلیل اعوان نارووال

عالمی ریکارڈ

کرکٹ کے ایک کھلاڑی کو بخار ہو گیا۔ ڈاکٹر نے اس کا ٹمپریچر چیک کر کے خاصا حیران ہو کر کہا آپ کا ٹمپریچر تو 105 درجے تک پہنچ چکا ہے کھلاڑی نے خوش ہو کر پوچھا ڈاکٹر صاحب کیا یہ عالمی ریکارڈ ہے۔

حاجی محمد عامر مغل ڈسکہ

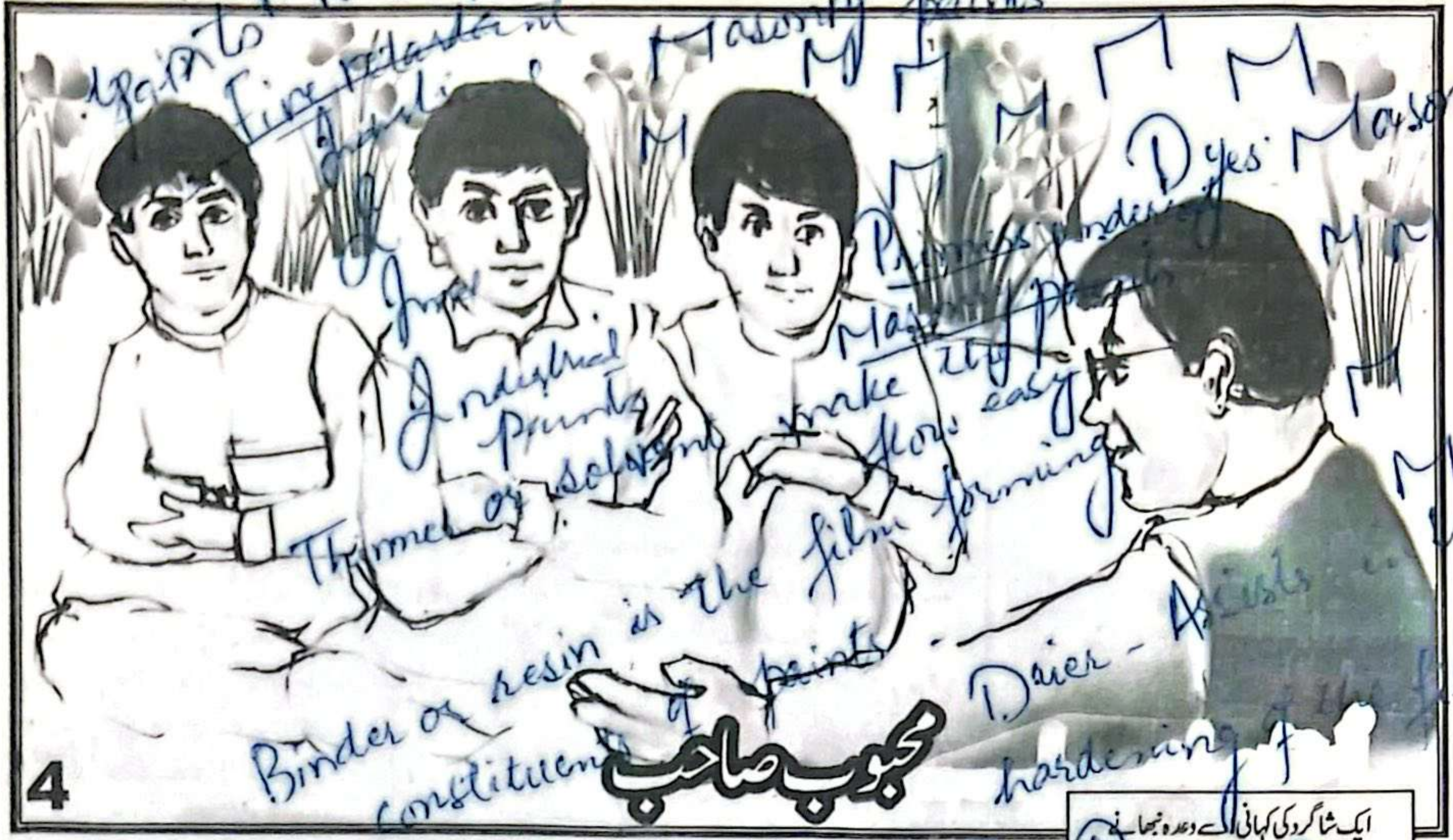

4

محبوب صاحب

ایک شاگرد کی کہانی اُسے وعدہ نبھانے میں ذرا سی دیر ہوگئی تھی

نادیہ سید...... وہاڑی

بچپن کی یادیں اتنی سہانی اور پیاری ہوتی ہیں کہ جب انسان انہیں سوچتا ہے تو ان میں کھو کر رہ جاتا ہے۔ لوٹ کر حال میں آنے کو جی نہیں چاہتا۔ انسان اپنے حال سے وقتی طور پر غافل ہو جاتا ہے۔ میرے ساتھ بھی یہی ہوا۔ ٹھہریں پہلے میں آپ کو اپنا تعارف کروادوں۔ ''میرا نام حیدر جنجوعہ ہے میں ایک ڈاکٹر ہوں اور آجکل ملتان کے ایک سرکاری ہسپتال میں خدمت کر رہا ہوں۔ اس مقام تک پہنچنے میں میری مدد کرنے والی واحد ذات اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن ایک شخص کی محنت کا میرے اس مقام تک پہنچنے کے پیچھے بہت ہاتھ ہے۔ اس ہستی کا ذکر میں بعد میں کروں گا پہلے میں اس واقعے کی طرف آتا ہوں جس نے مجھے میرا بچپن یاد دلا دیا۔

''سرکاری ہاسپٹل میں جاب ملنے کے بعد میں ہسپتال سے ملحق کوارٹرز (جو ڈاکٹرز کے لئے مخصوص تھے) میں شفٹ ہونے کے لئے گھر آ کر اپنا ضروری سامان سمیٹ رہا تھا۔ الماری کھولی، اوپر والے خانے میں ضروری کاغذات تلاش کرنا چاہے تو ایک لفافہ ہاتھ میں آ گیا۔ کھولا تو زمانہ طالبعلمی کی تصاویر نکلیں میں بے اختیار مسکرا دیا۔ ایک تصویر ہائر سیکنڈری سکول میں آخری دن کی تھی۔ کچھ طلبہ کرسیوں پر بیٹھے تھے کچھ کھڑے تھے اور کچھ گھاس پر براجمان تھے۔ اس گروپ فوٹو میں ہمارے بائیولوجی کے لیکچرر ''سر محبوب ہمدانی'' نمایاں تھے۔ میں ان کے آگے گھاس پر بیٹھا تھا۔ انہوں نے نہایت شفقت سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔

یادیں اس قدر زور آور تھیں کہ مجھے کھینچ کر اس زمانے میں لے گئیں۔ جب بے فکری کے دن تھے۔ قہقہے تھے، شوخیاں اور زندہ دلی اپنے عروج پر تھی۔ مجھے یاد آیا کہ میں بہت شرارتیں کرتا تھا۔ لیکن چونکہ میں لائق بھی بہت تھا اس لئے تمام اساتذہ مجھے بہت پسند کیا کرتے تھے۔ دوسری یاد کے آتے ہی میں کھل کر مسکرایا۔ اس زمانے میں گنگنانے کا مجھے بہت شوق ہوتا تھا۔ نت نئے گانے زبان پر یوں رواں رہتے تھے جیسے تازہ یاد کیا ہوا سبق ہو۔

ایک دن بائیو کی کلاس میں میں چند منٹ لیٹ پہنچا تھا۔ میرا خون خشک کہ اب تو سر محبوب اندر آنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ کلاس روم میں داخل ہوا تو دیکھا کہ لڑکے کسی خاص ڈسپلن سے نہیں بیٹھے سوچا آج سر نہیں آئے ہوں گے۔ اطمینان سے اندر داخل ہوا اور خوشی اور جوش سے بولا تھا ''یار جمال! لگتا ہے آج سر محبوب کو ہم پر ترس آ گیا ہے۔ جو آج نہیں آئے۔ آج کا دن تو خوب......''

شش شی شی''

حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھا تو دوسری قطار کے اختتام پر کھڑے عینک کے اوپر سے دیکھ رہے تھے ''جج جی سر''

''ادھر آؤ''

میں شرمندہ شرمندہ ان کے پاس گیا تو انہوں نے نرمی سے کہا ''دیکھو بیٹا! استاد اگر باقاعدگی سے پڑھائے تو اس میں کس کا فائدہ ہے؟ طلبا کا ناں؟ اور میں اسی بات پر عمل کرتا ہوں۔ اور سنو! ''جی سر'' تم مجھ سے محبت نہ بھی کرو تب بھی تم میری دعاؤں کا حصہ...... میرے تو کئی خواب تمہاری ترقی سلامتی سے وابستہ ہیں۔

I am sorry Sir! میں دل سے شرمندہ تھا۔ سر کے باہر نکلتے ہی کلاس میں دبی دبی کھلکھلاہٹیں ابھریں۔ مجیب بولا ''ہاں تو حیدر! کیا کہہ رہے تھے کہ آج کا دن......؟ ''او یار چپ کرو ایک تو پہلے ہی بڑی انسلٹ ہوئی ہے'' ''اوئے ایسی تو ہوتی ہی رہتی ہے'' امجد بولا

یہ سن کر میں بھنا گیا۔ مجیب مسکرا کر بولا ''غصہ نہیں کرو اور یہ سوچو کہ اس صورت حال پر کون سا گانا فٹ ہوتا ہے۔ جنید نے تان لگائی

''میرے محبوب قیامت ہوگی
آج رسوا تیری نظروں میں حیدر کی عزت ہوگی''

اور پوری کلاس میں قہقہوں کا طوفان امڈ آیا۔

میں سچے دل سے دکھی تھا۔ مجھے سر محبوب استاد سے بڑھ

کر کچھ لگے تھے۔

ابھی میں کچھ بول نہ پایا تھا کہ کلاس روم میں سر کاشف داخل ہوئے۔ ہمارا فزکس کا پیریڈ بھی یہیں ہوتا تھا۔ لہٰذا سر کاشف کے آتے ہی بات آئی گئی ہوئی۔ اپنے کلاس فیلوز کے پریکٹیکل کے جرنل چھپا دینا، جونیئرز کے ساتھ مذاق کرنا، میرا معمول تھا۔ محبوب صاحب کو ان سب کی خبر ہوتی مگر وہ ان جان بنے رہتے۔ ایک روز کہنے لگے حیدر تم کل ڈاکٹر بن جاؤ گے تو کیا اپنے اس استاد کو بھی یاد رکھو گے۔ ان کا لہجہ اور بات سن کر میں کانپ ہی تو گیا تھا۔ تب تو یہ بھی یقین نہیں تھا کہ ڈاکٹر بن بھی سکوں گا یا نہیں......

آخر شاندار نمبرز سے ایف ایس سی کرنے کے بعد ہائر سیکنڈری سکول چھٹ گیا۔ میں نے میڈیکل لائن میں جانے کے لئے خوب تیاری کے بعد ٹیسٹ دیا۔ ٹیسٹ سے واپسی پر میری ملاقات ''محبوب صاحب'' سے ہوئی۔ انہوں نے میری کامیابی کے لئے دعا کی۔ ساتھ ساتھ مجھے سنجیدگی سے بولے بیٹا ڈاکٹر بن جاؤ تو نیت میں خرابی سے بچنا۔ نیت اچھی رکھو گے تو پھل پاؤ گے اور پھل کی مٹھاس یہ ہوگی کہ تمہارے ہاتھوں میں شفا اتر آئے گی۔

''ایسا ہی ہوگا سر...... انشاءاللہ''

میں نے ہمیشہ اپنی نیت کو نیک اور اچھا رکھنے کا عہد کر لیا۔

میڈیکل ٹیسٹ میں کامیابی کے بعد میں نشتر میڈیکل کالج ملتان آ گیا۔ 5 سالوں پر مشتمل وہ ایک طویل اور کٹھن دور تھا گذر گیا اور اب میں ایک ایسا سرکاری ڈاکٹر ہوں جو لوگوں سے ملتا تو ان کی بیماری کم ہونے لگتی تھی۔ اللہ نے میرے ہاتھ میں خوب شفا رکھی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب ''محبوب صاحب'' کی دعاؤں کی بدولت تھا۔ کافی سال گذر چکے تھے میری ان سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔

''بھائی جان!'' ہوں...... ہاں ''کیا بات ہے جاوید؟''

''امی کہہ رہی ہیں کھانا کھا لیں'' میرے خیالات کا تسلسل ٹوٹ گیا

''اچھا آتا ہوں''

میں اسے بتا نہ سکا کہ ماضی میں ڈوب کر حال میں آنا اچھا نہیں لگتا۔ کھانا کھانے کے بعد سامان اٹھا کر میں کمرے سے باہر آیا۔ امی جان اور بابا کی دعائیں لیں۔ انہی سوچوں میں گم بس میں بیٹھ گیا۔ بس بورے والا سے ملتان جا رہی تھی۔ ملتان ہی کے سرکاری ہسپتال میں میری پوسٹنگ ہوئی تھی۔ بس میں مسافر پورے نہیں تھے۔ عقبی حصہ تقریباً خالی تھا۔ ڈرائیور نے غالباً بوریت سے بچنے کے لئے ٹیپ ریکارڈر آن کر دیا۔ گانوں میں محبوب کا ذکر سن کر مجھے ایک بار پھر محبوب ہمدانی یاد آ گئے۔ مجھے بس میں گونجتا گانا سن کر تھوڑی سی ہنسی بھی آئی اور افسوس بھی ہوا کہ ہم لوگ کس قدر گھٹیا کام کرتے تھے۔ گانوں کو اپنے محترم استاد پر فٹ کرتے تھے مگر ان تمام حرکتوں کے باوجود سر نے ہمیں محبت سے پڑھایا۔ کبھی ناراض نہ ہوئے۔

''کہاں میرے محترم استاد اور کہاں گانے۔ ''چھی چھی'' میں بڑبڑایا۔

بڑبڑاہٹ پر میری سیٹ سے اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے سفید بالوں والے ایک شخص نے مڑ کر دیکھا۔

میں نے توجہ نہ دی۔ اس نے دوبارہ دیکھا تو میں نے بھی غور سے دیکھا۔ وہ سر محبوب تھے۔

''ارے...... سر آپ؟؟'' دل خوشی اور احترام سے بھر گیا ''بیٹا معاف کیجئے گا مجھے لگتا ہے میں نے آپ کو دیکھا ہے کہیں......؟'' ''میں...... سر میں آپ کا شاگرد حیدر...... حیدر جنجوعہ''

میں نے بے تابی سے کہا۔ اسی لمحے انہوں نے مجھے پہچان لیا۔ وہ میرے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ ''ہاں بھئی حیدر! کہاں ہوتے ہو؟ کیا کرتے ہو؟ انہوں نے فوراً سوال کیا۔

میں خدا کے فضل و کرم سے آپ کی دعاؤں سے آج ایک مسیحا ہوں سر''

''ماشاءاللہ...... ماشاءاللہ'' مجھے ان کے چہرے پر وہ الوہی سی چمک نظر آئی جو بچے کی کامیابی پر ماں، باپ کے چہرے پر ہوتی ہے۔ انہوں نے مجھے نصیحت کی کہ غریب لوگوں کو لوٹنے کی بجائے ان کے دکھ کم کرنا...... انسانوں کی خدمت سچے دل سے کرو گے تو رب سے بہت اجر اور برکت پاؤ گے۔ سارا راستہ ہم باتیں کرتے گئے۔ سفر کے اختتام پر میں نے ان سے اجازت طلب کی۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ اگلے ہفتے میں کسی دن ان کے گھر آؤں میں نے وعدہ کیا۔ پھر ہم اپنی اپنی منزل کی طرف چل پڑے۔

کام کے رش میں وعدہ بھول بیٹھا۔ ایک ہفتہ چھوڑ چار ہفتے گذر چکے تھے۔ جب مجھے یاد آیا

اور اب ان سے ملاقات کے لئے ایک ماہ بعد چک نمبر 185/EB کے سٹاپ پر اترا ہوں۔ گاؤں کے ایک آوارہ کتے نے میرا استقبال کیا میں آہستہ آہستہ سڑک پر چلتا جا رہا ہوں۔ میری نگاہیں کسی آدمی کو ڈھونڈ رہی ہیں جو مجھے سر محبوب کے گھر کا بتا سکے۔

آبادی سے ذرا فاصلے پر قبرستان کے پاس پہنچا ہوں تو کچھ لوگ نظر آئے۔ کچھ وہیں کھڑے ہیں کچھ گاؤں کی طرف جا رہے ہیں۔ میں ان کی طرف بڑھا ہوں تاکہ وہ مجھے بتا سکیں کہ سر محبوب ہمدانی کا گھر کس طرف ہے۔ میں نے ایک شخص سے یہی پوچھا ہے۔ اس نے میری طرف ہمدردانہ نظروں سے دیکھا ہے اور بولا ہے ''تسی دیر کر دتی اے بھا جی'' وہ مجھے لیکر ایک تازہ تازہ قبر کی طرف بڑھا ہے۔ قبر کی تختی پر نام کندہ ہے ''محبوب ہمدانی سکول ٹیچر......''

میرے کانوں میں سائیں سائیں ہو رہی ہے۔

''اوناں نو بخار رہندا سی آخری دناں وچ او کسی ڈاکٹر دا انتظار کردے سن'' ذہن میں دھماکہ ہوا ''اج سویرے چار وجے......'' وہ شخص مجھے تفصیلات بتا رہا ہے مگر میں نہیں سن رہا ہوں۔ مجھے تعلیم دینے والا میری بدتمیزیوں کو نظر انداز کر دینے والا، شفیق باپ جیسا استاد منوں مٹی تلے...... ''سر آپ نے تو مجھے ملنے کا کہا تھا۔ پھر ملے کیوں نہیں۔'' پاس کھڑے شخص نے حیرانی سے دیکھا اور افسوس سے سر ہلاتا ہوا جا رہا ہے

''سر! آپ میرا انتظار ایک دن اور کر لیتے......''

''سر! استاد صاحب! سر محبوب صاحب......!'' نہیں ''صرف محبوب صاحب'' ہاں ''صرف محبوب صاحب'' آپ کو کیا خبر آپ مجھے کس قدر محبوب تھے۔ آپ تو واقعی محبوب صاحب تھے کہ آپ نے مجھے اپنی دعاؤں سے کتنوں کا محبوب بنا دیا۔

میں نے قبر پر سر رکھا ہے اور پھوٹ پھوٹ کر رو دیا ہوں۔

''یادش بخیر''

(1) ابوالقاسم بن عباس الزاہراوی 936ء میں پیدا ہوا اور 1013ء میں فوت ہوا۔
(2) ابوبکر بن زکریا الرازی 840ء میں پیدا ہوا اور 932ء میں فوت ہوا۔
(3) ابوعلی حسن بن حسین ابن الہیثم 965ء میں پیدا اور 1043ء میں فوت ہوا۔
(4) برہان الحق ابوریحان محمد بن احمد البیرونی 973ء میں پیدا اور 1048ء میں فوت ہوا۔
(5) بوعلی حسین سینا 980ء میں پیدا اور 1037ء میں فوت ہوا۔
(6) ابوالفتح عمر بن ابراہیم خیام 1039ء میں پیدا اور 1131ء میں فوت ہوا۔
(7) ٹاکوبراہے 1546ء میں پیدا ہوا اور 1601ء میں فوت ہوا۔
(8) گلیلیو گلیلی 1564ء میں پیدا ہوا اور 1642ء میں فوت ہوا۔
(9) مائیکل فیراڈے 1791ء میں پیدا اور 1867ء میں فوت ہوا۔
(10) انریکوفرمی 1901ء میں پیدا اور 1954ء میں فوت ہوا۔

ابصار عبدالعلی'' کیسے کیسے لوگ'' سے ماخوذ۔ فریحہ مرغوب کراچی

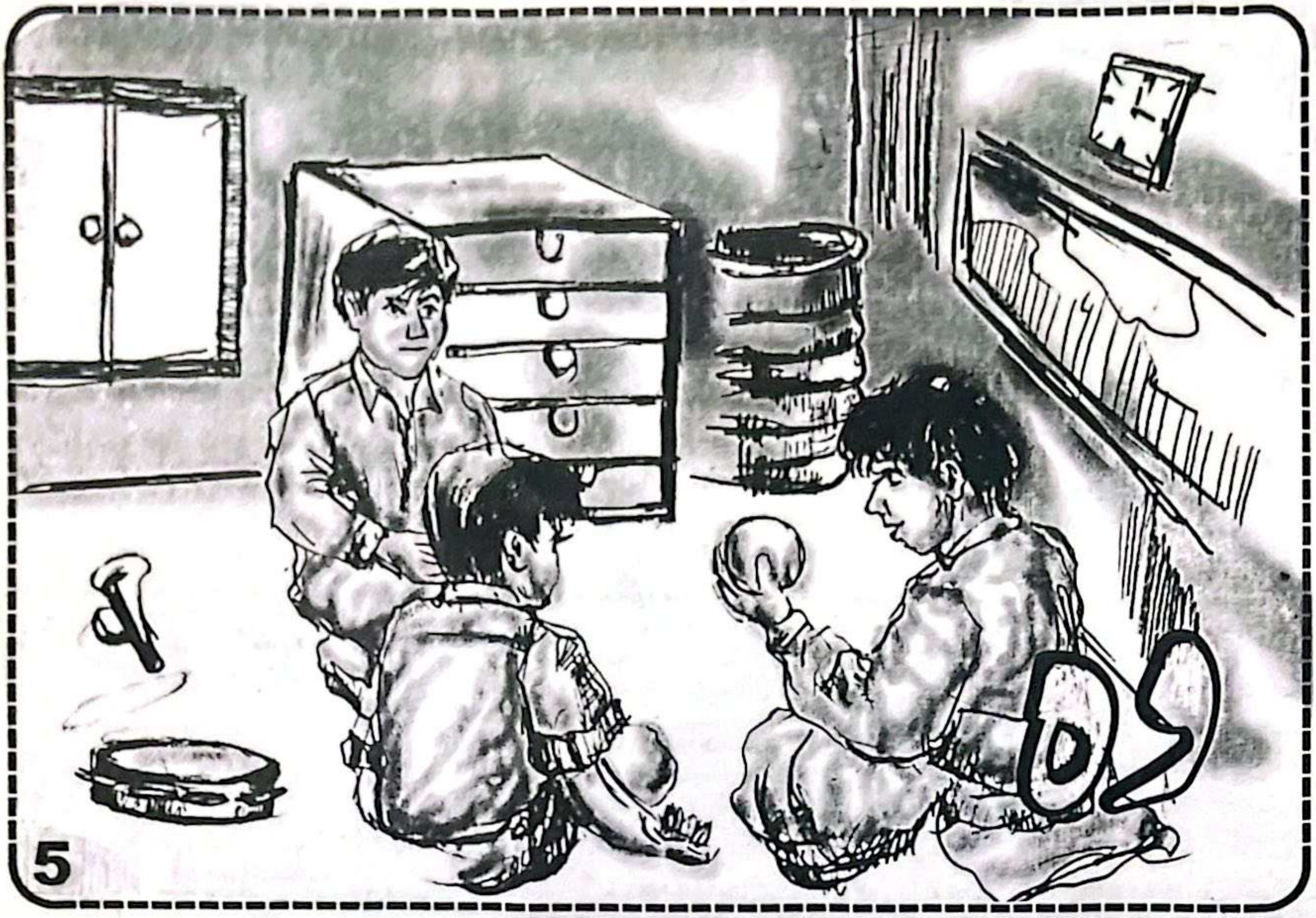

ایک Nobody کی کہانی۔ایک روز اس پر نگاہ پڑگئی تھی جو کبھی نظر نہیں آتا تھا

محمد عادل منہاج

بستہ گلے میں لٹکائے طاہر گھر سے نکلا اور تیز تیز قدم اٹھانے لگا۔آج اسے ناشتہ کرنے میں کچھ دیر ہوگئی تھی اور وہ گھڑی دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ اسمبلی شروع ہوچکی ہوگی۔گلی کے نکڑ پر اس کی نظر ''اس'' پر پڑی۔روز کی طرح آج بھی وہ گلی کی نکڑ پر کھڑے سڑک پر آتے جاتے لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔طاہر کو دیکھ کر وہ ہولے سے مسکرایا مگر طاہر نظریں جھکا کر کنی کتراتا ہوا گلی سے نکل گیا اسے نہ جانے کیوں اس سے خوف محسوس ہوتا تھا۔

''وہ قمر صاحب کا بڑا لڑکا تھا۔عمر طاہر سے کچھ اوپر ہی ہوگی۔بچپن میں شدید بیماری کے دوران اس کے دماغ پر فالج کا اثر ہوا تھا جسکی وجہ سے وہ ذہنی طور پر بڑا نہیں ہوسکا تھا۔اب تک بچوں کی طرح ایک آدھ لفظ ہی بول پاتا تھا۔سارا دن وہ گلی میں ادھر سے ادھر ٹہلتا رہتا یا سڑک پر آتی جاتی ٹریفک کو دیکھتا رہتا کھانے کے وقت اسکا چھوٹا بھائی اسے پکڑ کر گھر لے جاتا۔

''اس'' نے کبھی کسی سے کچھ نہیں کہا تھا۔طاہر سے بھی کبھی کوئی بات نہیں کی مگر پھر بھی طاہر نہ جانے کیوں اس سے بدکتا تھا۔اسے دیکھ کر خوف محسوس کرتا تھا۔

''بچو آپکو معلوم ہے۔کل سپیشل بچوں کا دن ہے۔'' سکول میں طاہر کی مس کہہ رہی تھی۔

''سپیشل بچے...... یہ کون سے بچے ہوتے ہیں مس۔'' طاہر نے حیرت سے پوچھا۔

''وہ بچے جو کسی بیماری یا حادثے کی بناء پر معذور ہوجاتے ہیں۔انہیں سپیشل بچے کہتے ہیں۔عام طور پر ایسے بچوں پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی اس لئے ہر سال ان بچوں کا دن منایا جاتا ہے۔تاکہ لوگوں کو بتایا جائے کہ سپیشل بچے بھی عام بچوں کی طرح محبت اور توجہ مانگتے ہیں۔انہیں بھی زندگی کی دوڑ میں حصہ لینے کا اتنا ہی حق ہے جتنا دوسرے بچوں کو...... لہذا کل ہم سپیشل بچوں کے ایک سنٹر میں چلیں گے۔

''وہ کیوں مس۔'' ایک لڑکے نے پوچھا۔

''بھئی ہم انہیں بتائیں گے کہ ان کے دوست ہیں۔ان سے باتیں کریں گے ان کے لئے تحفے لے کر جائیں گے تاکہ انہیں پتہ چلے کہ ہم ان سے کتنی محبت کرتے ہیں۔'' مس نے کہا۔

واپسی پر طاہر کی نظر پھر اس پر پڑی۔وہ۔سڑک کے کنارے بیٹھا کنکر جمع کر رہا تھا اور پھر انہیں بکھیر دیتا...... ''تو کیا یہ بھی سپیشل بچہ ہے۔'' طاہر نے سوچا۔'' مگر اسے دوست کیسے بنایا جاسکتا ہے...... یہ...... یہ تو پاگل ہے۔کچھ سمجھ ہی نہیں اسے...... نہ اسے بولنا آتا ہے۔''

اسی وقت اس نے سر اٹھا کر طاہر کو دیکھا اور طاہر گھبرا کر گلی میں گھس گیا۔

وین رکی تو سب بچے مس کے ساتھ سنٹر میں داخل ہوئے۔سنٹر کے نگران انہیں لے کر ایک کمرے میں آئے۔یہاں بہت سے ذہنی معذور بچے تھے۔

''انکل ...... کیا یہ ہماری بات سمجھ سکتے ہیں۔'' ایک بچے نے پوچھا۔

''کیوں نہیں۔ یہ درست ہے کہ ذہنی معذوری کی بناء پر یہ عمر کے ساتھ بڑے نہیں ہوتے اور جلد سیکھ نہیں پاتے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ انہیں کچھ سمجھ ہی نہیں یا ان کے کوئی احساسات ہی نہیں۔ اگر ہم ان پر توجہ دیں۔ ان سے باتیں کریں تو بہت جلد یہ بھی نارمل لوگوں کی طرح بولنے لگتے ہیں۔'' نگران نے بتایا۔ ''بچوں آپ نے اپنے ساتھیوں کو تحفے نہیں دیے۔'' مس بولیں اور بچے اپنے ساتھ لائے ہوئے تحفے ان کو دینے لگے۔ طاہر حیرانگی سے ان کو دیکھ رہا تھا۔ ''واقعی یہ سب بچے اس جیسے ہی ہیں مگر یہ تھوڑا بہت بول بھی رہے ہیں اور ہماری بات بھی سمجھ رہے ہیں۔ پھر وہ کیوں کچھ نہیں بولتا۔ کچھ نہیں سمجھتا۔ بس چپ چاپ لوگوں کو گھورتا رہتا ہے۔'' طاہر سوچ رہا تھا'' اگر اس کے ابو بھی اسے یہاں داخل کروا دیں تو شاید ......'' طاہر نے سوچا......

اب طاہر کا خوف کچھ کم ہو گیا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر خوف زدہ نہیں ہوتا تھا۔ ایک آدھ بار اس نے سوچا کہ اس سے کوئی بات کرے مگر اسکی ہمت نہ پڑتی۔ وہ سوچتا کہ اگر اس کے ابو بھی اس پر اتنی ہی توجہ دیتے جتنی اس سنٹر میں دی جا رہی تھی تو شاید اسے بھی بولنا آ جاتا۔

آج طاہر کا پہلا پرچہ تھا۔ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا وہ چلا جا رہا تھا۔ طاہر کو دیکھ کر ''اس'' نے ہاتھ اٹھایا مگر آج طاہر کی توجہ اس کی طرف نہ تھی وہ صرف پرچے کے متعلق سوچتا ہوا جا رہا تھا۔ جلد ہی وہ سکول پہنچ گیا۔ سب بچے باہر کھڑے تھے۔ پرچہ شروع ہونے سے پندرہ منٹ پہلے گیٹ کھلنا تھا باہر ایک تختے پر لسٹ لگی تھی کہ رول نمبر کے مطابق بچوں نے کن کن کمروں میں بیٹھنا ہے۔ طاہر بھی آگے بڑھ کر لسٹ پڑھنے لگا۔ پھر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو اچانک چونکا۔ ''میرا ایڈمٹ کارڈ کدھر ہے۔'' وہ بڑبڑایا۔ اور پھر باری باری سب جیبوں میں ہاتھ ڈالا مگر ایڈمٹ کارڈ غائب تھا۔ اسے اچھی طرح یاد تھا کہ ایڈمٹ کارڈ اس نے پینٹ کی جیب میں رکھا تھا۔

''کہاں چلا گیا۔'' وہ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا۔ ''کہیں راستے میں تو نہیں گر گیا۔ اف خدایا اب کیا ہو گا۔ اس کا دل ڈوبنے لگا۔

اسی وقت اسے ''وہ'' آتا دکھائی دیا۔ ''یہ یہاں کیا کر رہا ہے۔ طاہر نے حیرانگی سے اسے دیکھا مگر وہ ایڈمٹ کارڈ کی وجہ سے پریشان تھا اس لئے اس کے بارے میں نہ سوچ سکا۔ اسی وقت وہ طاہر کے قریب پہنچ گیا۔ یہ ...... لو ......'' دو ٹوٹے پھوٹے لفظ اس کے منہ سے نکلے اور اس نے ایک کاغذ کا ٹکڑا اسکی طرف بڑھا دیا۔ ''یہ کیا ...... یہ تو میرا ایڈمٹ کارڈ ہے۔ مگر یہ اس کے پاس کیسے؟'' طاہر نے ایڈمٹ کارڈ اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ اسے یاد آیا کہ گلی سے نکلتے ہوئے اس نے جیب سے رومال نکالا تھا۔ شاید اسی وقت ایڈمٹ کارڈ گر گیا اور اس نے اٹھا لیا۔ مگر اسے سکول کا پتہ کیسے چل گیا۔ اسے کیسے پتہ چلا کہ یہ میرا ایڈمٹ کارڈ ہے اور میرے لئے کتنا ضروری ہے۔ تت ...... تو کیا یہ سب کچھ سمجھتا ہے۔'' اس نے جب سوچوں کے سمندر سے نکل کر دیکھا تو وہ واپس جا رہا تھا۔ اسی وقت سکول کا گیٹ کھل گیا اور طاہر پرچے کے چکر میں سکول کی طرف دوڑا۔ اس کا پرچہ بہت اچھا ہوا۔ وہ خوشی خوشی واپس جا رہا تھا۔ گلی کے نکڑ پر ''وہ'' اسی طرح کھڑا تھا۔ اسے دیکھ کر طاہر ٹھٹک گیا اور پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا اس کی طرف بڑھا۔ ''شش ...... شکریہ ...... تم نے میری بہت مدد کی۔ طاہر کے منہ سے نکلا۔ وہ طاہر کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ ''میں ...... میں تمہارے ابو سے کہوں گا کہ وہ تمہیں اسپیشل بچوں کے سکول میں داخل کروا دیں تمہیں پڑھنے کا شوق ہے نا ......'' طاہر بولا اور اس کے چہرے پر خوشی کے آثار پھیل گئے۔ اس نے آہستہ سے اثبات میں سر ہلایا۔ اور شام کے وقت طاہر قمر صاحب کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔

بقیہ: یہ محفل

ہے جب سے ہمارا گھریلو ایف ایم ریڈیو خراب ہوا ہے حساب کے سوال نکلنا مشکل ہو گئے ہیں۔

سید محسن رضا بخاری ...... میلسی۔ 13-3-1996 یہ بھائی پھول کے علاوہ خواتین ڈائجسٹ اور عمران سیریز بھی پڑھتے ہیں بڑے ہو کر فوج میں جانے کا ارادہ ہے۔ ممکن ہے آرمی میں جا کر جاسوس بن جائیں۔ بھئی عمران (ایم ایس سی ڈی ایس سی آکسن) کا کچھ اثر تو لیں گے ناں۔

نوین مریم ...... میلسی۔ 14-3-1996 یہ پڑھنے لکھنے کا شوق رکھتی ہیں اور ساری عمر یہی کرنا چاہتی ہیں یعنی استانی بننا چاہتی ہیں۔

حافظ تنویر احمد ...... بہاولپور۔ 15-3-1990 آج کل یہ قرآن حفظ کر رہے ہیں مستقبل میں عالم دین بننا چاہتے ہیں۔ اسی لئے تو دن میں بارہ گھنٹے اپنی پڑھائی کو دیتے ہیں بھئی عالم دین بننا کوئی آسان تو نہیں ہماری دعا ہے کہ آپ عالم کے ساتھ ساتھ عامل بھی بن جائیں اور نرم دل عالم بنیئے گا جو لوگوں کو اللہ جی سے محبت دلائیں قریب لائیں صرف ڈرا ڈرا کے نہ مار دیں۔

حافظ عبدالغفار چودھری ...... قصور۔ 15-3-1984 حافظ صاحب ایف ایس سی پارٹ ون کے سٹوڈنٹس ہیں انجینئر بننا چاہتے ہیں مجھے تو لگتا ہے انہوں نے کہیں سے سن لیا ہے کہ محنت میں عظمت ہے اس لئے محنت کرتے ہیں۔

حافظ محمد وحید مغل ...... نارنگ منڈی۔ 15-3-1980 یہ کمپیوٹر انجینئر بننا چاہتے ہیں اور شاید آدھے بن بھی چکے ہیں کیونکہ بی سی ایس کے سٹوڈنٹ ہیں یہ پھول کو اس لئے پسند کرتے ہیں کہ پھول CREATIVE رسالہ ہے۔

سہیل مصطفیٰ ...... سرگودھا 15-3-1983 پھول ان کی والدہ نے ان کو بازار سے لا کر دیا اچھی ماؤں میں یہ خوبی تو ضرور ہونی چاہئے کہ وہ نہ صرف اپنے بچوں کیلئے بہتر اور مثبت انداز میں سوچیں بلکہ اپنی سوچ کو عملی جامہ بھی پہنائیں۔ ویسے کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ ''ماواں ٹھنڈیاں چھاواں''

صہیب خلیل ...... بھکی۔ 16-3-1989 یہ کرکٹ کھیلنے کا شوق رکھتے ہیں اور ڈاکٹر بننے کے ارادے رکھتے ہیں اب یہ پتا نہیں کہ انسانوں کے ڈاکٹر بنتے ہیں یا جانوروں کے؟ بہرحال ڈاکٹر تو ڈاکٹر ہی ہوتا ہے ناں۔

حافظ محمد شفیق اشعر ...... اوکاڑہ۔ 17-3-1992 انہوں نے اچھا انسان بھی بننا ہے اور اچھا مسلمان بنی تو بھائی ہم آپ کی مشکل آسان کر دیتے ہیں اور وہ یوں کہ اگر آپ اچھے مسلمان بن جائیں تو انسان بننے کی ضرورت ہی باقی نہ رہے گی۔

ایم عرفان سوہل ...... سیالکوٹ۔ 17-3-1982 انہوں نے کہانی گھر قائم کیا تو تھا لیکن پھر رابطہ ہی نہیں کیا نجانے ایسی بھی کیا معروفیت ہو گئی۔ پھول کے علاوہ تعلیم و تربیت، پھول چہرے اور نونہال جیسے رسالے بھی زیر مطالعہ ہیں۔

راحیل عارف ...... اسلام آباد۔ 17-3-1986 راحیل بھائی نے کمپیوٹر انجینئر بننے کا ارادہ کر رکھا ہے اب ہیں ارادہ بدل نہ ڈالئے گا اوہو بھئی یہ تو خوفناک ڈائجسٹ بھی پڑھتے ہیں ویسے ایک دفعہ میں نے بھی پڑھا تھا خوفناک ڈائجسٹ لیکن خوف تو نہیں آیا ہاں ہنسی ضرور آئی کہ مجھ کو ڈر کیوں نہیں لگ رہا۔

مادرہ ایمن ...... مظفر گڑھ۔ 18-3-1993 بہنا جی آپ نے دو تین گھنٹے ایسے لکھا ہے کہ میں تو پریشان ہی ہو گیا کہ 24 میں سے 23 گھنٹے کوئی کیسے پڑھ سکتا ہے۔ لکھ کر پڑھ بھی لیا کریں۔

مظہر المصطفیٰ ...... لاہور۔ 20-3-1984 مظہر بھائی الیکٹرونکس انجینئر بننا چاہتے ہیں اسی لئے الیکٹریکل انجینئرنگ میں ڈپلومہ کر رہے ہیں ہماری دعا ہے کہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں۔

میثم علی شیرازی ...... حافظ آباد۔ 20-3-1992 ابھی یہ ہیں تو 6TH میں لیکن انہوں نے سوچ لیا ہے کہ بڑے ہو کر اگر بننا ہے تو صرف انجینئر ہی بننا ہے اور اس کیلئے انہوں نے تیاری بھی شروع کر دی ہے دن میں 10 گھنٹے پڑھتے ہیں۔

محمد عاقب سلیم ...... پھالیہ۔ 22-3-1980 عاقب بھائی 1992ء سے پھول کے مستقل قاری ہیں اور اب تک بقول ان کے 500 سے زائد بچوں کو پھول سے متعارف کروا چکے ہیں لیکن آج کل پھول کہانی گھر کی کوئی خیر خیریت نہیں پہنچا رہے نہ تو کوئی لیٹر ملا ہے اور نہ تو رپورٹ۔ ایک زمانے میں خوب کام کرتے تھے۔

خدیجہ ارشاد ...... میلسی۔ 23-3-1992 انہوں نے بھی ڈاکٹروں کی صف میں شامل ہونا ہے۔

وقاص انور ...... میلسی۔ 23-3-1993 ان کی نظر میں پھول ایک دلچسپ اور معلوماتی رسالہ ہے اچھا کیا آپ نے ہم کو بتا دیا ورنہ ہمیں کہاں پتہ چلنا تھا اتنی اہم بات کا۔

شاہد محمود ...... اٹک۔ 23-3-1980 شاہد صاحب نے صحافی بننے کی ٹھان رکھی ہے۔ تو بھائی ایک بات یاد رکھنا سچائی سے بڑی نہ تو کوئی طاقت ہے اور نہ کوئی ڈھال اور ہاں سچے لوگ اللہ جی کو بھی بہت پسند ہیں۔

سعد مسعود باجوہ ...... فیصل آباد۔ 23-3-1988 بھائی صاحب اگر آپ نے بھی ڈاکٹر بننا ہے تو بن جائیں ہم نے آپ کو روکنا تھوڑا ہی ہے۔ ویسے پھول شوق سے پڑھنے کا جو شوق آپ کی بہن کو ہے وہ آپ میں ہو تو بات بنے۔

خرم شہزاد جمشید ...... لاہور۔ 23-3-1986 یہ سرشس کے ذریعے پھول سے متعارف ہوئے اور ان کو پھول میں گگری والا کالم بالکل پسند نہیں ہے شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو کھانے میں تو دلچسپی ہے لیکن پکانے میں نہیں ہے۔

قیصر عزیز کشمیری ...... لاہور۔ 25-3-1985 ان کے مشاغل میں انٹرنیٹ پر لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کرنا ہے تو اس کیلئے ضروری ہے کہ پہلے آپ کو خود اسلام کے بارے میں مکمل معلومات ہوں اس کے علاوہ یہ انجینئر بھی بننا چاہتے ہیں۔

محمد فاروق باجوہ ...... نارووال۔ 25-3-1981 فاروق صاحب کرکٹ ہاکی جمناسٹک کرائے الغرض ہر ایک کھیل کھیلتے ہیں اور مستقبل میں بزنس مین بننا چاہتے ہیں تو آپ کھیلوں کے سامان کا بزنس شروع کر لیجئے گا

سعدیہ فاطمہ ...... مظفر گڑھ۔ 25 مارچ سعدیہ آپی لیکچرار بننا چاہتی ہیں ہماری تو دعا ہے کہ آپ پروفیسر ہی بن جائیں۔ مگر براہ راست نہیں۔

محمد عباس ندیم ...... بہاولنگر۔ 26-3-1974 انہوں نے ابھی تک سوچا ہی نہیں کہ یہ مستقبل میں کیا بنیں گے تو بھائی ایک دن ساری معروفیات چھوڑ کر آگے کی سوچ لو ورنہ دیکھتے رہ جاؤ گے۔

عفیفہ طیب ...... چونکی۔ 28 مارچ انہوں نے آرمی سائیکالوجسٹ بننا ہے ان کا کہنا ہے کہ سائنس کی دنیا میں سوالوں کے جواب صحیح طریقے سے نہیں دیئے جاتے تو اس میں کون سی مشکل بات ہے آپ ہمیں صحیح طریقہ لکھ کر بتا دیں تو ہم بھی دیکھ لیں گے کہ اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے۔ ان کے ابو ہلہ دودھ میں ڈائریکٹر ہیں۔ پھول والوں کی میزبانی کر چکے ہیں۔

محمد زاہد اکرم ...... چنیوٹ آباد۔ 28-3-1984 ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ موصوف مکینکل انجینئر بننا چاہتے ہیں لیکن پڑھائی کو صرف چار گھنٹے ہی دیتے ہیں بھائی اس کام میں تو محنت کرنا پڑتی ہے کم از کم چھ گھنٹے تو ضرور پڑھا کریں اگر واقعی انجینئر بننا ہے تو۔

شہروز حسین ...... بہاولنگر۔ 29-3-1993 یہ پائلٹ بننا چاہتے ہیں ویسے میرے مشاہدے میں آیا ہے کہ اس عمر میں نوے فیصد بچے پائلٹ بننے کے خواب دیکھتے ہیں لیکن جیسے جیسے بڑے ہوتے ہیں انہیں یاد بھی نہیں رہتا کہ انہوں نے پائلٹ بننا تھا۔ (ہماری طرح)

فوزیہ اشرف ...... کراچی۔ 30 مارچ فوزیہ آپی کو پینٹنگ کرنے کا شوق ہے اب یہ پتا نہیں کہ ان کے شاہکار کیسے ہوتے ہوں گے۔ ویسے اگر بھی آپ فطرت کے حسن کا مطالعہ کریں تو جان پائیں گے کہ دنیا کی ہر چیز بھی خوبصورت ہے۔

معراج

ایک عظیم شخص کا احوال۔ جو من کی مراد پا گیا

محمد شعیب مرزا

ایک پروقار اور وجیہہ شخص درمیان میں کھڑا تھا۔ ایک فرشتہ اس کے دائیں طرف اور ایک بائیں طرف کھڑا تھا۔ اس شخص کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں لیکن چہرے سے اعتماد اور نور جھلک رہا تھا۔

حکم ہوا تو بائیں طرف والے فرشتے نے ایک رجسٹر کھولا۔ سرسری سی چند باتیں بیان کیں اور رجسٹر بند کر کے خاموشی سے باادب کھڑا ہو گیا۔ اس کے پاس کہنے کیلئے شائد زیادہ کچھ نہیں تھا۔ دوبارہ حکم ہوا اور دائیں طرف والے فرشتے نے اپنا ضخیم رجسٹر کھولا اور پڑھنا شروع کیا۔ وہ پڑھتا چلا گیا۔ فرشتہ جوں جوں رجسٹر میں لکھا ہوا پڑھتا جا رہا تھا اس شخص کے چہرے پر طمانیت اور نورانیت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

دائیں ہاتھ والا فرشتہ صفحے پر صفحہ پلٹتا جا رہا تھا اور پڑھتا جا رہا تھا۔ رجسٹر تھا کہ ختم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔ وہاں موجود صفیں باندھے مؤدب کھڑے ہوئے فرشتے تحسین آمیز نگاہوں سے اس شخص کو دیکھ رہے تھے۔ دائیں طرف والا فرشتہ جب رجسٹر میں درج تمام باتیں بیان کر چکا تو وہ بھی رجسٹر بند کر کے مؤدب کھڑا ہو گیا۔ حکم ہوا اور اس شخص کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں پکڑا دیا گیا۔ پھر حکم ہوا۔

"میرے اس نیک بندے کو اس کے مقام تک پہنچا دیا جائے"۔

فرشتوں کی ایک جماعت نے اس شخص کو اپنے حصار میں لے لیا اور بڑے احترام سے ادھر کو لے جانے لگی جدھر سے نورانی شعاعیں اور معطر ہوائیں آ رہی تھیں۔ وہ شخص فرشتوں کے جلو میں جنت میں داخل ہوا۔ فرشتے اسے ایک سے ایک بلند درجے تک لے جاتے گئے۔ ایک فرشتہ ہر مقام پر بڑے ادب سے یہ بتاتا کہ یہ مقام کس نیکی کی وجہ سے اسے حاصل ہوا ہے۔ وہ فرشتہ اس پروقار شخص کو بتا رہا تھا۔

"یہ مقام آپ کو اس لئے دیا گیا ہے کہ آپ ہمیشہ بڑوں کی عزت کیا کرتے تھے"۔ "یہ درجہ آپ کو اس لئے دیا گیا ہے کہ آپ نے علم سیکھا اور دوسروں میں پھیلایا"۔ "یہ مقام آپ کو اس لئے دیا گیا ہے کہ آپ آوازِ اخلاق کے ذریعے لوگوں کو نیکی کی ترغیب دیتے رہے"۔

"یہ مرتبہ اس لئے دیا گیا ہے کہ آپ نونہالوں کی سیرت و کردار کی تعمیر کرتے رہے"۔ "یہ درجہ اس لئے دیا گیا ہے کہ آپ دکھی دلوں کی دوا اور بیمار لوگوں کی شفا کا ذریعہ بنتے رہے"۔ "یہ بزرگی اس لئے عطا کی گئی کہ آپ نے جہالت کے اندھیروں میں علم کی روشنی پھیلائی"؟

"یہ فضیلت اس لئے بخشی گئی کہ آپ نے اپنی تمام جائیداد اور کاروبار کو وطن اور مخلوق خدا کی خدمت کیلئے وقف کر دیا"۔

"یہ مقام اس لئے دیا گیا کہ آپ نے جنت کے پھولوں یعنی بچوں کو خوشیاں اور ان کی صلاحیتوں کو جلا بخشی اور ان کے دلوں میں دین اور وطن کی محبت پیدا کی"۔ "یہ بلند درجہ اس لئے عطا کیا گیا کہ آپ نے اپنی اولاد کی اچھی تربیت کی"۔ "یہ مرتبہ اس لئے بخشا گیا کہ آپ نے اپنی زندگی جہادِ اکبر یعنی نفس کے خلاف جہاد میں گزاری"۔

فرشتے اس خوش قسمت شخص کو جنت کے اعلٰی سے اعلٰی مقام تک لے جاتے جا رہے تھے اور ساتھ ساتھ اس مقام تک پہنچنے کی وجہ بھی بتا رہے تھے۔ ایک مقام پر آ کر فرشتے رک گئے۔ وہ شخص اس مقام کے دلفریب منظر کو محویت سے دیکھنے لگا۔ ایسی عالیشان جگہ تو اس کے تصورات سے بھی بالاتر تھی۔ وہ ابھی اس منظر کی دلفریبیوں میں محو ہی تھا کہ ایک ندا آئی۔ "اے میرے نیک بندے! تو نے دنیا میں بڑے نفع کے سودے کئے۔ تو نے جتنے اہم کام کئے وہ صدقہ جاریہ ہیں۔ ان کا اجر تمہیں ملتا رہے گا۔ تمہارے ثواب اور درجات میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ تم صرف میری رضا کیلئے رمضان کے علاوہ بھی روزے رکھتے رہے۔ جس روز تمہیں شہید کیا گیا اس روز بھی تم روزے سے تھے۔ تم روزے کی حالت میں مجھ تک پہنچے۔ تم نے میری خوشنودی کی خاطر دنیاوی لذتوں سے کنارہ کشی اختیار کئے رکھی۔ آج میں تم سے خوش اور راضی ہوں۔ آج جنت کی ساری لذتیں اور آسائشیں تمہارے لئے ہیں۔ میرا وعدہ ہے کہ روزہ دار کو جزا میں خود دوں گا۔ تم نے قرآن بھی حفظ کیا۔ دنیا میں تم لوگوں کو قرآن سناتے تھے آج میں خود تم سے قرآن سنوں گا۔ تم قرآن پڑھتے جاؤ گے اور تمہارے درجات بلند ہوتے جائیں گے۔ پڑھتے جاؤ اور چڑھتے جاؤ"۔ اس شخص نے قرآن مجید کی تلاوت شروع کی۔ وہ قرآن پڑھتا جا رہا تھا اور بلند ہوتا جا رہا تھا۔ ایک ایسی منزل کی طرف جو ہر سچے اور سچے مومن کی منزل ہوتی ہے۔ جہاں حجاب ختم ہو جاتا ہے اور مومن اپنے من کی مراد پا لیتا ہے۔

۱۷ اکتوبر ۱۹۹۸ء کی صبح شاہراہ لیاقت پر ایک باوقار اور وجیہہ شخص کی لاش پڑی تھی۔ وہ شخص نماز فجر کے بعد گھر سے مریضوں کو دیکھنے کیلئے مطب کی طرف روانہ ہوا تھا کہ راستے میں نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے اسے شہید کر دیا تھا۔ شہادت کے وقت وہ شخص روزے کی حالت میں تھا۔ لوگ اس کی لاش کو دیکھ کر رو رہے تھے اور افسوس کا اظہار کر رہے تھے۔ لیکن شائد وہ نہیں جانتے تھے کہ کسی مومن کا مقصد حیات ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی نیک مقصد کو لے کر پوری سچائی اور لگن کے ساتھ آگے بڑھے اور زندگی کے آخری سانس تک اس نیک مقصد کیلئے جدوجہد کرتا رہے۔ یہی مومن کی معراج ہے۔ یہ اس سعید روح حکیم سعید کا خواب تھا۔

مظہر المصطفیٰ | سعد مسعود باجوہ | تیمور احمد جاوید | محمد شکیل عالم | رائے وحید حسین | عادل خان | حافظ محمد آصف | محمد عاقب سلیم

یہ محفل تو سجی ہی آپ کے لئے ہے

محمد نوید جان میو

پیارے دوستوں! امید ہے کہ اپنی زندگی سے خوش اور مطمئن اور اللہ کے شکر گزار ہوں گے۔ آپ سب لوگوں کو سالگرہ مبارک کسی دانا انسان کا قول ہے کہ جو شخص بات کرتے ہوئے ادھر ادھر دیکھے اس کی بات پر یقین کرنے سے قبل آپ بھی ادھر ادھر دیکھ لیں اور ہاں ایک بات اور کہ کم علمی خطرناک ہوتی ہے مگر لاعلمی دردناک ہوتی ہے۔ اور جہاں تک آپ کی سالگرہ کے تحفے کی بات ہے تو یہ رہا آپ کا گفٹ۔ حضرت شیخ سعدی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''انسان ایک دفعہ سانس لیتا ہے تو اس پر دو شکر واجب ہو جاتے ہیں ایک اس بات کا شکر کہ تازہ ہوا جسم کے اندر داخل ہوئی اور دوسرے اس احسان کا شکر کہ غلیظ ہوا جسم سے خارج ہوگئی ہے اگر تھوڑی دیر وہ جسم میں بند ہو جاتی تو انسان کا جینا محال ہو جاتا''

عادل خان پچی وہاڑی 1-3-1987 یہ کرکٹ بھی کھیلتے ہیں بیڈمنٹن بھی کھیلتے ہیں اور ویٹ لفٹنگ کرنے کا شوق بھی رکھتے ہیں۔ اور دن میں 9 گھنٹے پڑھائی کو بھی دیتے ہیں کیونکہ انہیں ایڈووکیٹ بننا ہے اگر وکیل کے دلائل کے ساتھ ساتھ اس کا جسم بھی تندرست و توانا ہو تو کیا ہی کہنے۔ یہ ان کا ماننا ہے مگر ہمارا دل نہیں مان رہا۔

ارشد علی حافظ آباد 1-3-1985 ارشد بھائی آرمی جوائن کرنا چاہتے ہیں تو ارشد بھائی اگر ہماری مانیں تو صبح اٹھ کر ورزش ضرور کیا کریں آگے آسانی رہے گی آرمی جوائن کرنے میں بھی اور دوسروں کو بھگانے میں بھی۔

عابد حسین چودھری بہاولپور 1-3-1985 پہلے انہوں نے آرمی پائلٹ بننے کا سوچا تھا اب ارادہ بدل لیا ہے اور اب کامیاب صحافی بننے کا پروگرام بنایا ہے۔ اب رسالے خوب پڑھ رہے ہیں تین سال سے پھول پڑھ رہے ہیں آٹھ برس سے دوستوں کو بھی پھول کا بنایا ہے آج کل بھیا جی نے حال ہی میں ان کو بہاولپور پھول کلب کا صدر بنایا ہے ان دنوں سافٹ ویئر کالج میں بی ایس سی کر رہے ہیں

حافظ محمد آصف گوجرانوالہ 1-3-1981 حافظ صاحب بہت محنتی آدمی ہیں کہ پہلے فیکٹری جاتے ہیں اور پھر آ کر پڑھتے ہیں۔ امید ہے کہ قرآن پاک ہی پڑھتے ہونگے حافظ صاحب ویسے اگر قرآن کو سمجھا بھی جائے تو پڑھنے کا مزہ دوبالا ہو جاتا ہے کوشش کر کے دیکھئے اور پھر ہمیں بتانا بھی ہے آپ نے ٹھیک؟

عدیل احمد ننکانہ صاحب 1.3.85 عدیل بھائی وکیل بننے کے چکروں میں ہیں وکیل بن کر کہیں دوسروں کو چکر میں نہ ڈال دیں۔ ویسے ہیں محبت کرنے والے لیٹر لکھنے کا خالی خولی کہتے ہی نہیں بلکہ لکھ کر پوسٹ بھی کر دیتے ہیں کافی دن ہو گئے کوئی خط پڑھے اللہ جانے ہمیں کوئی دعاؤں میں یاد بھی رکھتا ہے کہ نہیں۔

محمد ندیم مغل میلسی 1.3.1986 انہوں نے استادیاں دکھانی ہے یعنی استاد بننا ہے یہ نہیں بتایا کہ کونسا والا استاد بنیں گے ورکشاپوں میں بھی تو استاد ہی ہوتے ہیں ناں۔

اظہر علی حافظ آباد 3.3.1982 ان کے ارادے ہیں کہ یہ ایک اچھا انسان ہی بن جائیں تو بہت ہے۔ ان کے مشاغل میں مطالعہ سرفہرست ہے تو آپ ڈھونڈ ڈھونڈ کر اچھے انسانوں کی زندگی کے بارے میں پڑھا کریں تاکہ آپ کو آسانی رہے۔

محمد ساجد اسلام بہاول پور 3.3.1987 اوہو ان کا تو مشغلہ ہی سب سے عجیب ہے یہ فارغ وقت میں بس فوت شدگان کیلئے زیادہ سے زیادہ ایصال ثواب کرتے رہتے ہیں اچھی بات ہے لیکن کبھی اپنے لئے بھی کچھ نیک اعمال کر لیا کریں تاکہ بعد میں آپ کو کسی کی دعاؤں کی حاجت نہ رہے۔

حافظ عمر روف رشید بہاولپور 3.3.1975 یہ کہتے ہیں کہ پھول تربیت کرنے والا اور غیر محسوس انداز میں دل میں جگہ کرنے والا میگزین ہے آپ کوشش کریں کہ آپ بھی ایسے ہی بن جائیں پھر لوگ آپ کو بھی ایسے ہی چاہیں گے جیسے آپ پھول کو چاہتے ہیں۔

محمد عمر دراز میلسی 4.3.1990 انہوں نے ڈاکٹر بننا ہے ہم دعا کرتے ہیں کہ آپ کی عمر آپ کے نام کی طرح دراز ہو لیکن ساتھ میں اگر آپ کی زندگی دوسروں کیلئے سکھ کا باعث بنے تو کیا ہی بات ہے۔

وسیم یوسف بہاولنگر 4.3.1984 یہ تو ہمارے ہی بھائی لگتے ہیں یعنی شاعری کرنے کا شوق رکھتے ہیں اب یہ پتا نہیں کہ شاعری پڑھنے کا ذوق بھی رکھتے ہیں کہ نہیں۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ دوسروں کو پڑھنے سے آپ کی شاعری میں نکھار ضرور پیدا ہو جاتا ہے۔ جو لوگ مطالعے کے بغیر شاعری کرتے ہیں وہ بیچاری پہلے قدم پر ہی دم دے جاتی ہے۔

حافظ سلمان صدیق رانا اوکاڑا 5.3.1982 انہوں کے بارے میں مجھ کو یہ خوش گمانی پیدا ہو گئی ہے کہ یہ ہمیشہ خوش رہتے ہوں گے کیونکہ یہ دوسروں کو خوش رکھنے کی کوشش کرتے ہیں یہ آرمی میں جانے کی خواہش رکھتے ہیں ویسے یہ خواہش میری بھی ہے اب دیکھیں اللہ جی ہماری تقدیر میں اس خواہش کی تکمیل کی خوشی رکھتے ہیں کہ نہیں۔

ماریہ اقبال بدوملہی 5.3.1993 ان کے ارادے ڈاکٹروں کی تعداد میں اضافے کرنے کے ہیں ہمارے ملک میں ڈاکٹروں کی تو کوئی کمی نہیں لیکن ہاں اچھے اور انسان دوست ڈاکٹروں کی کمی ضرور ہے دیکھیں آپ اس کمی کو پوری کرتی ہیں یا نہیں۔

رفیعہ نواز میلسی 5.3.1993 رفیعہ پھول شوق سے پڑھتی ہیں کیا آپ کے سکول فاطمہ گرلز کے ڈھیروں بچے پھول شوق سے

مبشر رضا | محمد لطیف | محمد ندیم مغل | ملک جنید الیاس | ثمر شہزاد گل | عابد حسین چوہدری | راحیل عارف | حافظ عبدالغفار

Scanned with CamScanner

وقاص انور | علی عرفان انجم | تنویر احمد | عمر رؤف رشید | صہیب حفیظ | وقار علی | شاہد محمود | بلال رضا

پڑھتے ہیں۔ اسلئے سب سے زیادہ ممبر بھی نہیں بنے ہیں۔

علی عرفان انجم مظفر گڑھ 5.3.1992 یہ ایک بہترین ڈاکٹر بنا چاہتے ہیں ویسے ان میں قابلیت تو ہے اب آپ سوچیں گے کہ مجھ کو کیسے پتا چلا تو سیدھی سی بات ہے کہ مجھے ان کی لکھائی دیکھ کر پتا چلا ہے۔

محمد طارق حنیف لودھراں 5.3.1980 یہ بھائی پولیس میں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں تا کہ لوگوں کے جان و مال کی حفاظت کر سکیں امید ہے کہ یہ لوگوں کا پولیس پر اعتماد بحال کریں گے۔

محمد عمران سردار چیچہ وطنی 6.3.1983 بس جی یہ صرف ایک اچھا شہری بنا چاہتے ہیں یہ تو کوئی مقصد نہیں ہے بھائی صرف اچھا

رسائل کا مالعہ کرنے کا تو بتا دیا ہے خواتین کے بھی دو چار رسالے تو ضرور ہی پڑھ ڈالتی ہوں گی۔

آصف انور علی حافظ آباد 7.3.1986 یہ مستقبل میں اچھا انسان بنا چاہتے ہیں لہذا پڑھائی کو صرف ایک گھنٹہ دیتے ہیں یہ تو اچھے انسان کی خوبیوں میں سے نہیں ہے اچھا انسان اپنے سے متعلقہ ہر چیز کو اعتدال رکھتا ہے یعنی ہر چیز کو ایک جتنی اہمیت دیتا ہے۔ پڑھا کرو بھائی پڑھو گے تو اچھا انسان بننے میں آسانی رہے گی۔

طارق ابراہیم حافظ آباد 7.3.1982 انہوں نے ہومیو پیتھک ڈاکٹر بنا ہے اس لئے 12 گھنٹے پڑھتے ہیں اور مشاغل بھی کوئی نہیں رکھتے ہاں البتہ اردو ڈائجسٹ شوق سے پڑھتے ہیں ہومیو ڈاکٹر تو پڑھے بغیر

اسلئے کہ ان کو پتا ہے کہ استاد کا رتبہ بلند ہوتا ہے آپ اپنے استادوں کی عزت کیا کرو تا کہ کل کو آپ کے سٹوڈنٹس آپ کی عزت کریں۔

صبا فاطمہ میلسی 8.3.1992 انہوں نے ڈاکٹر بنا ہے جس کے لئے ان کو بہت محنت کی ضرورت ہے کیوں کہ ڈاکٹر بنا کوئی بائیں ہاتھ کا کام تھوڑی ہے۔ محنت کرنی پڑتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اتنی محنت سے اکثر ڈاکٹر چڑچڑے ہو جاتے ہیں۔

محمد احسان ساگر چیچہ وطنی 8.3.1985 ان کی تین پسندیدہ بیڈ ٹائم سٹوریز آپ کو بابیہ اور بیگانہ ہیں جس سے ان کے ذوق کی نشاندہی ہوتی ہے یہ ایک اچھا پاکستانی بنا چاہتے ہیں اس لئے صرف کام کام

نعمان رفیق | ماجد منیر | راشد اقبال | حافظ محسن رضا بخاری | حافظ سلمان رفیق | خرم شہزاد | عرفان عادل | محمد شہباز

شہری بننے سے آپ کی ذمہ داری پوری نہیں ہوتی اپنے ملک کے لئے اچھے شہری پیدا کرو تو مزہ بھی آئے ویسے آپ استاد کیوں نہیں بن جاتے اسطرح آپ اپنے ملک کے زیادہ کام آسکتے ہو۔

احمد حسن رحیم یار خان 6.3.1980 یہ فوجی بننے کا ارادہ رکھتے ہیں ویسے عمر کے لحاظ سے تو آپ کو اب تک فوجی بن جانا چاہئے تھا بہرحال ہماری دعا ہے کہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں۔

ربیعہ الف خوشاب 6 مارچ یہ ڈاکٹر بنا چاہتی تھیں اس لئے ڈاکٹر بن رہی ہیں اس کے ساتھ ساتھ کتابیں بھی پڑھتی ہیں اور تقریباً سارا دن پڑھائی کو بھی دیتی ہیں۔ اور ذرا دیکھیں کہ MBBS کے IIrd ائر میں ہیں تعلیم و تربیت اور آنکھ مچولی جیسے

بھی بنا جا سکتا ہے بس میٹھی گولیوں کا حساب آنا چاہیے۔

گلزار نذیر میلسی 7.3.1988 انہوں نے مستقبل میں کیا بنا ہے یہ انہوں نے بتایا ہی نہیں تو میں آپکو کیسے بتا دوں ہاں اتنا بتا دوں کہ یہ پڑھنے لکھنے کو مشاغل کے طور پر اپنائے ہوئے ہیں جب پڑھنے لکھنے سے فرصت ملے گی تو سوچ لیں گی کہ کیا بنا جائے۔

محمد علی میر پور ماتھیلو 7.3.1987 یہ اپنے والد صاحب کے نقش قدم پر چلتے ہوئے انجینئر بنا چاہتے ہیں یہ اپنے دوست کے ذریعے پھول سے متعارف ہوئے خدا ایسے دوست سب کو دے ویسے آپ نے دوست کو شکریہ کہا کہ نہیں؟

عائشہ نواز میلسی 8.3.1992 عائشہ جی نے استانی بنا ہے وہ

اور کام کرتے ہیں اور وہ بھی پوری دلجمعی کے ساتھ۔

اصغر علی پرنس شیخوپورہ 8.3.1982 یہ مستقبل میں ٹیلر ماسٹر بنا چاہتے ہیں جہاں تک میرا اندازہ ہے یہ پرنس ٹیلرز کے نام سے دکان کھولنا چاہیں گے کیوں جی اصغر صاحب میرا اندازہ درست ہے ناں۔

بلال رضا منچھیال 8.3.1991 انہوں نے پائلٹ بنا ہے تو آپ اللہ جی سے دعا کیا کریں اور ہاں ساتھ میں والدین سے دعائیں لیا کریں آپ اپنے مقصد میں کامیاب ضرور ہونگے۔ انشاءاللہ

صہیب حفیظ ..... مغل فیصل آباد ..... 18-3-1984 ان سے ہم نے پوچھا کہ مستقبل کے کیا ارادے ہیں تو کہنے لگے کہ ..... "اللہ کے فضل سے نیک ہی ارادے ہیں؟ تو بھائی ہم نے

نوین مریم | خدیجہ ارشاد | نوشین ظہور | عائشہ نواز | ماورہ ایمن | شازیہ | ماریہ اقبال | طلعت احسان بٹ

طارق ابراہیم — محمد عمران سردار — سہیل مصطفیٰ — آصف انوار علی — اظہر علی — محمد ساجد اسلام — عابد حسین — محمد عمر دراز

کب کہا کہ آپ کے ارادے بدمعاش ہیں۔

محمد اسلم رضا...... مچن آباد۔ 19-3-1983 بھائی اگر برا نہ مانیں تو ایک بات کہوں کہ ٹھیک ہے آپ بزنس مین بنا چاہتے ہیں لیکن آپ نے تو ''بزنس مین'' ہی غلط لکھا ہے۔ آپ کی لکھائی دیکھ کر تو فوراً کسی نجومی کا خیال آتا ہے۔

عابد حسین...... میرپور ماتھیلو۔ 19-3-1986 عابد بھائی آپ کے جس دوست نے آپ کو پھول سے متعارف کروایا ہے آپ نے ان کا شکریہ ادا کیا ہے کہ نہیں۔ ایسے دوست روز روز نہیں ملا کرتے۔ ان دنوں نہم میں پڑھتے ہیں۔

ماجد منیر...... میلیسی۔ 20-3-1983 ماجد بھائی کو کرکٹ کھیلنے کا شوق ہے لیکن اتنا یاد رکھئے گا کہ کھیل کے وقت کھیل اور پڑھائی کے وقت پڑھائی۔

ارسلان علی...... گجرات۔ 20-3-1983 آپ پاکستان ائرفورس میں ایک اچھا افسر بننا چاہتے ہیں تو جناب اچھے آفیسر بننے کیلئے پانچ گھنٹے پڑھنا ٹھیک نہیں وہ کہتے ہیں ناں کہ جتنا گڑ ڈالو گے اتنا ہی میٹھا ہو گا۔

حافظ سید علی اصغر شاہ...... بھائی پھیرو۔ 20-3-1983 علی اصغر بھائی ڈاکٹر اصغر ناصر بھائی کے ذریعے پھول سے متعارف ہوئے لیکن آج کل ڈاکٹر صاحب خود نہ جانے کہاں گم ہیں کوئی خیر اور نہ ہی کوئی خبر۔

وقار علی...... حافظ آباد۔ 9-3-1990 یہ صاحب بھی ہواؤں میں اڑنے کے خواب دیکھتے ہیں یعنی پائلٹ بنا چاہتے ہیں۔ ان کی زندگی میں سب سے زیادہ ویلیو انسانیت کی خدمت کرنے کی ہے۔

نوشین ظہور...... سیالکوٹ۔ 9-3-1981 نوشین آپی ایم اے پارٹ ون کی سٹوڈنٹس ہیں اور اس کے بعد لیکچرار بننے کے

وسیم آصف — قیصر عزیز — میثم علی — اصغر علی پرنس — محمد احسان ساگر

ارادے رکھتی ہیں۔ یہ اچھی کتابیں پڑھنے اور انہیں جمع کرنے کا شوق رکھتی ہیں۔

محمد شکیل عالم...... بہاولنگر۔ 9-3-86 یہ اپنے دوست غلام زکریا کے ذریعے پھول سے متعارف ہوئے اور ان کو پھول میں کرنیں اور اداریہ پسند ہیں جبکہ پھول اخبار والا کالم انہیں اچھا نہیں لگتا۔ کیوں اچھا نہیں لگتا۔ کیونکہ اس میں ان کا نام نہیں ہوتا۔ جناب کام کریں تو نام بھی ہو گا۔

لیاقت علی شاہین...... چوکی۔ 10-3-86 انہوں نے بزنس مین بننا ہے۔ والد صاحب کا ہاتھ بٹائیں گے کیونکہ ان کے والد صاحب بھی بزنس مین ہیں ویسے اگر پڑھ لکھ کر بزنس کیا جائے تو کامیابی جلد مل جاتی ہے۔

ملک جنید الیاس...... ایبٹ آباد۔ 10-3-1984 یہ صاحب دن میں پڑھائی کو صرف دو گھنٹے دیتے ہیں بھائی میرے باقی سارا دن کیا کرتے پھرتے ہو۔ تھوڑا زیادہ ٹائم دیا کرو پڑھائی کو اگر اچھے نمبر لو گے تو آرمی میں جا سکو گے۔

نعمان رفیق...... نارنگ منڈی۔ 10-3-1984 یہ ایک نفسیاتی مسئلے میں الجھے ہوئے ہیں کہ یہ پروفیسر بنیں یا پھر نفسیاتی ڈاکٹر ویسے میں تو کہتا ہوں کہ آپ کوئی ایک منزل چن لیں اور پھر اس کو حاصل کرنے لئے محنت کریں۔

تیمور احمد جاوید...... لاہور۔ 11-3-1993 تیمور بھائی دینی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ جی آپ کو آپ کے نیک مقصد میں کامیابی عطا فرمائیں بس یہ خیال رکھئے گا کہ وہابی سنی اور اہلحدیث وغیرہ بننے کی بجائے مسلمان بن جایئے گا اللہ جی ہم کو سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق دیں۔

سمعیہ رزاق...... رحیم یار خان۔ 11-3-1989 اگر آپ کو دینی کتابیں پڑھنے کا شوق ہے تو سب سے پہلے آپ قرآن پاک اور احادیث کی کتابوں کا مطالعہ کیجئے اور صرف مطالعہ نہیں ان کو سمجھنے کی کوشش بھی کیجئے۔

راشد اقبال...... دہاڑی۔ 12-3-1990 واہ جی واہ۔ یہ گلی ڈنڈا کھیلنے کا شوق رکھتے ہیں کیا کہنے ویسے اس کھیل کا بھی اپنا ہی مزہ ہے اس کے ساتھ یہ کرکٹ بھی کھیلتے کرکٹ میں تو خوب چھکے چوکے لگاتے ہوں گے بھئی گلی ڈنڈا جو کھیلتے ہیں۔

طلعت احسان بٹ...... حافظ آباد۔ 12 مارچ یہ وکیل بنا چاہتا ہیں تو اس کیلئے آپ کو چاہئے کہ آپ ابھی سے اپنے دوستوں کے ساتھ بحث کیا کریں اور دلائل دے کر اپنی بات منوانا شروع کر دیں

رؤف شہزاد...... لاہور۔ 12-3-1985 ان کے والد صاحب کاروبار کرتے ہیں لہٰذا یہ بھی مستقبل میں ان کا ہاتھ بٹانا چاہتے ہیں یعنی بزنس مین بنا چاہتے ہیں۔ فی الحال تو یہ سکینڈ ائر کے طالبعلم ہیں۔

رائے وحید حسین...... ہجکی۔ انہوں نے بیڈ ٹائم سٹوریز میں ابھی صرف ابا ہی پڑھی ہے امید ہے کہ سمجھ بھی گئے ہوں گے کہ چھلانگیں مارنے والوں کی ٹانگیں بھی ٹوٹ سکتی ہیں۔

وسیم آصف...... بہاولپور۔ 13-3-1984 یہ مطالعہ کے ساتھ میوزک بھی سننے کا شوق رکھتے ہیں ویسے ہمارا بھی یہی حال

بقیہ صفحہ نمبر 18 پر

حافظ محمد وحید مغل — محمد فاروق — عدیل احمد — رؤف شہزاد — حافظ سید علی اصغر — ایم عرفان عدیل — حافظ محمد شفیق — ارشد علی

90 سے زائد درسی کتابیں لکھ چکا ہوں

ایف ایف سی گرامر ہائر سیکنڈری سکول گوٹھ ماچھی کے صدر شعبہ اردو اور بچوں کے معروف ادیب پروفیسر محمد ظریف خاں سے باتیں

انٹرویو پینل: شائستہ بتول: آفاق سلیم: علی رحمان:

شائستہ بتول۔ سر! کچھ اپنے حالات زندگی پر تو روشنی ڈالیئے۔

میرا تعلق کمال زئی پٹھان خاندان سے ہے۔ گاؤں کمال زئی کلی، تحصیل ہوتی، ضلع مردان میرا آبائی علاقہ ہے۔ مگر میری پیدائش 5 جون 1949ء کو ریاست رامپور (یو۔ پی) ہندوستان میں ہوئی جہاں میرے والد مرحوم شفیع احمد خان، فوجی خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ چونکہ اس مسلم ریاست کا باقاعدہ الحاق ہندوستان کے ساتھ نہیں ہوا تھا۔ اس لئے والد صاحب نے وہیں رہنے کا فیصلہ کیا۔ مگر جب 26 جنوری 1950ء کو ہندوستان نے ریاست کو اس کے عوام کی مرضی کے خلاف زبردستی اپنے قبضہ میں لے لیا تو والد صاحب نے پاکستان کے لئے اپنی خدمات پیش کر دیں اور مارچ 1950ء میں ہمارا گھرانہ دوبارہ اپنے وطن پاکستان منتقل ہو گیا۔ والدہ صاحبہ بحمد اللہ بقیہ حیات ہیں جن کی عمر ماشاء اللہ اب 88 برس ہے۔ ان کا تعلق اردو دان پٹھان خاندان سے ہے۔ لہٰذا ان کی آغوش تربیت کی وجہ سے ہی میں اردو بہت اچھی لکھتا، پڑھتا اور بولتا ہوں۔ اردو کے علاوہ مجھے انگریزی، فارسی، پنجابی اور سندھی لکھنے پڑھنے میں بھی دسترس حاصل ہے مگر اپنی مادری زبان پشتو زیادہ بول نہیں سکتا البتہ بڑی حد تک سمجھ لیتا ہوں۔

آفاق سلیم: سر! آپ نے کہاں تک تعلیم حاصل کی؟

پروفیسر ظریف: میں نے ایم اے (اردو) ایم اے (سیاسیات) ایم اے (تاریخ) فاضل اردو، بی۔ ایڈ اور ڈپلوما ان جرنلزم کی ڈگریاں حاصل کی ہیں۔ اس کے علاوہ ادارہ نصاب و توسیع تعلیم اسلام آباد اور کیمبرج یونیورسٹی (برطانیہ) کی جانب سے منعقدہ تربیتی کورس میں شرکت کر کے اسناد بھی حاصل کی ہیں۔

علی رحمان: سر! آپ نے لکھنا کب سے شروع کیا؟

پروفیسر ظریف: بھئی! میں نے لکھنا تو اسی وقت سے شروع کر دیا تھا جب میں نے چھ برس کی عمر میں پہلی جماعت میں داخلہ لیا اور مجھے مار مار کر تختی اور سلیٹ پر لکھنا سکھایا گیا (قہقہہ)

آفاق سلیم: سر! ہمارا مطلب ہے آپ کی ادبی زندگی کا آغاز کب سے ہوا؟

پروفیسر ظریف: بچوں کے لئے تو میں نے اس وقت سے لکھنا شروع کر دیا تھا جب میں خود بھی بچہ تھا۔ 1957ء میں جب میری عمر صرف پونے آٹھ برس کی تھی میں بچوں کے لئے ایک لطیفہ لکھ کر ادبی میدان میں داخل ہوا۔ میری یہ چند سطری تحریر ہفت روزہ "رہبر" کراچی کے بچوں کے صفحہ پر چھپی بچوں کے لئے پہلی نظم "کبڈی" کے نام سے 1966ء میں کہی جو ہفت روزہ "اخبار جہاں" میں چھپی۔

شائستہ بتول: آپ کی تخلیقات کن کن رسائل میں چھپتی ہیں؟

پروفیسر ظریف: بچوں اور بڑوں کے لئے میری نثری تخلیقات پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش کے متعدد معروف اور کثیر الاشاعت اخبارات و جرائد میں چھپتی رہتی ہیں جن میں روزنامہ جنگ، نوائے وقت، خبریں، کلام وقت (صادق آباد) جسارت، دیانت (صادق آباد) اور سونا صادق آباد کے علاوہ ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور، حکایت لاہور، سیارہ ڈائجسٹ لاہور، چاند لاہور، آداب عرض لاہور، سچی کہانیاں کراچی اور بھارت کے مشہور رسائل و جرائد "رنگ چمن" دہلی، ماہنامہ ضیا الوجیہہ (رامپور)، روزنامہ رامپور کا اعلان اور روزنامہ "ناظم" رامپور خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ بنگلہ دیش کے واحد اردو ماہنامے "انکشاف" میں بھی میری غزلیات اور افسانے شائع ہوئے۔ جبکہ بچوں کے رسائل میں ماہنامہ "پھول" سرفہرست ہے۔ جس کے لئے میں بہت تسلسل کے ساتھ لکھ رہا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان میں اتنا مفید اور معیاری بچوں کا پرچہ کوئی دوسرا نہیں جو بچوں میں اسلامی تشخص اور پاکستان کے جذبات کو فروغ دے رہا ہے۔ دیگر پرچوں میں "کھیل کھیل میں" کراچی، ماہنامہ "ہمدرد" کراچی، آنکھ مچولی لاہور، بچوں کی دنیا لاہور اور کھلونا لاہور شامل ہیں۔ مگر سچی بات تو یہ ہے کہ میں پھول کے علاوہ اب بچوں کے دیگر پرچوں کے لئے بہت کم لکھ پاتا ہوں۔

علی رحمان: آپ کی تصانیف کی تعداد کتنی ہے؟

پروفیسر ظریف: اب تک مختلف تعلیمی موضوعات پر میری تحریر کردہ 90 عدد درسی کتب چھپ چکی ہیں جن میں سے "قانون بین الاقوام" جامعہ کراچی کے ایم اے (سیاسیات، بین الاقوامی تعلقات)، ایل ایل بی اور ایل ایل ایم کے نصاب میں شامل ہے۔ کتاب "جدید ابلاغیات" بی اے اور بی اے (آنرز) صحافت کے لئے لکھی گئی جبکہ "اخلاقیات" نہم/ دہم کے ان غیر مسلم طلبہ کے لئے ہے جو اسلامیات کے بجائے اخلاقیات کے مضمون کا پرچہ دیتے ہیں۔ مطبوعہ ادبی کتب میں "عامیانیاں" سنجیدہ افسانوی اور کہانیوں کا مجموعہ ہے اور "لکھواس" مزاحیہ تحریروں پر مشتمل ہے۔ یہ دونوں کتب مکتبہ فریدی کراچی نے چھاپی ہیں۔

شائستہ بتول: آپ کو ادبی خدمات پر کوئی انعام بھی ملا؟

پروفیسر ظریف: میری ادبی خدمات کا سب سے بڑا انعام تو

باقی صفحہ 27 پر

پھول جیسا معیاری پرچہ شاید ہی کوئی دوسرا ہو

چھ برس کی عمر میں مار مار کر مجھے لکھنا سکھایا گیا تھا

فائمہ عروج

پیارے ساتھیو! کبھی کبھی یوں ہوتا ہے کہ پیارے رب کی کسی نعمت' کسی تحفے سے اس کے پیار کا احساس اتنا بڑھ جاتا ہے کہ خوشی یا التجا کرتے ہوئے' معافی مانگتے ہوئے' ندامت سے' پشیمانی سے آنکھیں بھر آتی ہیں۔ کبھی اسکی محبت تو کبھی ہیبت سے آنسوؤں کی لڑی لگ جاتی ہے۔ کبھی رات گئے' تنہائی میں' اسکی یاد دل میں جاگتی ہے تو رونے کو دل چاہتا ہے۔ کبھی جو ایسا موقع آئے تو آنسو بہانے میں کنجوسی مت کیجئے۔ پیارے اللہ کو ایسے آنسو بہت پسند ہیں جو اس کے لئے بہائے جائیں اور جب آنسو پسند ہیں تو آنسو بہانے والا بندہ کیونکر نہ پسند آئے گا بھلا؟ ہمارے پیارے حضور ﷺ بھی فرماتے تھے کہ اگر کسی

اس نے موت کی سزا پانے والے قیدی کو چھوڑ دیا اور بے قصور کو پھانسی دے دی

بندہ مومن کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کے خوف و ہیبت میں آنسو نکلے اگرچہ وہ مقدار میں اتنا کم ہی کیوں نہ ہو کہ مکھی کے سر کے برابر لگے اور پھر...... وہ آنسو بہہ کر چہرے پر پہنچ جائے تو اللہ تعالیٰ اس چہرے پر آتش دوزخ کو حرام فرما دیتا ہے۔

کتاب ہدایت

"کیا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیمؑ سے پروردگار عالم کے بارے میں جھگڑا کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے بادشاہی دی تھی (یہ شخص نمرود تھا جو خدائی کا دعویدار تھا) جب ابراہیمؑ نے اسے کہا کہ میرا رب وہ ہے جو زندگی دیتا ہے اور مارتا ہے۔ تو اس نے کہا میں بھی زندگی اور موت دیتا ہوں (اس نے موت کی سزا پانے والے قیدی کو چھوڑ دیا اور بے قصور کو پھانسی دے دی)...... اس پر ابراہیم نے یہ دلیل پیش کی کہ میرا رب وہ ہے جو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے...... تو اسے مغرب سے نکال کر دکھا اس پر وہ شخص متحیر رہ گیا (اور لاجواب ہو گیا۔ اسی جیسے ظالم ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا" (اس واقعے کے بعد ایک اور واقعہ بیان کیا گیا ہے)

ایک شخص (یہ شخص حضرت عزیرؑ تھے) ویران شہر کے اجاڑ کھنڈرات میں سے گزرا اور حیران ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو مر جانے کے بعد کس طرح زندہ کرے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اسے موت سے ہمکنار کر دیا۔ سو سال بعد دوبارہ زندہ کیا تو پوچھا...... تم کتنا عرصہ اس حالت میں رہے۔ اس نے جواب دیا...... ایک دن یا دن کا کچھ حصہ...... تب اس کو بتایا گیا کہ تم اس حالت میں سو سال رہے ہو۔ اپنے کھانے اور پانی کو دیکھو وہ خراب نہیں ہوا (جبکہ) اپنے گدھے کو دیکھو (جو ہڈیوں میں تبدیل ہو گیا ہے اور ہم نے یہ اس لئے کیا تاکہ) تم لوگوں کے لئے نشانی بن جاؤ۔ اب (گدھے کی) ہڈیوں کی طرف دیکھو ہم انہیں کس طرح اٹھاتے اور ان پر گوشت چڑھاتے ہیں (اور جب ایسا ہو گیا) اس شخص پر حقیقت واضح ہو گئی تو اس نے کہا میں جان گیا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

یہ سورۃ البقرہ کا 35 واں رکوع ہے۔

حدیث آف دی منتھ

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص کوئی نماز وقت پر ادا کرنا بھول جائے اس کو چاہئے کہ جب اسے یاد آئے تو فوراً پڑھ لے۔ فراموش شدہ نماز کا کفارہ بس یہی ہے۔"

بلاعذر شرعی نماز قضا کرنا سخت گناہ ہے۔ ذرا سوچئے تو...... اللہ پاک سے ملاقات کا ٹائم ہو...... ہم ادھر ادھر کے کاموں میں لگے ہوں اور وہاں ہمارا انتظار کیا جا رہا ہو۔ وہ جن کی بہت سی نمازیں قضاء ہوں انہیں ایک ٹپ بتاؤں...... اب جبکہ آپ نے پابندی سے نماز پڑھنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ آپ ہر نماز کے ساتھ ایک قضاء نماز پڑھ لیا کریں۔ یا پھر اندازہ لگا لیں کہ اتنے دن یا اتنے سال آپ غفلت میں رہے۔ اس عرصے کی اتنی نمازیں بنتی ہیں۔ پانچ وقت کی نمازوں کا ایک چارٹ بنا لیں یا ڈائری میں لکھ لیں۔ پھر جب وقت ملے (طلوع و غروب آفتاب اور زوال کے علاوہ) اپنی قضا نمازیں لوٹاتے جایئے اور چارٹ پر نشان لگاتے جایئے۔

رضاعی رشتوں کا احترام

o ہمارے حضور ﷺ اپنے رضاعی رشتوں کا بھی خاص احترام فرماتے تھے۔ ایک بار آپ کے رضاعی باپ حارث آئے تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے سامنے بٹھایا یا پھر اماں حلیمہ سعدیہ آئیں تو انہیں اپنی چادر پر بٹھایا۔

o ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی ثوبیہ کو بھی آپ کو دودھ پلانے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ انہیں مدینہ منورہ سے کپڑوں کا جوڑا بھیجا کرتے تھے۔

o ایک جنگ میں حضرت شیما بنت حارث گرفتار ہوئیں تو انہوں نے آپؐ سے فرمایا! مجھے پہچانئے میں آپؐ کی رضاعی بہن ہوں ایک بار آپؐ نے بچپن میں میری انگلی کو چبایا تھا جس کا نشان اب بھی باقی ہے۔ حضور سید عالم ﷺ کی آنکھوں سے فرط محبت سے آنسو جاری ہو گئے۔ بہن کیلئے چادر بچھا دی اور فرمایا! "تم اگر میرے ہاں رہنا چاہو تو تمہارا اپنا گھر ہے' واپس جانا چاہو تو پہنچا دیا جائے گا۔ حضرت شیما نے واپسی کی خواہش کی تو انہیں چند اونٹ' بکریاں اور سامان دے کر اعزاز سے واپس رخصت کر دیا گیا۔ اسی روز وہ مسلمان ہو گئیں۔

مسجد نبوی کی ترکی تعمیر

سلطان عبدالحمید خاں مرحوم اور ترکی حکومت کے دور حکومت کے دور اقتدار کی منہ بولتی تصویر مسجد نبوی کی تعمیر ہے جو انتہائی عقیدت و محبت سے تیار کی گئی۔ معماروں پر کڑی نظر رکھی گئی تھی کہ بے وضو کام نہ کریں۔ سرخ ستون حرم انور سے باہر تیار کئے جاتے تھے اور مسجد شریف میں لا کر رکھ دیئے جاتے۔ اس امر کا خاص خیال رکھا گیا کہ منبر انور کے قرب و جوار میں آہٹ پیدا نہ ہو۔ یہ حصہ 327 ستونوں پر مشتمل ہے۔ 31

اس امر کا خاص خیال رکھا گیا کہ منبر انور کے قرب و جوار میں آہٹ پیدا نہ ہو

ستونوں پر سنگ مرمر کے ٹکڑے جڑے ہوئے جو پہلی حد کو واضح کرتے ہیں۔ ستونوں کی ایک لائن پر پھول کندہ دکھائی دیتے ہیں جو مسجد کی حد بندی کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ باب السلام سے ستونوں کی لائنیں دیکھیں تو صاف معلوم ہوگا۔ پوری سدھائی میں نہیں ہیں۔ پہلے دالان میں کافی جگہ ہے مگر محراب نبوی کے قریب جا کر یہ جگہ تنگ ہو جاتی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ ترکوں کی تعمیر کے موقعہ پر اہل مدینہ منورہ نے حکومت پر واضح کر دیا تھا کہ مسجد شریف کے جو ستون حضور ﷺ کے دور میں تھے۔ انہیں قطعی طور پر اپنی جگہ سے نہ ہلایا جائے ورنہ اہل مدینہ سر کٹانے سے دریغ نہ کریں گے چنانچہ ترکی حکومت نے اہل مدینہ کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے ان میں کسی قسم کا تقدم تاخر نہ کیا۔

یہ تعمیر 1265ھ میں شروع ہوئی اور 1277ھ مکمل ہوئی۔ اس پر ایک کروڑ ساڑھے بارہ لاکھ روپیہ صرف ہوا۔

کبوتروں کی محبت

جب سعودیوں نے حرم شریف کا انتظام سنبھالا تو حرم انور کو صاف ستھرا رکھنے کیلئے فیصلہ کیا کہ حرم شریف میں کبوتروں کو دانا نہ ڈالا جائے اس طرح کبوتر دانہ کی تلاش میں دوسری جگہوں پر منتقل ہو جائیں گے اور حرم شریف صاف رہ سکے گا۔ اس حکم پر عمل کیا گیا کئی دن گزر گئے مسجد نبوی کے کبوتر بھوک سے مرنے لگے مگر گنبد خضریٰ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ پھر بھی آستانہ محبوب چھوڑنے کو تیار نہ تھے۔ اہل مدینہ نے اس عشق و محبت بھرے منظر کو دیکھا۔ دنیا میں یہ بات شہرت پکڑ گئی۔ لوگوں نے حکومت کو تار دیئے' اصرار کیا' لہٰذا دانہ ڈالنے کا معاملہ حسب سابق پھر سے شروع ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کبوتر اس جوڑے کی نسل سے ہیں جنہوں نے غار ثور کے دہانے پر گھونسلا بنایا تھا۔ محبوب کریم کو ان کی خدمت ایسی پسند آئی کہ ان کی نسل کو بھی اپنے پاس رہنے کی اجازت فرما دی۔

(اقتباسات از ''مدینۃ الرسول'')

''بیرحاء''

حضرت ابو طلحہؓ مدینہ کے انصار میں سب سے زیادہ مالدار شخص تھے ان کے کھجور کے باغات تھے۔ ان میں سے ایک باغ مسجد نبویؐ کے آگے کی جانب واقع تھا۔ اس باغ کا نام ''بیرحاء'' مشہور تھا۔ یہ باغ حضرت ابو طلحہؓ کو بہت محبوب تھا۔ حضور سید عالم ﷺ اس باغ میں تشریف لے جاتے۔ اس کا میٹھا پانی نوش فرماتے اور سایہ میں آرام فرماتے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی ''تم نیکی کو ہرگز نہیں پہنچ سکتے جب تک اپنی وہ چیزیں (خدا کی راہ میں) خرچ نہ کرو جنہیں تم عزیز رکھتے ہو۔''

حضرت ابو طلحہ نے یہ آیت سنی تو دربار رسالت میں حاضر ہو کر فرمایا! ''یارسول اللہ ﷺ میرا سب سے محبوب مال بیرحا ہے لہٰذا آج سے وہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے میں اس کے ثواب کا آخرت میں اللہ تعالیٰ کے پاس ذخیرہ ہونے کا امیدوار ہوں۔'' آپؐ اسے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مصرف میں لے آئیں۔''

رسول کریم ﷺ نے یہ سنا تو فرمایا۔ ''بہت خوب یہ تو بہت نفع بخش سودا ہے۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ تم اسے اپنے رشتہ داروں میں بانٹ دو'' حضرت ابو طلحہؓ نے اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کی اور ''بیرحا'' کو اپنے رشتہ داروں اور چچازاد بھائیوں میں بانٹ دیا۔

دلجوئی

ایک بار حضور ﷺ گھر تشریف لائے تو ام المومنین حضرت صفیہؓ کو روتے دیکھا' سبب پوچھا تو عرض کی ''حضور عائشہ اور حفصہ مجھے چھیڑتی ہیں اور کہتی ہیں حضور ﷺ کی نظر میں ہم زیادہ محبوب و محترم ہیں کیونکہ ہم آپ کی بیویاں بھی ہیں اور خاندانی رشتہ بھی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اب اس قسم کی بات چھڑ جائے تو کہنا تم میرا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔ میرے والد ہارون علیہ السلام (حضرت صفیہ کی ان سے نسبت تھی) ہیں۔ میرے چچا ''حضرت موسیٰ علیہ السلام'' ہیں اور میرے شوہر حضرت ''محمد رسول ﷺ'' ہیں۔ (اقتباس از ''مدینۃ الرسول'')

کوہ طور

ابن شیبہ نے انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ جب کوہ طور پر تجلی آئی تو وہ تاب نہ لاسکا اور ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ اس کے تین ٹکڑے مکہ مکرمہ میں جا گرے۔ ''کہ حرا' کوہ ثبیر اور کوہ ثور'' تین ٹکڑے مدینۃ الرسول میں جا گرے۔ ''احد' ورقان اور رضوی''۔ ورقان مدینہ منورہ سے چار منزل کی مسافت پر مکہ مکرمہ کے راستے میں ہے اور رضوی بھی اسی قدر فاصلے پر ہے۔

حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ ''چار پہاڑ جنت کے پہاڑوں میں سے ہیں۔ ''احد' ورقان' طور اور لبنان۔''

(اقتباس از ''تاریخ مدینہ'')

ایک عاشق رسول

سلمان نام تھا آپکا ...... کنیت ابو عبداللہ ...... فارس کے ایک قصبہ جئ کے رہنے والے تھے۔ مجوسی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ پر نصرانی عقیدے کو اپنے عقیدے سے بہتر پایا۔ یہیں سے انکی آزمائش کا دور شروع ہوگیا۔ مصائب بڑھے تو ایک قافلے کے ساتھ بھاگ نکلے اور ایک بڑے پادری عالم کے پاس جا پہنچے پھر ایک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے عالم تک کا سفر شروع ہوگیا۔ مگر پیاس تھی کہ بڑھتی ہی جاتی تھی۔ بالآخر ایک قریب المرگ عالم نے بتایا کہ وادی فاران میں پیغمبر آخر الزمان کا ظہور ہونے والا ہے۔ تمہارا مطلوب وہیں ملے گا۔ سلمان فارسی کھجوروں کی اس سرزمین کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ اس دوران مشکلیں اتنی پڑیں کہ آساں ہوگئیں۔ دیار محبوب تک پہنچنے میں آپ دس بار بکے اور خریداروں نے بڑی بے رغبتی سے چند ٹکوں میں خریدا۔ ان چند درہم خرچ کرنے والوں کو کیا خبر تھی کہ یہ غلام جلد ہی بازار عشق و محبت میں انمول ہو جانے والا ہے۔ آپ ایک غلام کی حیثیت سے یہودی مالک کے باغ میں کام کر رہے تھے مالک کے ایک مہمان کی آواز کان میں پڑی کہ مکہ مکرمہ سے ایک نبی ہجرت کرکے مدینہ آئے ہیں۔ پھر کیا تھا حضرت سلمانؓ پر وجد طاری ہوگیا اس کیفیت میں زبان پر ایک ہی شعر جاری تھا ''میرے دوستوں خدا کی قسم اب میں تمہارے کام کا نہیں رہا' کہ مجھے دیار حبیب کا پہاڑ نظر آ گیا ہے'' حضرت سلمان فارسی کو انکے پادری معلم نے چار علامات بتائی تھیں کہ جس میں یہ چار علامات ہوں گی تو یقین کر لینا وہی رسول موعود ہیں۔

''ساتھیوں کیا آپ میں سے کوئی جانتا ہے کہ وہ چار علامات کونسی تھیں؟'' اس سوال کا جواب 10 مارچ تک بھجوا دیجئے۔ اس سے اگلے ماہ ان علامات کی تفصیل کے ساتھ آپ کے نام بھی شائع ہونگے۔

سوچنے کی بات

سورۃ احزاب میں ہے کہ ''اے نبیؐ اپنی بیویوں' بیٹیوں اور مومن عورتوں کو بتا دیجئے کہ باہر نکلیں تو اپنے چہروں پر پلو لٹکا لیا کریں۔''

پاک کتاب کی اسی سورت میں ہے کہ ''اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھرو جس طرح عورتیں جاہلیت کے دور میں نمائش کرتی ہیں۔''

پھر یہ بھی فرما دیا کہ ''اگر تم برائی سے بچنا چاہتی ہو تو غیر مردوں سے دبی زبان کے بجائے صاف سیدھی اور کھری کھری بات کرو''۔ تاکہ مرد لہجہ کی شیرینی اور نرمی سے متاثر ہو کر غلط توقعات وابستہ نہ کر بیٹھیں۔ آپ کو علم ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے عورت کو اذان دینے کی ممانعت کیوں فرمائی؟ کیونکہ آپ نہیں پسند فرماتے تھے کہ عورت کی آواز بلا ضرورت غیر مرد کو سنائی جائے۔ عورت اگر جماعت میں ہو اور امام نماز میں غلطی کر جائے تو وہ اسے سبحان اللہ کہہ کر زبان سے متنبہ بھی نہیں کرسکتی۔ سورۃ نور میں مومن عورتوں کو حکم ہے کہ ''وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔'' نبی اکرم ﷺ نے عورت کا خوشبو لگا کر گھر سے باہر جانا بھی ناپسند کیا ہے۔ ہمیں اپنی عادتوں کو نگاہوں کو سکون کو' رشتوں کے مان کو' آبرو اور تہذیب کو' اپنی عزت اور اپنی روح کو' اپنی سوچ اور روایات کو خود سنبھالنا ہے' خود سہارا دینا ہے ...... اور آپ اس کے سہارے کھڑا ہونا ہے ...... گرنے نہیں دینا ...... نہ اپنے آپ کو نہ' اپنی عزت اور وقار کو' نہ اپنی نظروں میں نہ دوسروں کی ...... سوچیئے اور سوچ کر بتایئے آپ نے کیا ارادہ کیا ...... اپنے آپ سے کیا وعدہ کیا ...... ہم منتظر ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے عورت کا خوشبو لگا کر گھر سے باہر جانا بھی ناپسند کیا ہے

میرے دوستوں خدا کی قسم اب میں تمہارے کام کا نہیں رہا' کہ مجھے دیار حبیب کا پہاڑ نظر آ گیا ہے''

تازیانہ

رنگین خوابوں میں گھری ایک لڑکی کا ماجرا
لوگ رنگوں کا فرق سمجھتے تھے اور وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔

ضحیٰ ساجد

اس مرتبہ صرف دبئی اور ابوظہبی کا چکر ہی لگے گا۔ انگلینڈ کا وزٹ اگلے سال تک کیلئے Delay کر دیا ہے پاپا کو بزنس میں بہت لاس ہوا ہے وہ افورڈ نہیں کر سکیں گے۔ حنا نے ماہین اور رابعہ کے سامنے شیخی بھگاری۔

تمہارا کہاں کا ارادہ ہے ماہین؟ رابعہ بولی۔

اس نے کہاں جانا ہے لے دیکر نانا نانی سے ملنے گاؤں کا چکر ہی لگائے گی۔ رہٹ۔ درختوں سے لٹکتی پینگوں' اپلوں کی بد بو والے دودھ' لسی پراٹھے انہی میں زندگی کے مزے ڈھونڈ لے گی۔ ماہین کے جواب دینے سے پہلے ہی حنا بول اٹھی اور ماہین کا سر شرمندگی کے مارے جھک گیا۔

حنا پلیز مجھے اپنے ڈیسک پر بیٹھنے دو مجھے کہیں جگہ نہیں مل رہی مہرین نے ملتجی سے انداز میں حنا سے کہا جو پورے ڈیسک پر اپنا بھاری بھر کم وجود اور بستہ اس طرح پھیلا کر بیٹھی تھی جیسے یہ اسی کی ملکیت ہو۔ جی نہیں میں نہیں بٹھا سکتی میرے پاس جگہ نہیں حنا نے سرد مہری سے جواب دیا۔

پلیز بٹھا لو نا۔ میں اپنا بیگ گود میں رکھ لوں گی زیادہ جگہ نہیں لوں گی۔

ٹھیک ہے بیٹھ سکتی ہو۔ سر اٹھائے بغیر حنا کی طرف سے جواب ملا۔ تیسرا پیریڈ فری تھا مس ماہ جبیں چھٹی پر تھیں۔ لڑکیاں حسب معمول فوراً باتوں میں مشغول ہو گئیں۔ مہرین کی حنا سے کوئی خاص بات چیت نہیں تھی۔ اس لئے وہ بائیو کی پریکٹیکل کاپی پر ڈائیگرام بنانے لگی۔

مہرین؟ ہوں

سکول کا ہوم ورک کمپلیٹ کرنے کے بعد کیا کرتی ہو؟ کیا مطلب؟ مہرین نے حیرانگی سے پوچھا بھئی i mean گھر میں Free Timings میں تمہارے کیا مشاغل ہیں۔ ہوم ورک اور گھر کے دوسرے کاموں سے مجھے کوئی خاص فرصت نہیں ملتی کہ کچھ اور کر سکوں۔ مہرین نے سادگی سے جواب دیا۔

اچھا تو گھر کی صفائی ستھرائی اور کھانا پکانے کی تمام تر ذمہ داری تمہارے کندھوں پر ہے۔ حنا نے طنز کیا۔

نہیں وہ اصل میں بات یہ ہے کہ میں گھر میں سب سے بڑی ہوں نا تو امی کی مدد وغیرہ کروانی ہوتی ہے۔ وہ بے چاری آخر اکیلی کیا کیا کریں۔

تو کوئی ملازم ہی رکھ لو۔ حنا نے مشورہ دیا۔

بابا کی تنخواہ میں ملازم کی گنجائش نہیں ہے۔ مہرین نے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا۔

Ooh So Boaring اتنی فضول اور simple سی زندگی ہے تمہاری نہ کوئی تفریح نہ ہنگامہ نہ کوئی شور شرابہ۔

I Can t imagine حنا نے ایک ادا سے کہا۔

میں تو جب تک روزانہ چیٹنگ نہ کر لوں مجھے چین نہیں آتا۔ Sunday والے دن پاپا کے ساتھ Outing پر بھی ضرور جاتی ہوں۔ کبھی Pc میں ڈنر کا پروگرام بھی بن جاتا ہے اور فنکشنز بھی چلتے ہی رہتے ہیں اور ہاں یہ تو بتانا بھول گئی کہ شام کو کالونی کی لڑکیوں کے ساتھ لان ٹینس ضرور کھیلتی ہوں۔ چھٹیوں میں پاپا کے فارم ہاؤس پکنک منانے جاتے ہیں بہت بڑا فارم ہے میرے پاپا کا مہرین اسکی باتوں سے لاپروا اپنے کام میں مشغول تھی۔ اسے ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

اسکو اپنی جانب متوجہ نہ پا کر حنا نے بھی چپ سادھ لی۔ کیا بتاؤں کہ کیا چیز ہے وہ لڑکی۔ اتنی گپیں مارتی ہے کہ بس توبہ ہی بھلی۔ کوئی تین دن تک متواتر اسکے ساتھ بیٹھ جائے تو شدید قسم کے Status complex کا شکار ہو جائے گا۔ بریک میں سعدیہ' عطیہ اور حمیرا کو بتا رہی تھی۔

کوئی نئی بات تو نہیں حنا صاحبہ کی تو ہمیشہ سے ایسی عادت ہے یاد رہے۔ اس دن فرما رہی تھیں کہ میں نے تو کبھی یہ دیسی قسم کے پاکستانی کھانے کھائے ہی نہیں چائینز کھانے مجھے پسند ہیں وہی ہمارے ہاں پکتے ہیں۔ سعدیہ نے حنا کی نقل اتارتے ہوئے کہا۔

ہاں جیسے وہ برگر سٹائل کلچر کی ہی پیداوار ہو۔ عطیہ گویا ہوئی۔

اب بندہ پوچھے اتنا ہی نخرہ ہے محترمہ میں تو اس تیسرے درجے کے گورنمنٹ کے سکول میں کیوں بیٹھی ہو۔ شہر میں انگلش میڈیم پرائیویٹ سکولز کی کمی تو نہیں ہے۔

Biology کے پریکٹیکل کا سلیبس بدل گیا ہے نئے سلیبس کا ایک حصہ Herbarium sheat بھی ہے۔

مس کونسی والی sheat؟

اوہو بھئی آپ لوگوں نے مختلف قسم کے پودے اکٹھے کرنے ہیں اور ان کو ایک شیٹ پر لگانا ہے اور اس شیٹ کو Herbarium sheat کہتے ہیں ٹھیک ہے۔

یس مس۔ امتحانات قریب ہیں یہ کام جلد از جلد مکمل ہو جانا چاہیے لیکن مس ہم پودے کہاں سے اکٹھے کریں گے۔ نمرہ نے پوچھا آپکے گھروں میں چھوٹے چھوٹے باغیچے تو ہوں گے نا وہاں سے اکٹھے کر لیجئے گا۔ مس نے نرمی سے سمجھایا۔

لو مس ہمارے گھر تو باغیچے نہیں کئی لڑکیاں بیک وقت بول اٹھیں۔

لو پرابلم اچانک ہی مہرین کھڑی ہوئی۔ حنا وغیرہ کا فارم ہاؤس کافی بڑا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہاں سے پودے اکٹھے کئے جائیں ہاں مجھے تو کوئی اعتراض نہیں لیکن حنا آپ کے ابو شاید نہ مانیں۔ مس نے حنا کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔ مس ہم ملکر اسکے پاپا کو منالیں گے۔ مہرین نے ہنستے ہوئے کہا۔

میم مم...... ہمارا تو فارم ہاؤس ہے ہی نہیں حنا نے ہکلاتے ہوئے کہا۔ مگر تم نے تو کہا تھا کہ میرے پاپا کا کئی ایکڑ کا فارم ہاؤس ہے۔ وہ تو میں اپنے چچا کے فارم کے بارے میں بتا رہی تھی۔

کلاس میں اونچے قہقہے لگنے لگے۔ کلاس خاموش ہو جائے۔ میرا خیال ہے کہ لارنس گارڈن آپکو تفریحی ٹور پر لے کر جایا جائے اور وہاں سے پودے اکٹھے کر لیے جائیں۔

یس مس۔ لڑکیاں اونچی آواز سے بولیں۔

لیکن مسئلہ یہ ہے کہ پودوں کے نام ہمیں کیسے پتا چلیں گے۔

حنا میرے پاس ایک web site کا پتا موجود ہے جس میں بہت سے قسموں کے پودوں کے نام اور ان کی خصوصیات وغیرہ موجود ہیں۔ تمہارے پاس تو کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی سہولت ہے نا تم یہ کام کرو کہ اس سائٹ سے پودوں کے نام پتا کر لینا۔ سعدیہ نے حنا کے سپرد ایک نیا کام کر دیا۔

ہم لوگوں کا تو کمپیوٹر خراب ہے حنا نے مردہ آواز میں جواب دیا۔ اس سے پہلے کہ سعدیہ کی جانب سے کچھ اور کہا جاتا مس نے حالات کو سمجھتے ہوئے اعلان کیا کہ اس مقصد کیلئے سکول کا کمپیوٹر استعمال کیا جائے گا۔ یہ کہہ کر مس کلاس سے چلی گئیں۔

حنا سر جھکائے بیٹھی رہی۔ لڑکیوں کی دبی دبی ہنسی کی آوازیں اسکی سماعت پر تیر بن کر ٹکرا رہی تھیں۔

جوں توں کر کے چھٹی ہوئی۔ سکول کا تانگہ بچوں کو اتارتے ہوئے ایک ایسے گھر کے باہر کھڑا ہوا۔ جہاں دروازے کی بجائے ٹاٹ لگا ہوا تھا۔ ابا ہمیشہ کی طرح صحن میں چارپائی پر لیٹے کھانس رہے تھے وہ اندر آئی۔ کپڑے بدل کر باورچی خانے میں داخل ہوئی جہاں حسب معمول اماں موٹی موٹی روٹیاں اور پتلی پھیکی دال لئے اسکا انتظار کر رہی تھیں۔ باقی بہن بھائی کھانا کھا چکے تھے۔ اب گلی میں سے ان کے بولنے اور لڑنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اسکو خواہ مخواہ غصہ آ گیا وہ کھانا کھائے بغیر ہی باورچی خانے سے نکل آئی۔ باورچی خانہ بھی کیا سیڑھیوں کے نیچے زمین پر چولہا دھرا تھا۔ کپڑے کی دیواروں سے ڈھانپا ہوا تھا۔ وہ کمرہ میں داخل ہوئی پھٹے ہوئے پردے ٹوٹی ہوئی دیواریں لوہے کے بھاری صندوق جنکے کنڈوں پر زنگ آلود تالے پڑے تھے۔ پانچ چھ چارپائیاں اسکے ماتھے پر تیوریاں پڑ گئیں۔ سامنے ابا کے بچپن کا خریدا ہوا بلیک اینڈ وائٹ ٹی وی رکھا تھا۔ اس نے چلا دیا۔ عالیشان بنگلے، چمکتی دمکتی گاڑیاں، موبائل فون، مہنگے شو پیسز، قیمتی لباس، جیولری، خوبصورت رنگ برنگے لباسوں میں ملبوس ڈرامے میں اسکی عمر کی لڑکیاں...... زندگی کے اصلی حقائق ذمہ داریوں اور مسائل سے بہت دور۔ ناز نخروں کے ساتھ۔ سطحی خوشیوں کی خاطر ڈرامے میں اپنے حصے کے پارٹ پیش کر رہی تھیں...... اور...... حنا کے پریشان حال دماغ پر تازیانے لگا رہی تھیں۔

وہاں یہ سب کچھ کہاں سے اور کیسے آیا یہاں یہ سب کچھ میرے پاس کیوں نہیں۔

میں کلاس میں جا کر اپنی ان دیکھی دولت کی کہانیاں انہیں اچھی طرح تو سناتی ہوں پھر انہیں پتا کیسے چل جاتا ہے۔

بقیہ: پروفیسر محمد ظریف خاں

یہ ہے کہ بچے بڑے سب میری تحریروں کو سراہتے ہیں البتہ حکومت سندھ کی جانب سے 1994ء میں مجھے بزم فانوس کے زیر اہتمام بہترین اردو مصنف کا ایوارڈ ملا جبکہ سندھی ادب کی خدمات پر پاکستان اسٹیل کیڈٹ کالج کی شاہ لطیف ادبی سوسائٹی نے 1996ء میں شاہ لطیف ایوارڈ دیا۔ تاہم یہ مزے دار بات بتاتا چلوں کہ مجھے ادبی کاموں پر کم اور معلومات عامہ کے پروگراموں میں زیادہ اور بیش قیمت انعامات ملے۔ ٹی وی کے مقبول معلوماتی پروگرام نیلام گھر (طارق عزیز شو) سے دس عدد پروگراموں میں موٹر سائیکل، تین عدد ٹیلی ویژن، ریفریجریٹر اور دیگر قیمتی انعامات جیتے۔ ریڈیو پاکستان کے پروگرام ''ذہانت شرط ہے'' میں بھی شرکت کی اور کئی بار اول اور دوم انعام حاصل کیا۔

آفاق سلیم: ریڈیو یا ٹی وی سے بھی آپ کی کوئی تخلیق نشر ہوئی؟

پروفیسر ظریف: ریڈیو سے تو متعدد بار نغمے اور بچوں کے لئے نظمیں اور کہانیاں نشر ہوئیں جبکہ ٹی وی سے واحد قومی نغمہ پیش کیا گیا جس کا پہلا شعر ہے

جان و دل سے بھی پیارا ہے میرا وطن •
میری آنکھوں کا تارا ہے میرا وطن

شائستہ بتول: سر! آپ ایک صحافی بھی رہے ہیں۔ اس بارے میں کچھ فرمایئے؟

پروفیسر ظریف: بھئی جز وقتی صحافی تو میں اب بھی ہوں۔ صادق آباد سے نکلنے والے دو جرائد ماہانہ ''سبحان'' (اردو/سرائیکی) اور ماہنامہ ''عکس صادق'' کے شعبہ ادارت میں شامل ہوں اس کے علاوہ ماہنامہ تنزیل اسلام آباد اور روزنامہ ''الاخبار'' اسلام آباد کا اعزازی نمائندہ اور نامہ نگار بھی ہوں۔ باقاعدہ اور جز وقتی صحافی کی حیثیت سے میں روزنامہ ''حریت'' کراچی روزنامہ ''مشرق'' کراچی اور روزنامہ ''نوائے وقت'' کراچی سے منسلک رہا۔ بچوں کے ماہنامہ ''غنچہ'' کراچی اور ہفت روزہ ''اقدام'' کراچی کا نائب مدیر رہا۔ ایک اور دلچسپ بات سن لو! میں نے چند دوستوں کے اشتراک سے 1966ء میں بچوں کے لئے ''کہکشاں'' کے نام سے ایک کتابی سلسلہ اس وقت جاری کیا جب میں دسویں جماعت کا سولہ سالہ طالب علم تھا۔ میرے ان ساتھیوں میں تنویر پھول، ثروت حسین، علی احمد عامر، فرحت حسین، شوکت عابد اور اخلاق احمد جاوید شامل تھے۔ میں بزم رفتار ادب کا خبر نامہ بھی ''رفتار ادب'' کے نام سے نکالتا ہوں جو ضرورت کے مطابق چھپتا ہے۔

علی رحمٰن: سر! اپنی تدریسی زندگی پر بھی روشنی ڈالئے؟

پروفیسر ظریف: علی میاں! میں نے 1974ء میں پہلا ایم اے کر کے ایک اخبار میں ملازمت کی۔ 1976ء سے میں باقاعدہ تدریسی پیشے یا شعبہ سے منسلک ہوں۔ اس دوران پانچ برس تک ایک سرکاری سکول کا معلم رہا۔ بعد ازاں کالج کا لیکچرار اور پروفیسر ہوں۔ اب تک ملک اور بیرون ملک کے معروف تعلیمی اداروں میں خدمات انجام دے چکا ہوں جن میں پاکستان ایجوکیشن سینٹر قطر، پاکستان انٹرنیشنل پبلک سکول ایبٹ آباد، پی اے ایف کالج ملیر کینٹ اور ریذیڈنشل پبلک سکول لورالائی (بلوچستان) شامل ہیں۔ گزشتہ سات برس سے میں پاکستان کی سب سے بڑی کھاد فیکٹری فوجی فرٹیلائزر کمپنی، گوٹھ ماچھی، صادق آباد کے زیر انتظام قائم شدہ ایک انتہائی معیاری تعلیمی ادارے ایف ایف سی گرائمر ہائر سیکنڈری سکول (انٹر کالج) سے بحیثیت صدر شعبہ اردو منسلک ہوں۔ میں اس کالج کے سالانہ مجلے ''النور'' کا مدیر اعلیٰ بھی ہوں۔

آفاق سلیم: سر! ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ایف ایف سی کی ادبی سرگرمیوں میں بھی بھرپور حصہ لیتے ہیں ذرا اس کی کچھ تفصیل تو بتایئے۔

پروفیسر ظریف: ایف ایف سی محض ایک صنعتی ادارہ ہی نہیں بلکہ ادب و ثقافت کا مرکز بھی ہے۔ یہاں کے افسران اور کارکنان میں ادیبوں اور شاعروں کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے۔ ایف ایف سی ٹاؤن شپ کے چند ادب دوستوں نے یہاں ایک ادبی تنظیم ''محفل شعر و سخن'' قائم کی ہے جسے جنرل منیجر پلانٹ جناب طاہر جاوید اور ریذیڈنٹ منیجر جناب بریگیڈئر عابد عبیداللہ صاحب کی سرپرستی حاصل ہے۔ یہ تنظیم ادبی تقریبات اور سالانہ کل پاکستان مشاعرہ منعقد کراتی ہے۔ ڈاکٹر افتخار امام کاظمی اس کے کنوینر اور جناب سید ریاض حسین بخاری معتمد ہیں جبکہ میں ناظم نشر و اشاعت کی حیثیت سے فرائض سرانجام دے رہا ہوں۔ میں گرامر سکول میں اردو کی غیر نصابی سرگرمیوں کا بھی نگراں ہوں اور مجھے اس سلسلے میں کالج کے پرنسپل جناب محمد مرسل چودھری کی مکمل رہنمائی حاصل ہے۔

علی رحمٰن: سر! آخر میں آپ ملک کے بچوں اور نوجوانوں بالخصوص پھول کے قارئین کو کچھ پیغام یا مشورہ دینا چاہیں گے؟

پروفیسر ظریف: میرا پہلا مشورہ یا پیغام تو یہ ہے کہ پھول کا باقاعدہ اور بغور مطالعہ کریں کیونکہ یہ پرچہ اسلام دوستی، انسانیت، پاکستان سے محبت اور اتحاد و اتفاق کا درس دیتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ سب سے پہلے خود کو پاکستانی مسلمان سمجھیں۔ اردو کو اپنائیں اور اردو کو پھیلائیں۔ خود میں عجز و انکسار پیدا کریں اور صرف خدا کے حضور سجدہ ریز ہوں۔

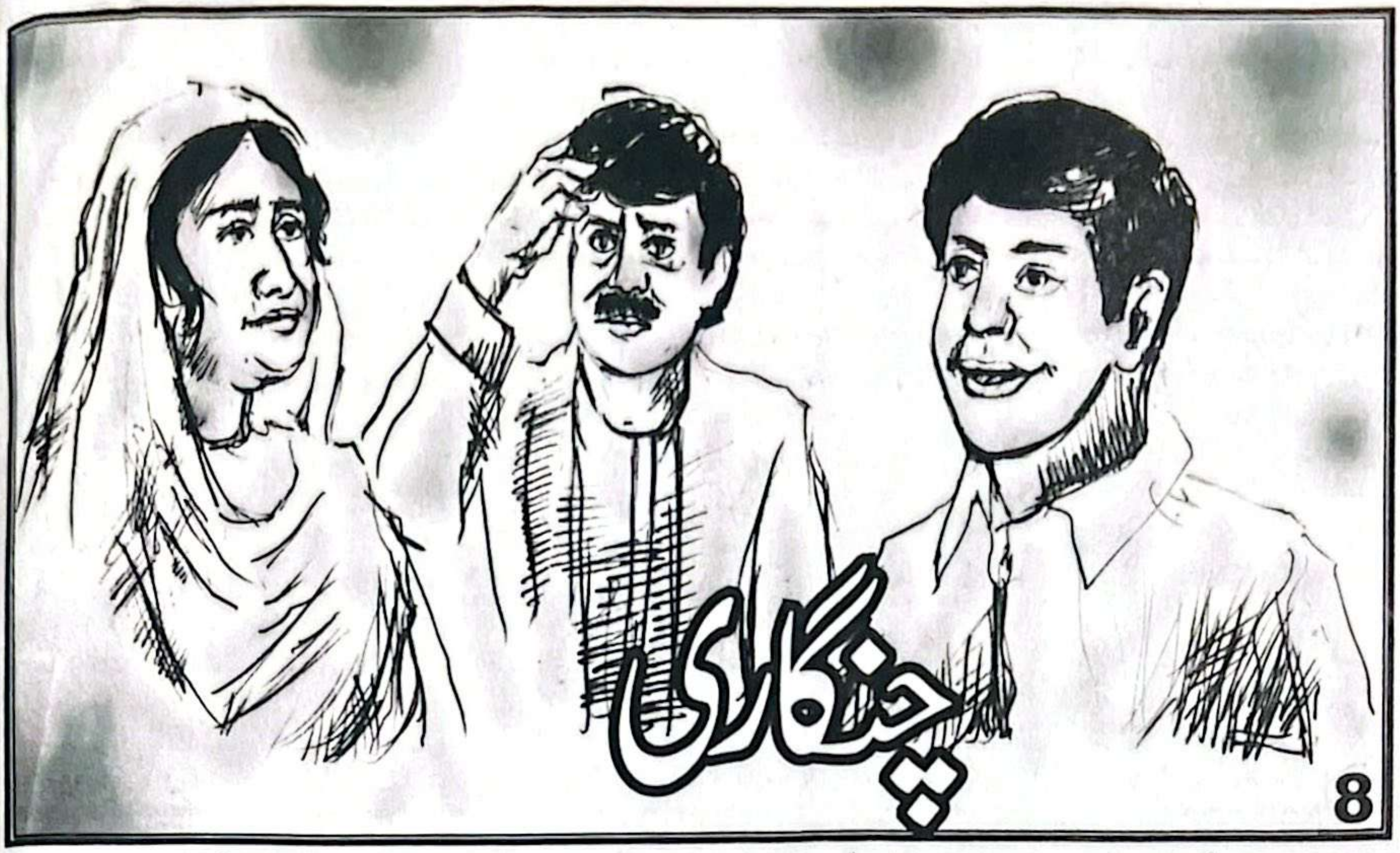

چنگاری

8

مائل خیر آبادی

انتخاب۔ صبیحہ عبدالقدوس

میں ان دنوں درجہ سات میں پڑھتا تھا۔ اس وقت میری عمر تقریباً 14 سال تھی۔ میں اپنے درجے میں سب سے تیز تھا۔ پڑھنے لکھنے میں بھی اور کھیل کود میں بھی اور تندرستی میں بھی سب سے اچھے نمبر پاتا تھا۔ چینی زبان کے پڑھائے ہوئے اسباق مجھے خود یاد تھے انجیل کی بہت سی آیتیں میری زبان پر تھیں۔ سکول میں جب مجھ سے ان کے بارے میں سوال کیا جاتا تو میں فرفر سنا دیتا۔ لیکن جب میں سکول سے گھر واپس آتا اور اپنی کتاب کے سبق اور انجیل کی آیتیں ابا جان یا امی جان کو سناتا تو انکا چہرہ اداس ہو جاتا۔ انہیں میرا سبق سن کر ایسی بے چینی ہوتی کہ میں بچہ ہونے پر بھی اس بے چینی کو محسوس کر لیتا۔ ابا مجھے سکول سے آتا دیکھتے میرا بستہ اور میری کتابیں دیکھتے میرا سبق سنتے تو پریشان ہو کر اپنے کمرہ کی طرف بھاگتے جس کے پاس کسی کو جانے کی اجازت نہ تھی۔ وہ بڑے دیر کے بعد کمرے سے واپس آتے اور جب باہر آتے تو میں انکی سرخ آنکھیں اور انکا چہرہ دیکھ کر سمجھ لیتا کہ وہ ضرور روئے ہیں۔ کمرے سے واپس آکر وہ مجھے سینے سے چمٹا لیتے اور کچھ کہنے کیلئے ہونٹ کھولتے لیکن ان کے ہونٹ کپکپا کر رہ جاتے۔

یہ تو ہر روز شام کو ہوتا۔ صبح جب میں سکول جانے کی تیاری کرتا تو ابا کی طرح اماں جان کو بھی پریشان پاتا۔ ابا جان میرے سو کر اٹھنے سے پہلے ہی کام پر چلے جاتے تھے۔ سکول جاتے وقت اماں جان مجھے اس طرح رو رو کر رخصت کرتیں جیسے انکا بیٹا یعنی میں جلتی ہوئی بھٹی میں کودنے جا رہا ہوں۔ پھر جب میں دس پانچ قدم باہر نکل جاتا تو وہ مجھے پکارتیں' میں واپس چلا جاتا وہ مجھے سینے سے چمٹاتیں پیار کرتیں اور پھر بڑی بے چینی کے ساتھ مجھے چھوڑتیں۔ اس کے بعد جب میں شام کو سکول سے گھر آتا تو میری اداس اور دن بھر رونے والی ماں اس طرح بھینچ لیتیں جیسے میں برسوں کے بعد کہیں سے گھر آیا ہوں۔

اماں اور ابا کا یہ حال میرے لئے ایک ایسا راز تھا جسے میں سوچنے پر بھی سمجھ نہ پاتا۔ پھر جب کبھی ابا اماں سے باتیں کرتے جسے میں سمجھ نہیں سکتا تھا میں ان کے پاس جاتا وہ پھر چینی زبان میں باتیں کرنے لگتے۔ اماں اور ابا کا یہ طور طریقہ دیکھ کر میں نہ جانے کیا سوچنے لگتا طرح طرح کی باتیں میرے ذہن میں آنے لگتیں۔ کیا میں انکا بیٹا نہیں ہوں؟ لیکن وہ دونوں تو مجھے اپنی جان سے زیادہ پیارا سمجھتے ہیں۔ وہ مجھے اپنے کمرے میں کیوں جانے سے روک دیتے ہیں؟ شاید میں انکا بیٹا ہوں ہی نہیں۔ ان کے کوئی بیٹا نہ ہوگا' میں انکو کہیں پڑا ملا ہونگا اور انہوں نے اٹھا لیا ہو گا اور پھر مجھے پال لیا ہو گا یہ پالنے پوسنے ہی کی محبت ہے۔ لیکن یہ بات ہوتی تو محلے میں چرچا ہوتا اور کوئی تو مجھ سے کہتا پھر سکول میں بھی میرے بابا کا نام یہی لکھا ہے جو ابا کا نام ہے...... تو؟ میں سوچتے سوچتے تھک جاتا اور کچھ نہ سوچ سکتا۔ اس سوچ کا مجھ پر یہ اثر ہوا کہ میں سیر سپاٹے اور کھیل کود سے الگ رہنے لگا۔ مجھے کھیل تماشوں سے نفرت ہونے لگی۔ میں اپنے دوستوں کو بھی چھوڑ دیا۔ اب میں سکول جاتا تو وہاں سب سے الگ تھلگ رہتا۔ کبھی کبھی تو ایسا بھی ہوتا کہ میں بڑی دیر تک سب سے الگ بیٹھا اپنے خیالات میں کھویا ہوتا اور اس وقت چونکتا جب گرجا کا پادری آتا اور میرا کرتا پکڑ کر گرجا میں عبادت کیلئے لے جاتا۔ اسی درمیان میرے ایک بھائی کی پیدائش ہوئی۔ لیکن نہ ابا خوش ہوئے نہ اماں۔ اماں نے ابا کو نئے بیٹے کی آمد کا حال سنایا تو ابا کا سر جھک گیا اور وہ آنسو بہانے لگے۔ یہی حال اماں کا تھا۔ پھر ابا آنسو پونچھ کر گرجا کی طرف روانہ ہوئے مگر ان کے قدم اس طرح اٹھ رہے تھے جیسے ان کے پاؤں میں کوئی بوجھل چیز بندھی ہو اور جب وہ لوٹے تو ان کے ساتھ گرجا کا پادری بھی تھا۔ پادری میرے اس بھائی کو بپتسمہ دینے آیا تھا۔ اس وقت میری ماں کا وہ حال تھا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ انکی آنکھیں ایسی ہو گئی تھیں جیسے انکے بدن کا سارا خون کسی نے کھینچ لیا ہو۔ انہوں نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے بچے کو پادری کے حوالے کر دیا اور آنکھیں بند کر لیں۔

بچہ کی پیدائش اور وہ بھی کیسا بچہ۔ مجھے اپنے اس بھائی کا چہرہ اب تک یاد ہے ایسا جیسے گلاب کا پھول۔ اس کے ہونٹ تو میں کبھی نہیں بھول سکتا۔ ایسے بچے کی پیدائش پر میرے گھر میں کوئی خوشی نہیں ہوئی۔ نہ کسی کو بتایا گیا۔ میرے چچا کو کسی طرح معلوم ہوا تو وہ بچے کو دیکھنے آئے میں حیران رہ گیا کہ وہ بھی اداس اور ساکت۔ ایسے ساکت ہو گئے جیسے چلتے چلتے پانی رک جائے۔ جیسے ہوا کا چلنا بند ہو جائے۔ چچا آئے اور گھر میں کھڑے کے کھڑے رہ گئے اسی طرح جیسے وہ ایک بت ہوں۔ جن کو میرے گھر کے آنگن میں نصب کر دیا گیا ہو" آخر یہ کیا بات ہے؟ ضرور کوئی بات ہے میں یہ بات' یہ راز پوچھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اب مجھ سے ضبط نہیں ہو سکتا" میں نے طے کر لیا کچھ بھی ہو میں ابا سے پوچھ کر رہوں گا۔ لیکن...... ابا...... ایسے موقع پر جب میرے بھائی کی پیدائش ہوئی۔ گھر میں خوشی منانے کے بدلے دس دن گھر میں ہی نہیں آئے نہ جانے کہاں رہے' پھر؟

گیارہویں دن عیسائیوں کی خوشی کا دن تھا۔ گھر گھر بچوں جوانوں اور بوڑھوں تک نے اچھے اچھے کپڑے بنوائے تھے۔ لیکن ہمارے گھر میں کسی کا کوئی نیا کپڑا نہ بنا' منا بھیا کا بھی نہیں۔

پورا شہر غرناطہ اس دن ایسا سجایا گیا تھا جیسے کوئی نئی نویلی دلہن بنی سنوری ہو لیکن میرے گھر میں وہی سادگی' پورے شہر میں گھر گھر خوشی کے نعرے بلند ہو رہے تھے' لیکن میرے گھر میں وہی اداسی' گھر گھر بالا خانوں پر اور مناروں پر صلیبیں جھنڈوں کی طرح لٹکائی گئی تھیں۔ حکومت کی طرف سے اس دن خاص طور پر صلیبیں بانٹی گئی تھیں۔ ہمارے گھر میں جو صلیب آئی تھی وہ ابھی تک جہاں رکھ دی گئی تھی اسی جگہ رکھی تھی۔

''ابا میں صلیب مقدس لگا دوں''؟ میرا یہ کہنا تھا کہ ابا بے قابو ہو کر رو پڑے۔ انہوں نے مجھے چمٹا لیا اور اسی طرح لئے ہوئے بستر پر پہنچے اور اپنے پاس مجھے سلا لیا۔ میں جلد ہی سو گیا۔ پھر پھر...... اسی دن' رات کو سوتے میں میرے کانوں میں آواز گونجی کوئی کہہ رہا تھا بیٹے! ...... بیٹے اٹھو! ...... پیارے بیٹے!! یہ میرے ابا کی کی آواز تھی۔ میں جھٹ اٹھ گیا۔ وہ مجھے لئے ہوئے اپنے اس کمرے میں گئے جس کے اندر اس سے پہلے میں کبھی نہیں گیا تھا۔ میں سمجھتا تھا ضرور اس کمرے میں کوئی خزانہ ہو گا۔ یا پھر کوئی ایسی عجوبہ چیز ہو گی جو ابا کو دنیا جہان سے بڑھ کر عزیز ہے۔ لیکن جب ابا نے کمرے میں چراغ جلایا تو میں نے دیکھا کہ وہ کمرہ بالکل سادہ تھا۔ ابا نے کواڑ بند کر کے کنڈی لگا لی میں حیران تھا کہ ابا اب کیا کریں گے۔ کمرے کے ایک کونے میں ایک چٹائی لپٹی ہوئی کھڑی تھی۔ ابا نے اسے بچھایا۔ مجھ سے کہا ''بیٹھو بیٹے'' میں بیٹھ گیا۔ ابا نے ایک بار پھر اداس اداس نظروں سے مجھے دیکھا اور بڑی دھیمی آواز میں بولے: ''میرے پیارے بیٹے!'' اور پھر چپ ہو گئے اور میں؟ میں اس طرح ابا کی بات سننے کیلئے تیار ہو گیا جیسے میرا پورا جسم کان بن گیا ہو۔ ابا نے کہا: ''اے میرے دل و جان سے زیادہ پیارے بیٹے! اس وقت تمہاری عمر 14 سال ہو چکی ہے'' ''جی'' ''اب تم بچے نہیں ہو اپنا بھلا برا سمجھنے لگے ہو......''

''جی ابا'' ''آج میں تم سے ایک ایسا راز کہنا چاہتا ہوں جسے اب تک تم سے چھپایا ہے۔ وعدہ کرو میرے بیٹے! تم کسی سے نہ کہو گے'' ''ہاں ابا کسی سے نہ کہوں گا'' ''اپنے کسی دوست سے چاہے تمہاری اس سے دانت کاٹی دوستی ہو'' ''اگر میں تم کو حکم دوں اپنی ماں سے بھی نہ کہنا تو؟'' ''ابا جان! عیسیٰ مسیح کی قسم میں ان سے بھی نہ کہوں گا'' میری قسم سے ابا جان پر جیسے بجلی سی گری۔ انہوں نے ایک سرد آہ بھری اور ایسی نظروں سے مجھے دیکھنے لگے۔ جیسے اس وقت وہ میرے ابا نہ ہوں۔ میں ڈر گیا' میں نے پکارا ''ابا میں ہوں آپ کا پیارا بیٹا فلپ'' ''چپ رہو نادان لڑکے تمہارا نام ہرگز فلپ نہیں۔ یہ نام نہ میں نے رکھا نہ تمہاری ماں نے'' ''پھر میرے ابا؟'' میرا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا۔ ابا تھوڑی دیر بے چین رہے پھر انہوں نے اپنے آپ کو دیکھا میرے سر پر ہاتھ رکھا اور بولے بیٹے تمہارا یہ باپ بہت ستایا جا چکا ہے۔ بہت ظلم سہہ چکا ہے۔ مظلوم باپ جو تمہاری محبت میں تڑپ اٹھتا ہے۔ جس نے تم کو آرام پہنچانے کیلئے اپنا سکھ بیچ دیا ہے۔

''تم سمجھے وہ کون؟ یعنی میں تم کو وہ راز بتانے جا رہا ہوں جسے اگر تم نے کہیں ظاہر کر دیا تو پھر میں پھانسی کے تختے پر لٹکا ہوا ہوں گا یا گولی سے اڑا دیا جاؤں گا یا کتوں سے نچوایا جاؤں گا اور پھر تم مجھے اس دنیا میں نہیں پا سکتے۔ ابا! میں اپنے پیارے ابا سے لپٹ گیا۔ ہاں ٹھیک ہے پیارے بیٹے تم میرے اور قریب آ گئے۔ وہ بھید بہت آہستہ کہنے کا ہے۔ بس یوں سمجھو کہ دیوار کے پیچھے سے کوئی سن رہا ہے۔ بلکہ میں ڈر رہا ہوں کہ اس دیوار کے بھی کان ہوں اور وہ سن لے۔ حکومت کے جاسوس ہر وقت گھر گھر پھرا کرتے ہیں اور کھوج میں رہتے ہیں۔ کھوج! کا ہے کی کھوج؟ بتاتا ہوں۔ لیکن آج شہر میں سب نے خوب دھوم دھام کی ہے۔ سب نے خوب شرابیں پی ہیں۔ اس وقت سب غافل پڑے ہوں گے۔ یہی موقع ہے کہ میں تمہیں اپنا راز بتا دوں۔ اس وقت حکومت کے جاسوس بھی خراٹے لے رہے ہوں گے۔ جاسوس' جاسوس۔ یعنی محکمہ سی آئی ڈی اسکا نام سن کر میرے بدن کے تمام رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ یہ ٹھیک ہے کہ میں اس وقت کم عمر تھا۔ لیکن خوب جانتا تھا کہ یہ سی آئی ڈی والے اس وقت کیسے اور کیا ہوتے ہیں۔ حکومت کو جھوٹی خبریں اور غلط رپورٹیں دینے والے۔ حکومت ہی کے پیسے کھائیں اور حکومت ہی سے جھوٹ بولیں۔ اور بے رحم ایسے کہ کسی پر رحم نہ آئے۔ میں سکول جاتے وقت دیکھتا کہ سی آئی ڈی کے پھانسے لوگوں کی کیا گت بنتی ہے۔ میں نے سرعام ایسی سزائیں دیتے ہوئے دیکھا کہ ان سزاؤں کے طریقوں کو دیکھ کر بھیڑیئے تک شرما جائیں۔ میں نے کوڑوں کی مار سے بدن کے گوشت کے ٹکڑے اڑتے ہوئے دیکھے۔ میں نے انگاروں پر بھنے ہوئے لوگوں کو دیکھا تھا لوگوں کو پھانسی پر لٹکے ہوئے میں نے دیکھا۔ جنکے بال درخت سے باندھ دیئے گئے اور انہیں اس طرح لٹکا کر مار ڈالا گیا۔ میں نے ایسی عورتوں کو بھی دیکھا جن کے پیٹ پھاڑ ڈالے گئے تھے۔ اس طرح ایک پر ایک خیال میرے دماغ میں آ رہا تھا۔ اس طرح کے اور خیالات آتے اگر ابا مجھے اپنی طرف متوجہ نہ کر لیتے۔ انہوں نے الماری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا'' کیا تم اس کتاب کے بارے میں کچھ جانتے ہو'' میں نے ایک نظر کتاب پر ڈالی۔ ''کتاب مقدس انجیل ہے نا یہ؟'' ''نہیں یہ انجیل نہیں ہے بیٹے! یہ قرآن مجید ہے۔ قرآن مجید۔ ہاں یہ قرآن مجید ہے جو عرب کے ریگستان کے ایک پاک انسان پر اتری تھی۔ پاک انسان؟ اور وہ پاک انسان اللہ کے آخری اور پیارے رسول حضرت محمد ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے یہ کتاب نازل فرمائی۔ اس کتاب نے عرب کے جاہل اور جانور نما انسانوں کو آدمی بنا دیا اور دنیا میں وہ انقلاب برپا کیا جو دنیا میں کبھی نہیں ہوا تھا۔ انقلاب؟ ہاں ایسا انقلاب کہ وہ ماتھے جو دنیا کی ذلیل سے ذلیل چیزوں اور گندے جانوروں کے آگے زمین پر رکھ دیئے جاتے تھے۔ وہ صرف ایک خدا کے آگے رکھے جانے لگے۔ وہ انسان جو ایک دوسرے کے دشمن ہو رہے تھے اسی کتاب کی تعلیم کی بدولت بھائی بن گئے۔ اور ہاں وہ انسان جن میں تعلیم و تہذیب نام کو نہ تھی انہیں ایسی تہذیب دی جس سے بہتر تہذیب ناممکن ہے بیٹے! بالکل ناممکن ہے۔ مجھے بڑا تعجب ہو رہا تھا کہ ابا یہ کیا کہہ رہے ہیں لیکن اس وقت ابا کہے چلے گئے۔ ''اے بیٹے! یہی وہ کتاب ہے جسے تمہارے اور ہمارے بزرگ لیکر سپین میں آئے۔ ہمارے بزرگ؟ یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟ خدا کی قسم بیٹے! میں بالکل سچ کہتا ہوں۔ وہ تمہارے ہی بزرگ تھے جنہوں نے قرآن ہی کی بدولت ساری دنیا میں نیکی پھیلائی اور دنیا کو بہترین تہذیب دی ہم اور تم انہی کی اولاد ہیں۔ تو اسکا مطلب یہ ہوا کہ ہم مسلمان ہیں؟ الحمد للہ! اب جبکہ تم 14 برس کے ہو گئے ہو تو میں نے صاف صاف تمہیں بتا دیا۔ یہی وہ بھید تھا جسے میں نے چھپایا اور اس وقت تک چھپایا کہ کہیں تم کسی سے نہ کہہ دو۔ اور یہی حکومت سنے تو میرا' تمہاری ماں کا اور خود تمہارا وہی حشر ہو جو تم سرعام آئے دن دیکھا کرتے ہو۔ آہ! مسلمان کس درجہ اس دیش میں مظلوم ہے۔

ابا! مسلمانوں کی یہ حالت کیسے ہو گئی؟ آپ تو کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے ہی اس دیش کو سب سے بہتر تہذیب دی۔ بیٹا یہ بھی ایک بڑی دکھ بھری داستان ہے۔ غور سے سن لو بیٹے! اگر آج نہ سن سکے تو پھر سننے کا موقع نہ ملے گا۔

آج سے چالیس سال پہلے جب یہاں مسلمانوں کی حکومت تھی تو ہمارا بادشاہ عبداللہ نہایت نالائق ثابت ہوا۔ اس نے ہم مسلمانوں کو دھوکا دیا اور خود دشمنوں کے دھوکے میں آ گیا۔ اس نے حکومت عیسائیوں کو سونپ دی اور یہاں سے بھاگ گیا۔ عیسائیوں نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ہمارے سارے حقوق ہمیں دیں گے۔ ہمارے ساتھ انصاف کریں گے۔ ہماری جان' ہمارے مال' ہماری عزت اور آبرو کی حفاظت کریں گے۔ اور ہمیں دینی کام روزہ' نماز' حج' زکوٰۃ کرنے دیں گے اور ہمیں دینی تعلیم حاصل کرنے سے منع نہ کریں گے۔ لیکن ابھی چند ہی دن بیتے تھے کہ ان کے سارے وعدے ہوا ہو گئے۔ عیسائی پنجے جھاڑ کر ہمارے پیچھے پڑ گئے۔ ہمیں روزہ' نماز' حج' زکوٰۃ سے روک دیا گیا۔ یہ اونچے اونچے مینار ہمارے تمہارے بزرگوں کے بنائے ہوئے ہیں۔ جہاں سے کبھی اذان کی آواز بلند ہوتی تھی۔ اور آج اسی جگہ عیسائی ناقوس بجا رہے ہیں۔ قرطبہ کی بڑی مسجد جس میں مسلمان صف باندھ کر نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ آج وہ گرجا کی شکل میں تبدیل کر دی گئی ہے۔ اور اس کے اندر پادری اور راہب انجیل پڑھتے ہیں۔ بیٹے آج ہم اس دیش میں کھل کر نماز نہیں پڑھ سکتے' آج اس دیش میں ہم اپنے بچوں کو دینی تعلیم نہیں دے سکتے اس دیش میں ہم سے کہا جاتا ہے کہ اپنے آپ کو عیسائی کہو اور عیسائی مذہب اختیار کر لو۔ اب اگر ہم اپنے اسلام کا نام لیں تو وہ نتیجہ ہے جو تم روز مسلمانوں کا دیکھتے رہتے ہو اگر ہم دینی تعلیم کا نام لیں تو ہمیں فرقہ پرست کہا جائے اور ہم قتل کر دیئے جائیں۔ اف! ہم کل کیا تھے اور آج کیا ہو گئے۔ لو بیٹے! بس یہی وہ راز تھا جس کو کہنے کیلئے میں بے چین رہا یہی وہ چنگاری تھی جسے میں اپنے سینے میں دبائے ہوئے تھا اور اس سے میرا سارا بدن تپ رہا تھا۔ یہی وہ بات تھی جسکے کہنے کیلئے میں اب تک زندہ ہوں۔

ابا چپ ہو گئے اور بڑی حسرت سے مجھے دیکھنے لگے۔ میں نے اپنا سر ابا کی گود میں رکھ دیا۔ ابا نے میرے سر پر ہاتھ رکھا پھر جب میں نے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ انکا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔ ''ابا میرا اسلامی نام کیا ہے؟'' بتایا ''محمد جو پیارے رسول کا نام تھا۔ اور آپکا نام۔ میرا اسلامی نام عبدالرفیع ہے۔ اور امی جان کا۔ فاطمہ جو پیارے رسول کی پیاری بیٹی کا نام تھا۔ ابا جان دوسرے دن سے رات کو اندھیرے میں چراغ جلا کر نہایت خاموشی سے مجھے قرآن پڑھانے لگے۔ یہ بھی انوکھی اور نرالی بات تھی کہ دن میں سکول کے اندر اسلام کے خلاف تعلیم پاتا۔ وہاں پادری اسلام کے خلاف زہر اگلتے۔ اسلامی بزرگوں کو برا کہتے۔ پھر جب میں وہاں سے گھر آتا۔ ابا جان مجھے اسلامی عقیدہ' اسلامی تاریخ' اسلامی عبادات اور قرآن کی تعلیم دیتے تو میری آنکھیں کھل جاتیں میں سوچتا یہ عیسائی کس قدر اندھیرے میں ہیں۔ کاش وہ اسلام کی سچی اور سیدھی سادی تعلیم کو سمجھتے۔

BACK TO QUAID-i-AZAM

منظر وحید

23 مارچ یوم پاکستان پر خصوصی انتخاب

☆☆ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے "قومی تصور" اور ہندو دھرم کے سماجی طور طریقوں کے باہمی اختلاف کو محض وہم و گمان بتانا ہندوستان کی تاریخ کو جھٹلانا ہے۔ ایک ہزار سال سے ہندوؤں کی تہذیب اور مسلمانوں کی تہذیب ایک دوسری سے دوچار ہیں اور دونوں قومیں آپس میں میل جول رکھتی چلی آئی ہیں۔ مگر ان کے اختلافات اسی پرانی شدت سے موجود ہیں۔ ان کے متعلق یہ توقع رکھنا کہ ان میں محض اس وجہ سے انقلاب آجائے گا اور ہندو اور مسلمان ایک قوم واحد بن جائیں گے کہ ان پر ایک جمہوری آئین کا دباؤ ڈالا گیا۔ سراسر غلطی ہے جب ہندوستان میں ڈیڑھ سو سال سے قائم شدہ برطانوی وحدانی حکومت اس کام میں کامیاب نہ ہو سکی۔ تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہندوستان کی مرکزی حکومت میں فیڈرل نظام کے جبری قیام سے وہ کامیابی حاصل ہو جائے گی۔ ہندوستان کا سیاسی مسئلہ فرقوں سے متعلق نہیں بلکہ قوموں سے متعلق ہے۔ بلاشبہ اسے ایک بین الاقوامی مسئلہ قرار دینا چاہیے اور اسی نقطہ نگاہ سے اس کا حل تلاش کرنا لازم ہے ضرورت ہے کہ ہم اس بنیادی امر واقعہ کی صحت تسلیم کریں جب تک ہم اسے درست نہ مانیں گے ہمارا وضع کردہ آئین ناکام رہے گا اور تباہی لائے گا۔ (اجلاس مسلم لیگ لاہور 23 مارچ 1940ء) رملہ کنول۔ ایبٹ آباد

☆☆ اسلام اور ہندو دھرم محض مذاہب نہیں بلکہ در حقیقت وہ دو مختلف معاشرتی نظام ہیں۔ چنانچہ اس خواہش

اسلام اور ہندو دھرم محض مذاہب نہیں بلکہ درحقیقت وہ دو مختلف معاشرتی نظام ہیں

کو خواب وخیال ہی کہنا چاہیے کہ ہندو اور مسلمان مل کر ایک مشترکہ قومیت تخلیق کر سکیں گے۔

یہ لوگ آپس میں شادی بیاہ نہیں کرتے نہ ایک دستر خوان پر کھانا کھاتے ہیں میں واشگاف لفظوں میں کہتا ہوں کہ وہ دو مختلف تہذیبوں سے واسطہ رکھتے ہیں اور ان تہذیبوں کی بنیاد ایسے تصورات اور حقائق پر رکھی گئی ہے جو ایک دوسرے کی ضد ہیں بلکہ اکثر متصادم ہوتے رہتے ہیں۔ انسانی زندگی کے متعلق ہندوؤں اور مسلمانوں کے خیالات اور تصورات ایک دوسرے سے مختلف ہیں یہ بھی ایک واضح حقیقت ہے کہ ہندو اور مسلمان اپنی اپنی ترقی کے تمناؤں کے لئے مختلف تاریخوں سے نسبت رکھتے ہیں۔ ان کے تاریخی وسائل اور ماخذ مختلف ہیں۔ ان کی رزمیہ نظمیں ان کے سربرآوردہ بزرگ اور قابل فخر تاریخی کارنامے سب مختلف اور الگ الگ ہیں اکثر اوقات ایک قوم کا زعیم اور رہنما دوسری قوم کی بزرگ اور برتر ہستیوں کا دشمن ثابت ہوتا ہے ایک قوم کی فتح دوسری قوم کی شکست ہوتی ہے۔ ایسی دو قوموں کو ایک ریاست اور ایک حکومت کی ایک مشترکہ

گاڑی کے دو بیل بنانے اور ان کو باہمی تعاون کے ساتھ قدم بڑھانے پر آمادہ کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دونوں کے دلوں میں بے صبری روز بروز بڑھتی رہے گی۔ جو انجام کار تباہی لائے گی۔ خاص کر اس صورت میں کہ ان میں سے ایک قوم تعداد کے لحاظ سے اقلیت میں ہو اور دوسری کو اکثریت حاصل ہو ایسی ریاست کے آئین کا عمل خاک میں مل کر رہے گا۔

(اجلاس مسلم لیگ لاہور 23 مارچ 1940ء)

مقرب علی خان......اٹک

☆☆ اقلیت کا لفظ اتنی مدت استعمال کیا گیا ہے کہ اس کے اثرات کا زائل کرنا بعض اوقات مشکل ہو جاتا ہے۔ مسلمان اقلیت میں نہیں ہیں۔ ہر اعتبار سے مسلمان ایک قوم ہیں۔ برطانیہ اور کانگریس کی طرف سے یوں کہا جاتا ہے۔ "بہرحال آپ اقلیت ہیں آپ کیا چاہتے ہیں" اور جیسا کہ بابو راجندر پرشاد نے فرمایا "اقلیتیں اور کیا چاہتی ہیں" میں اعلان کرتا ہوں یقیناً مسلمان اقلیت نہیں ہیں۔ ہندوستان کے نقشے پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ اس ملک کے وسیع علاقے مسلمانوں کے قبضے میں ہیں جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں۔ مثلاً بنگال، پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ (اجلاس مسلم لیگ لاہور 23 مارچ 1940ء) صہیب انوار ......لاہور

☆☆ قومیت کی تعریف چاہے جس طرح کی جائے مسلمان اس تعریف کی رو سے ایک الگ قوم کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس لئے اس بات کے مستحق ہیں۔ کہ ملک میں ان کی اپنی الگ مملکت اور اپنی جداگانہ خود مختار ریاست ہو۔ ہم مسلمان چاہتے ہیں کہ ہندوستان کے اندر ہم ایک آزاد قوم بن کر اپنے ہمسایوں کے ساتھ ہم آہنگی اور امن و امان کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ ہماری تمنا ہے کہ ہماری قوم اپنی روحانی، اخلاقی، اقتصادی، معاشرتی اور سیاسی زندگی کو کامل ترین نشوونما بخشے اور اس کام کے لئے وہ طریق عمل اختیار کرے جو اس کے نزدیک بہترین ہو اور ہمارے عطیات قدرتی ہمارے نصب العین سے ہم آہنگ ہوں۔

(اجلاس مسلم لیگ لاہور 23 مارچ 1940ء)

میں ہندو ہوں اور کانگریس کو ہندوؤں کی حمایت حاصل ہے

بختاور......اسلام آباد

☆☆ میں کئی بار کہہ چکا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ جناب گاندھی دیانت داری سے تسلیم کر لیں کہ کانگریس ہندو جماعت ہے اور وہ صرف ہندوؤں کے نمائندہ ہیں۔ جناب گاندھی کیوں یہ بات فخریہ نہیں کہتے کہ "میں ہندو ہوں اور کانگریس کو ہندوؤں کی حمایت حاصل ہے" مجھے تو یہ کہنے میں کہ میں مسلمان ہوں شرم محسوس نہیں ہوتی۔ (اجلاس مسلم لیگ لاہور 23 مارچ 1940ء) سمیعہ مغل......گوجرانوالہ

☆☆ مسلم اقلیتوں کو غلط باور کرایا گیا ہے کہ ہندوستان میں کسی تجویز تقسیم یا علیحدگی سے وہ بڑے گھاٹے میں رہیں گے اور بے سہارا چھوڑ دیئے جائیں گے۔ میں یہ واضح کر دوں کہ ایک متحدہ ہندوستان میں یا ایک مرکزی حکومت کے تحت مسلمان جہاں بھی اقلیت میں ہوں اپنے موقف کو بہتر بنا سکتے ہیں۔ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو وہ محض اقلیت ہی رہیں گے۔ البتہ وہ ایسے تمام تحفظات کا بجا طور پر مطالبہ کر سکتے ہیں۔ جو کسی مہذب حکومت میں رائج ہیں لیکن تقسیم ہند کے سنگ راہ بن کر وہ اپنے موقف کو بہتر نہیں بنائیں گے اور نہ بنا سکتے ہیں۔ اس کے برعکس وہ اپنی مخالفانہ روش سے اسلامی وطن اور اس کے چھ کروڑ مسلمانوں کو ایسی حکومت کے تحت لا سکتے ہیں۔ جہاں یہ ایک دوامی اقلیت سے زیادہ اور کچھ نہ ہوں گے۔ (ایک اخباری بیان مارچ 1940ء) محمد سعد عدیل...... نارنگ منڈی

☆☆ پہلے تو تقسیم ہند کو مان لینا چاہیے بعد ازاں صرف یہی سوال باقی رہ جاتا ہے کہ کس حیثیت سے عملی صورت دی جائے تفصیلات کا سوال بعد کو پیدا ہوگا حسب ضرورت اور حسب منشاء تدبر اور مفاہمت سے کام لیا جائے گا۔ پہلے تو ہمیں تیقنات کے بارے میں رجائی بن جانا چاہیے۔ ارادے اپنی راہ آپ پیدا کر لیتے ہیں ہے کوئی ایسی مثال کہ کسی اصول کے مان لینے سے قبل اس کی تفصیلات پر بحث کی گئی ہو۔ خالد نجیب۔ لاہور

قومیت کی تعریف چاہے جس طرح کی جائے مسلمان اس تعریف کی رو سے ایک الگ قوم کی حیثیت رکھتے ہیں

ڈاکٹر افتخار کھوکھر

صبح بچوں کی آنکھ کھلی تو گھر میں خوب ہنگامہ برپا تھا۔ بچوں نے دیکھا کہ ڈرائنگ روم میں بلال ماموں موجود ہیں' جو دو سال پہلے بیرون ملک ملازمت کے لئے گئے تھے۔ سبھی لوگ بلال ماموں سے حال احوال پوچھ رہے تھے۔

بچوں کو ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے دیکھ کر بلال ماموں صوفے سے اٹھے اور تمام بچوں کو باری باری پیار کیا اور بڑی محبت سے ان کو اپنے ساتھ چمٹا لیا۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے برسوں کے بعد ان کی بچوں سے ملاقات ہوئی ہے۔

''ماموں جان! بیرون ملک رہنا آپ کو کیسا لگا؟'' فاطمہ نے پوچھا۔

''یورپ کے جس ملک میں میرا قیام تھا' وہ دنیا کا بہت ترقی یافتہ ملک ہے' وہاں دنیا جہاں کی سہولتیں اور آسانیاں موجود ہیں۔ مجھے ملازمت کے دوران اتنی سہولتیں حاصل تھیں کہ یہاں حکومت کے وزیروں کو بھی حاصل نہیں ہوں گی لیکن......'' اتنا کہہ کر ماموں جان خاموش ہو گئے۔

''لیکن کیا؟'' تمام بچے ایک ساتھ بول پڑے۔

''لیکن یہ کہ......'' ماموں جان نے دوبارہ بات شروع کرتے ہوئے کہا...... ''اتنی زیادہ سہولتوں کے باوجود وہاں کے لوگ ہمیں دوسرے درجے کا شہری سمجھتے ہیں۔ ہمیں نفرت سے دیکھتے ہیں۔ بیس بیس سال سے وہاں رہنے والے اور ان کے ملک کی شہریت حاصل کرنے والے لوگ بھی ان کے نزدیک اجنبی ہیں۔ ہمارا حال وہاں ایسے پودوں اور درختوں کی طرح ہے جن کی جڑیں زمین میں نہ ہوں۔ ہماری اصل تو یہ سرزمین' پاک سرزمین ہے۔ جسے ہم لوگ برا بھلا کہہ کر غیر ممالک میں دولت اور عزت حاصل کرنے کے لئے جاتے ہیں۔ وہاں ہمیں دولت تو مل جاتی ہے لیکن وہاں عزت کی بجائے حقارت اور نفرت ملتی ہے۔ پھر ایسی دولت کا کیا فائدہ؟ دولت تو گداگروں اور فقیروں کے پاس بھی بہت ہوتی ہے' مگر کوئی ان کی عزت نہیں کرتا۔'' ماموں جان شدت جذبات سے بولے جا رہے تھے۔

''ماموں جان! آج کل ہم خالو جان سے بانی پاکستان کی کہانی سن رہے ہیں۔ ہمیں پہلی بار پتہ چل رہا ہے کہ بانی پاکستان قائداعظمؒ محمد علی جناحؒ نے کتنی محنت' جدوجہد اور کوشش کے بعد مکار و عیار انگریزوں اور ہندوؤں سے پاکستان کی صورت میں آزادی جیسی نعمت لے کر دی تھی۔'' آمنہ نے بتایا۔

''آج شام آپ بھی ہمارے ساتھ خالو جان سے قائداعظمؒ کی کہانی سنئے۔'' طارق نے ماموں جان کو دعوت دیتے ہوئے کہا۔

نماز عشا اور کھانے کے بعد خالو جان کے کمرے میں بچوں کے علاوہ ماموں جان بھی موجود تھے۔ اس سے پہلے کہ خالو جان قائداعظمؒ کی کہانی شروع کرتے طارق نے کہا کہ ''کل بچوں سے متعلق قائداعظمؒ کے دو تین واقعات رہ گئے تھے' میں وہ سنانا چاہتا ہوں۔

''آپ بچوں کی کیا رائے ہے؟'' خالو جان نے پوچھا۔

''پہلے واقعات سن لیتے ہیں۔'' حارث نے باقی بچوں کی نمائندگی کرتے ہوئے کہا۔

طارق یہ سن کر خوش ہو گیا اور ''گفتار و کردار۔ قائداعظمؒ'' والی کتاب کھول کر واقعہ شروع کیا۔

''1941ء میں مدراس میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس سے فارغ ہو کر جب قائداعظمؒ جنوبی ہند کے

پرفضا پہاڑی مقام اوٹاکمنڈ کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں انہیں جگہ جگہ رکنا پڑا' کیونکہ وہاں کے دیہاتی مسلمانوں نے قائداعظمؒ کے استقبال کا انتظام کیا ہوا تھا۔

ایک چھوٹے سے گاؤں کے لوگوں نے قائداعظمؒ کو اصرار کر کے روکا کہ وہ ان سے خطاب کریں۔ ان دیہاتیوں نے چائے کا بھی انتظام کیا۔ قائداعظمؒ ان کے خلوص اور جذبے سے بہت متاثر ہوئے۔ اس لئے انہوں نے دیہاتیوں سے خطاب کیا اور چائے بھی پی۔ ابھی چائے پی رہے تھے کہ کچھ فاصلے پر نو دس سال کا بچہ نعرے لگا رہا تھا...... ''بن کے رہے گا پاکستان'' ''لے کر رہیں گے پاکستان'' ''قائداعظم زندہ باد''

بچے کے بدن پر پھٹے پرانے کپڑے تھے۔ قائداعظمؒ نے دیکھا تو بے حد متاثر ہوئے اور اس بچے کو پاس بلایا۔ اس موقع پر قائداعظمؒ اور بچے کے درمیان یہ باتیں ہوئیں۔

قائداعظم: ''بچے آؤ میرے پاس بیٹھو۔ میں تم سے بہت خوش ہوں تمہارا نام کیا ہے؟''

بچہ: (ڈرتے ڈرتے جواب دیا) ''ابراہیم''

قائداعظم: ''ابراہیم گھبراؤ نہیں یہ بتاؤ تم نعرے لگاتے ہو' لے کر رہیں گے پاکستان' مگر کیا تمہیں یہ بھی معلوم ہے پاکستان کس چیز کو کہتے ہیں؟''

بچہ: (کچھ ہمت کر کے) ''مجھے اس کے سوا کچھ اور معلوم نہیں کہ جہاں ہندو ہوں وہاں ہندوؤں کی حکومت ہو اور جہاں مسلمان زیادہ ہوں وہاں مسلمانوں کی حکومت ہونی چاہئے۔''

قائداعظم: ''شاباش! قرارداد لاہور (قرارداد پاکستان) کی اس سے بہتر کوئی اور وضاحت نہیں ہو سکتی۔''

اوٹاکمنڈ پہنچنے کے بعد قائداعظمؒ نے اپنے سیکرٹری مطلوب الحسن سید سے کہا ''اس بچے کی بات تم نے سنی تھی؟''

مطلوب الحسن سید نے جواب دیا...... ''جی ہاں وہ بات سنی تھی۔''

قائداعظم نے کہا...... ''حیرت کی بات ہے کہ اس جگہ نہ کوئی اخبار آتا ہے' نہ دیہاتیوں کے پاس ریڈیو ہے پھر اس بچے کے ذہن میں پاکستان کے متعلق اتنی درست تعریف کیسے آئی۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ اب پاکستان کو قائم ہونے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔''

''یہ واقعہ تو بڑا ولولہ انگیز ہے۔'' بلال ماموں نے جذبات بھرے لہجے میں کہا۔

''ایک اور واقعہ اس کتاب میں اس طرح درج ہے......'' طارق نے دوسرا واقعہ شروع کرتے ہوئے کہا...... ''ایک مرتبہ جموں کشمیر مسلم کانفرنس کے رہنما چودھری حمید اللہ خان اور پروفیسر محمد اسحاق قریشی قائداعظمؒ کے پاس بیٹھے تھے۔ اس موقع پر قائداعظمؒ نے فرمایا: ''میرا خیال ہے کہ فہم و فراست اور دانائی مخصوص افراد کی میراث نہیں۔ اس لئے سیاسی امور میں بھی زیادہ سے زیادہ لوگوں سے مشورہ کرنا اور ہر طرح کے اور ہر طبقے کے لوگوں سے مشورہ کرنا مفید ہوتا ہے۔ بعض اوقات غیر اہم اور گمنام آدمی بھی کام کی بات سمجھا دیتا ہے۔

1939ء میں کانگریسی وزارتوں کے خلاف ''یوم نجات'' منانے کی تجویز دسویں جماعت کے ایک گمنام مسلمان طالب علم نے مجھے خط کے ذریعے لکھ کر بھیجی تھی۔ میں نے اسے فوراً قبول کر لیا۔ آپ کو یاد ہو گا کہ مسلم لیگ کی اس تحریک نے کانگریس کو پہلی سیاسی شکست دی تھی۔ اس تحریک نے ہمیں اپنی قوت کا احساس دلایا اور ہم اعتماد اور عزم کے ساتھ آگے بڑھ سکے اور یہ کرشمہ سکول کے طالب علم کی سوچ کا تھا۔''

''اگر کوئی اور واقعہ نہ ہو تو قائداعظمؒ کی کہانی شروع کی جائے'' خالو جان نے واقعہ مکمل ہوتے ہی پوچھا۔

اس سے پہلے کہ کوئی بچہ جواب دیتا' طارق نے کہا کہ ''صرف ایک واقعہ رہ گیا ہے مجھے وہ بھی سنا لینے دیں۔''

''اتنے شاندار اور قلب و روح کو گرمانے والے واقعات تو جتنے بھی سنے جائیں اتنے ہی کم ہیں۔ وطن سے دو سال کی جدائی کو ان دو واقعات ہی نے ختم کر کے رکھ دیا ہے'' بلال ماموں نے جذبات بھرے انداز میں کہا۔

طارق نے یہ سنا تو جھٹ سے تیسرا اور آخری واقعہ سنانے کے لئے نظریں کتاب پر جما دیں۔ ''اپریل 1945ء کو قائداعظمؒ خان آف قلات کی دعوت پر بحالی صحت اور آرام کے لئے بلوچستان تشریف لے گئے۔ انہوں نے کچھ وقت کوئٹہ میں گزارا۔ طبیعت بہتر ہوئی تو مستونگ اور قلات کا دورہ کیا۔ اس موقع پر خان آف قلات نے ایک سکول کے معائنہ کی درخواست کی۔

قائداعظمؒ ننھے منے چاق و چوبند بچوں سے مل کر بہت خوش ہوئے اور ان سے گھل مل گئے۔ قائداعظمؒ نے خان آف قلات کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔ یہ کون ہیں؟

بچہ: یہ ہمارے بادشاہ ہیں۔

قائداعظم: میں کون ہوں؟

بچہ: آپ ہمارے بادشاہ کے مہمان ہیں۔

قائداعظم: تم کون ہو؟

بچہ: میں بلوچ ہوں۔

قائداعظمؒ (خان آف قلات سے مخاطب ہو کر) آپ ان بچوں کو پہلا سبق یہ پڑھائیں کہ یہ پہلے مسلمان ہیں۔ اس کے بعد بچوں سے مخاطب ہو کر کہا: تم سب سے پہلے مسلمان ہو' اس کے بعد بلوچ یا کچھ اور ہو۔''

طارق نے واقعہ مکمل کیا تو خالو جان نے دیکھا کہ نیند سے حارث اور آمنہ کی آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں۔

''ان واقعات کے بعد آپ لوگ قائداعظمؒ کی کہانی سننا چاہیں گے یا کل سنیں گے'' خالو جان نے پوچھا۔

''میرا خیال ہے کل قائداعظمؒ کی کہانی گھر پر نہیں بلکہ مینار پاکستان کے سائے تلے سنی جائے۔ میں دو سال کے بعد اپنے پیارے وطن پاکستان واپس آیا ہوں تو میرا دل چاہتا ہے کہ وطن کے ایک ایک کونے کو چوموں اور ایک ایک چیز سے لپٹ جاؤں۔'' بلال ماموں نے جذبات بھرے لہجے میں رائے دی۔

یہ سننا تھا کہ زاہد نے نعرہ لگایا...... ''بلال ماموں'' اس کے جواب میں باقی بچوں نے زور سے کہا...... ''زندہ باد''

بچوں نے بلند آواز میں نعرہ لگا کر بلال ماموں کی بات کی تائید کر دی تھی۔

بھیک

ایک لڑکا سڑک پر بھیک مانگ رہا تھا ایک عورت نے کہا تمہیں شرم نہیں آتی؟ تمہاری عمر کے لڑکے تو سکول جاتے ہیں۔ لڑکا بولا وہاں بھی گیا تھا مگر کسی نے ایک پیسا بھی نہیں دیا

(عاشق حسین احمد پور سیال)

Scanned with CamScanner

ایسے ہی 14 اور ادارے۔ یہی ان کا خواب ہے

پھول ٹیم روشنی ہومز گوجرانوالہ جا پہنچی

انتظام واہتمام
پھول کلب گرلز ونگ گوجرانوالہ
رپورٹ: اسماء بٹ + حنا عروج

روشنی ہومز دوسرے یتیم خانوں سے بالکل مختلف ادارہ ہے

کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے کہ ایڈیٹر بھیا نے ایک بات کہی تھی کہ حقیقی مسرت تو دوسروں کی خوشی میں سچے دل سے خوش ہونے کا نام ہے اور ساتھیو! آپ سب لوگ تو جانتے ہیں کہ پھول ممبرز تو ہیں ہی خوشیوں کے متلاشی انہی خوشیوں کی تلاش میں گوجرانوالہ پھول ٹیم نے روشنی ہومز کا وزٹ دورہ کیا۔ ماہنامہ پھول کی ممبران کرن، شمائلہ، رضوانہ، سُندس، اسماء بشمولیت پھول گرلز کلب گوجرانوالہ کی پریذیڈنٹ حمیرا اقبال بوائز کی طرف سے جنید ارشد اور حماد بھائی ہمارے ساتھ تھے۔ روشنی ہومز ایسی جگہ جہاں سب خوش و خرم زندگی گزار رہے ہیں۔ گوجرانوالہ میں ایسی نوعیت کا یہ واحد ادارہ ہے۔ وہاں کے سٹاف ممبران (ر) کرنل رضوان، راشد صاحب، ڈائریکٹر بارکیٹنگ، نبیل صاحب، عارف صاحب سیکرٹری، ایڈمن آفس ریاض ظفر صاحب نے اس ادارے کے متعلق معلومات فراہم کی اور ہومز کا باقاعدہ وزٹ کروایا یہ ادارہ دو سال سے گوجرانوالہ میں خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ اس ادارے کا بنیادی مقصد یتیم و بے سہارا بچوں کی نہ صرف پرورش کرنا بلکہ اچھی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ ان کو اچھا شہری تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ ان کو اچھا شہری اور انسان بنانا ہے۔

اس ادارے کا ماحول اور مقصد پاکستان میں قائم دوسرے یتیم خانوں سے بالکل مختلف ہے۔ بچوں کو بلکل گھر جیسا ماحول فراہم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور انہیں اچھے تعلیمی اداروں میں داخل کروایا گیا ہے۔ یہاں پر 80 بچے رکھنے کی گنجائش ہے لیکن فی الحال یہاں پر ات بچے ہیں یہاں کے ثاف ممبران تھوڑ لیکن معیاری کام کرنے کے خواہشمند ہیں۔ کرنل رضوان صاحب چوبیس گھنٹے یہاں پر موجود ہوتے ہیں کیونکہ وہ یہیں رہائش پذیر ہیں سٹاف ممبران میں کام کرنے کا جذبہ بدرجہ اتم موجود ہے۔ اس کے وہ اسی نوعیت کے مزید چودہ ادارے قائم کرنے اور ان کی ترقی کا بھرپور عزم رکھتے ہیں ان سب لوگوں کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ روشنی ہومز سے جتنے بھی بچے بڑے ہو کر نکلیں وہ یتیم خانوں کے بچے کی طرح احساس کمتری کا شکار نہ ہوں اور نہ ہی وہ اس احساس کی وجہ سے سماجی برائیوں میں مبتلا ہوں۔ ہماری دعا ہے کہ اگر یہ لوگ مخلص ہیں تو خدا تعالیٰ ان سب کو ان کے مقصد میں کامیاب (آمین) اور دوسرے شہریوں میں بھی اس قسم کا جذبہ بیدار کرے (آمین)! با آواز بلند سب ساتھیوں نے کہا۔ بچوں کی دیکھ بھال اور امور خانہ داری کے لیے ماؤں کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ شہریوں کی ندامت اور محبت کا ہدف ہے جو چوبیس گھنٹے بچوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے وہاں پر موجود ہوتی ہیں۔ سب گرلز ممبران نے بچوں سے جی بھر کر باتیں اور بچوں کی خود اعتماد سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ واقعی ایک آزادانہ ماحول میں پرورش پا رہے ہیں۔ بچے ہم سب سے جلد ہی مانوس ہو گئے اور ہمارے لیے یہ وزٹ نہ صرف معلوماتی اور علمی تھا بلکہ خوشی کا باعث بھی تھا۔ سردی کی وجہ سے سب نے چائے کو شوق سے پیا اور اس پر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

ان یتیم بچوں کی تربیت۔۔۔ یہی وہاں موجود ماؤں کا ہدف ہے

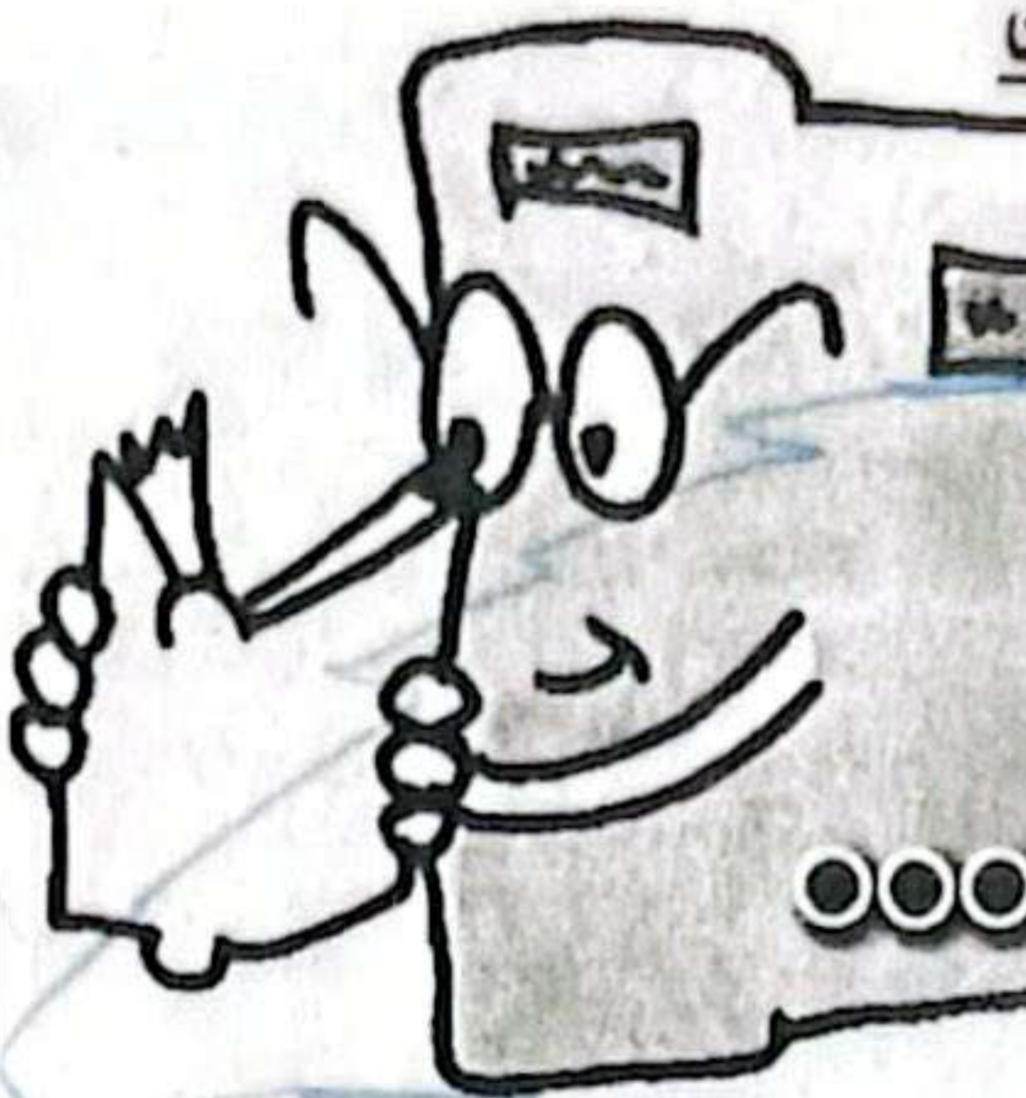

محمد زمان خان

پڑھ تو سہی.....

''گدا نہیں گدھا''

ایک مرتبہ قائداعظم اپنے ڈرائیور حنیف آزاد پر کسی وجہ سے ناراض ہوگئے اور بڑے سخت لہجے میں فرمایا: ''گدا'' محمد حنیف نے فوراً سر جھکا کر کھینچ کی: ''نوسر گدا نہیں گدھا'' یہ سنتے ہی قائداعظم کا غصہ کافور ہوگیا اور بے اختیار ہنس پڑے۔ کہنے لگے
''اس غلطی پر تو کئے کا بہت شکریہ''

محمد موسیٰ متعلم جماعت ہشتم جی ایچ ایس کربوغہ شریف (ہنگو)

''یہ سجدہ صرف اللہ کیلئے ہے''

حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک صاحب آئے اور عرض کیا کہ حضرت! میں بہت پریشان ہوں۔ اس لئے کہ میری نمازیں کسی کام کی نہیں۔ جب میں سجدہ کرتا ہوں تو اس وقت دماغ میں ایسے برے خیالات کا ہجوم ہوتا ہے کہ الامان۔ تو وہ میرا سجدہ کیا ہوا' وہ تو ویسے ہی ٹکریں مارنا ہوا۔ میں تو بہت پریشان ہوں کہ کس طرح اس مصیبت سے نجات پاؤں۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ تم یہ جو سجدہ کرتے ہو' تمہارے خیال میں یہ کیسا سجدہ ہے؟ اس نے کہا کہ حضرت! بڑا ناپاک اور بڑا گندہ ہے۔ اس لئے کہ اس میں ناپاک اور گندے خیالات آتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ ناپاک اور گندہ سجدہ تو اللہ میاں کو نہیں کرنا چاہئے' اچھا ایسا کرو کہ تم یہ ناپاک سجدہ مجھے کرلو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے تو بہت پاکیزہ اور اعلیٰ قسم کا سجدہ ہونا چاہئے اور یہ ناپاک سجدہ ہے یہ مجھ ناپاک کے سامنے کرلو۔ وہ صاحب کہنے لگے کہ توبہ توبہ! آپ کے سامنے کیسے سجدہ کرلوں؟ حضرت نے فرمایا کہ بس اس سے پتہ چلا کہ یہ سجدہ اسی ذات کیلئے ہے۔ یہ پیشانی کسی اور کے سامنے جھک نہیں سکتی۔ چاہے اس سجدہ میں کیسے ہی گندے خیالات کیوں نہ آرہے ہوں لیکن یہ پیشانی اگر جھکے گی تو اسی کے در جھکے گی۔ لہٰذا یہ سجدہ اسی اللہ کیلئے ہے اور اگر یہ فاسد خیالات غیر اختیاری طور پر آرہے ہیں تو انشاء اللہ یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں معاف ہیں۔

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی کتاب ''کیا آپ کو خیالات پریشان کرتے ہیں'' سے انتخاب

''کتے اور کشیدگی تعلقات''

اس میں شک نہیں کہ ہمارے تعلقات کتوں سے ذرا کشیدہ ہی رہے' لیکن ہم سے قسم لے لیجئے جو ایسے موقع پر ہم نے کبھی ستیاگرہ سے منہ موڑا ہو۔ شاید آپ اس کو تعلی سمجھیں لیکن خدا شاہد ہے کہ آج تک کبھی کسی کتے پر ہاتھ اٹھ ہی نہ سکا۔ اکثر دوستوں نے صلاح دی کہ رات کے وقت لاٹھی چھڑی ضرور ہاتھ میں رکھنی چاہئے کہ دافع بلیات ہے' لیکن ہم کسی سے خوا مخواہ عداوت پیدا کرنا نہیں چاہتے۔ کتے کے بھونکتے ہی ہماری طبعی شرافت ہم پر اس درجہ غلبہ پا جاتی ہے کہ آپ ہمیں اگر اس وقت دیکھیں تو یقیناً یہی سمجھیں گے کہ ہم بزدل ہیں۔ شاید آپ اس وقت یہ بھی انداز لگالیں کہ ہمارا گلا خشک ہوا جاتا ہے۔ ایسے موقع پر کبھی میں گانے کی کوشش کردوں تو کھرج کے سروں کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا۔ اگر آپ نے بھی ہم جیسی طبیعت پائی ہو تو آپ دیکھیں گے کہ ایسے موقع پر آیۃ الکرسی آپ کے ذہن سے اتر جائے گی اس کی جگہ شاید دعائے قنوت پڑھنے لگ جائیں۔

پطرس کے مضمون ''کتے'' سے انتخاب از صاحبزادہ مہتدین گورنمنٹ پرائمری سکول نمبر 1 کربوغہ شریف (ہنگو)

''رب العالمین نے فرمایا''
جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔ ان کے مال کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ' کہ اس سے سات بالیاں اُگیں اور ہر ہر بالی کے اندر سو سو دانے ہوں اور اللہ جسے چاہے افزونی دیا کرتا ہے۔ اللہ بڑا وسعت والا' بڑا علم والا ہے۔
(سورۃ بقرہ ع 26)

''رحمت اللعالمینؐ نے فرمایا''
اے لوگو! جمع ہو کر کھانا کھایا کرو اس طرح اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمادے گا۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بہتر اور پیارا کھانا وہ ہے جس میں زیادہ ہاتھ ڈالے جائیں۔
اور حضورؐ کا ارشاد ہے ''کہ سب کے ساتھ کھانے میں شفا ہے''
اور ارشاد ہے کہ ''بہت برے وہ لوگ ہیں جو تنہا کھائیں''

حضرت مولانا شفیع الدین صاحب گورنمنٹ ہائی سکول کربوغہ شریف (ہنگو)

''☆☆☆ نظر آنا''

آپ نے اکثر کسی کو کہتے سنا ہوگا کہ میرا سر دیوار سے اتنی زور سے ٹکرایا کہ مجھے تارے نظر آنے لگے' لیکن جس چیز کو لوگ تارے دکھائی دینا سمجھتے ہیں وہ دراصل تیز روشنی کی چمک ہوتی ہے۔ یہ آنکھ کی ایک رگ کی کارستانی ہوتی ہے۔ یہ رگ عصب بصری کہلاتی ہے۔ جب سر کسی چیز سے دھم سے ٹکرا جاتا ہے تو عصب بصری حرکت میں آجاتی ہے اور دماغ کو پیغام بھیج دیتی ہے۔ دماغ اس پیغام کو روشنی میں بدل دیتا ہے۔ اس روشنی یا چمک کو لوگ تارے نظر آنا کہتے ہیں۔

''اختر خیزیاں''

(1) کام کا ارادہ پختہ ہو تو مسائل خود راہ سے ہٹ کر جگہ دے دیتے ہیں اور کام نہ کرنا ہو تو پھر تو ہزار بہانے ویسے ہی راہ میں ملتے ہیں۔

(2) فیصلہ چھوٹا ہو یا بڑا' اس کے اندر غلطی کا امکان ہمیشہ گھاس کی اس نرم کونپل کی طرح ضرور ہوتا ہے جو کسی بھی جگہ' کسی بھی لمحے چپ چاپ سر اٹھائے لہرانے لگتی ہے۔

(3) جو کام بھی کرنا ہو' اگر مہارت کا کمال نہ بھی دکھا سکو' بدنیتی کا وبال بہر حال نہ کمانا۔

(4) آپ سو عہد کرلیں غصہ جب بھی آتا ہے سیلابی ریلے کی طرح ہر وعدے کو بہالے جاتا ہے۔

(5) آدمی بڑا اپنے نام سے نہیں اس پیار سے بنتا ہے جو وہ اپنے پیاروں سے بغیر بتائے بغیر جتائے کرتا ہے۔

(6) جب ساری دنیا ساتھ چھوڑ دیتی ہے تو اپنے آنسو ہی تو ہوتے ہیں جو ساتھ رہتے ہیں۔ دکھ بتاتے ہیں اور عرش ہلاتے ہیں۔

(7) رویوں میں اندھیرا نظر آئے تو صرف اسے مت کوسنے بیٹھ جایئے۔ ممکن ہے آپ کے ایک چراغ جلانے سے کسی کے اندر کی کچھ تاریکی کم ہوجائے۔

(8) ان باتوں کا بوجھ برداشت سے باہر ہو جاتا ہے۔ جن میں طعنہ نہیں ترغیب ہوتی ہے۔ اسی لئے ان کا اثر دامن پر نہیں دل پہ ہوتا ہے۔

(اقوال سے انتخاب اختری)

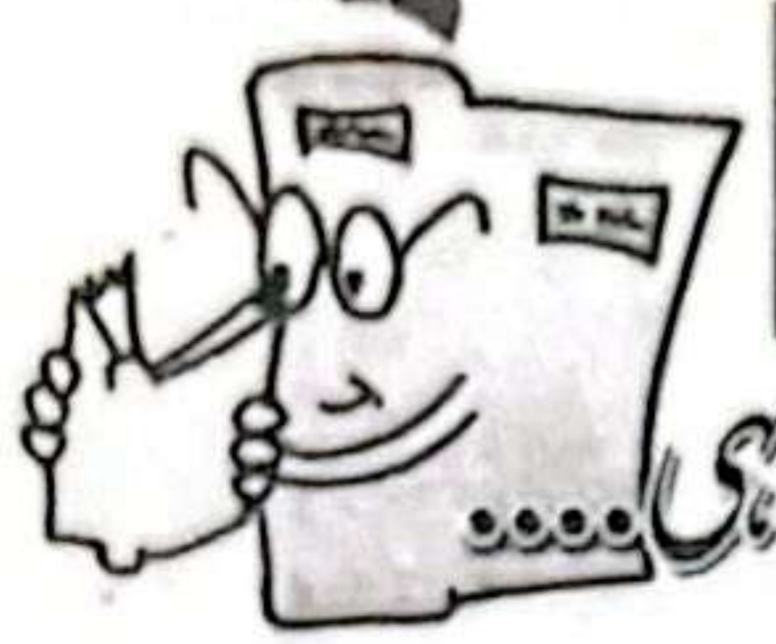

"بدلتی دنیا' بدلتی کہاوتیں"

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ طالب علم کو خلاصوں کا سہارا
آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا۔ سائنس سے گرا آرٹس میں اٹکا
دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا۔ لاڈلا بیٹا گھر کا نہ سکول کا
اندھا کیا جانے بسنت کی بہار۔ غریب کیا جانے حکومت کی بہار
اندھوں میں کانا راجا۔ دفتروں میں بابو راجا
ایک ہاتھ سے تالی نہیں بجتی۔ فوج کے بغیر حکومت نہیں چلتی
آم کے آم گٹھلیوں کے دام۔ امریکہ کے غلام کوڑیوں کے دام
بلی کو چھیچھڑوں کے خواب۔ اراکین اسمبلیوں کو بنگلوں کے خواب

"کار یا گائے"

ایک غریب شخص کا انعامی بانڈ نکل آیا۔ اسے انعام میں ایک لاکھ روپے کی رقم ملی۔ ایک کار ایجنٹ کو پتہ چلا تو فوراً اسے کار خریدنے کا مشورہ دیا۔ اس شخص نے کہا بھئی! میرا کار خریدنے کا کوئی ارادہ نہیں' میں تو گائے خریدنا چاہتا ہوں۔ کار ایجنٹ پھر بھی نہ ٹلا۔ اس نے کار کا گائے کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے کہا'' دیکھئے نا! اس وقت آپ کتنے احمق لگیں گے جب آپ گائے پر بیٹھ کر شہر کی سڑکوں پر پھریں گے۔ غریب شخص نے اکتا کر جواب دیا۔ کیا میں اس وقت احمق نہیں لگوں گا جب میں سڑک پر سب کے سامنے کار کا دودھ دوہنے بیٹھوں گا؟

عمران الدین قریشی۔ کربوغہ شریف ہنگو

"پانچ ہزار سال پرانی مٹی"

1970ء میں ایک انگریز سیاح موئن جوڈرو کے آثار دیکھنے پہنچا۔ وہ شاندار سوٹ زیب تن کئے فلیٹ ہیٹ لگائے چمکتے ہوئے بوٹ پہنے پانچ ہزار سال قدیم آثار بڑے ذوق اور شوق سے دیکھ رہا تھا' مگر جب اس کی نظر اپنے جوتوں پر جاتی تو پریشان ہو جاتا' اس کے جوتے گرد میں اٹے ہوئے تھے یہ اس کی وضعداری کو ناگوار تھا۔ موئن جوڈرو کے کسٹوڈین نے جب اس انگریز سیاح سے پریشانی کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا' میرے جوتے مٹی میں خراب ہو گئے ہیں۔ کسٹوڈین نے جواباً کہا کہ سر یہ تو پانچ ہزار سال پرانی مقدس مٹی ہے انگریز کا چہرہ فوراً خوشی سے دمک اٹھا۔

نعمت اللہ خان۔ گورنمنٹ ہائی سکول کربوغہ شریف ہنگو

"بن کھلے مرجھائے پھول"

میرے سامنے یہ نہایت خوبصورت گلدستہ رکھا رہا ہے۔ میں اس پر غور کرتا رہا۔ میں نے دیکھا کہ اس گلدستے کے پھول کھلے ہوئے ہیں۔ گل خنداں' مسکرا رہے ہیں۔ یہ وہ اللہ کے پھول ہیں جو پاکستان میں سکول جا رہے ہیں اور یہاں میرے سامنے بیٹھے ہیں۔ اس گلدستے کے زیادہ پھول ابھی کھلے نہیں ہیں۔ اب بن کھلے مرجھا جائیں گے۔ میں ان کو حسرت سے دیکھتا رہا ہوں۔ یہ بن کھلے پھول وہ نونہال ہیں۔ جن کو سکول جانا میسر نہیں ہے۔

(سعید ملت حکیم محمد سعید شہید کے ایک تقریر سے اقتباس)

"علمی گفتگو"

حضرت ام الدرداءؓ مشہور صحابیہ تھیں۔ بڑے علم وفہم والی بی بی تھیں۔ علم وفضل میں ان کا درجہ بہت اونچا تھا۔ ایک دن حضرت عونؒ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ان کے ہاں پہنچے اور دیر تک علمی گفتگو کرتے رہے۔ جب گفتگو کرتے کرتے بہت دیر ہو گئی تو حضرت عونؒ کو کچھ احساس ہوا۔ انہوں نے حضرت ام الدرداءؓ سے معذرت چاہتے ہوئے کہا: ''آپ ہماری باتوں سے اکتا گئیں تو نہیں؟''

فرمانے لگیں: ''عونؒ! کیا کہا؟ میں تو ہر کام شروع کرتے وقت عبادت کی نیت کر لیتی ہوں اور خود کو عبادت میں سمجھتی ہوں' لیکن علمی گفتگو تو میری اصل غذا ہے' یہ تو میرا بہترین مشغلہ ہے جو لطف مجھے اس میں آتا ہے کسی چیز میں نہیں آتا''

ولی خان خٹک جی ایچ ایس سدوزئی ہنگو

"پرامید رہئے ...... کیونکہ ......"

ہندی مقولہ ہے'' آشا جئے نراشا مرے'' یعنی امید زندہ رکھتی ہے اور ناامیدی مار دیتی ہے۔ مشرق کی اس دانش کو اب مغرب کے فرزانے تحقیق کے بعد تسلیم کیا ہے۔ میوکلینک امریکہ کی ایک تحقیق کے مطابق پرامید افراد ناامیدی کا شکار افراد کے مقابلے میں دیر سے مرتے ہیں۔ اس رپورٹ کے مطابق اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ذہن اور جسم کا بڑا گہرا تعلق ہوتا ہے اور اس پر ذہن کے مثبت ومنفی ہر دو کا بڑا گہرا اثر مرتب ہوتا ہے۔

ممتاز اللہ خالد۔ گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول دوابہ ہنگو

"موٹی ناک"

جی ہاں! جسے ہمارے معاشرے میں تقریباً بدصورتی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ لیکن ماہرین نفسیات کی رو سے ''موٹی ناک'' بڑی قدر وقیمت رکھتی ہے کیونکہ موٹی ناک رکھنے والے افراد بے حد سنجیدہ رجحانات رکھتے ہیں۔ لطیفہ گوئی اور شاعری کے ماہر ہوتے ہیں۔ ان میں جرأت' ہمت اور حوصلہ ہوتا ہے۔ اس قسم کے لوگ بہترین سنگ تراش مشہور ومعروف ادیب' شاعر' مصور' گلوکار اور پامسٹ ہوتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ مذہب سے لگاؤ رکھتے ہیں اور مذہبی تعلیم کے فروغ کا باعث بنتے ہیں۔

محمد رحیم خان۔ کربوغہ شریف ہنگو

"حاضر جوابی"

حضرت امام شافعیؒ کی والدہ بہت بزرگ تھیں اور اکثر لوگ اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھوا دیتے تھے۔ ایک دفعہ دو آدمیوں نے کپڑوں سے بھرا ہوا ایک صندوق آپ کے پاس رکھوا دیا کہ آپ اسے بطور امانت رکھ لیں۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ایک شخص آ کر وہ صندوق لے گیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد دوسرے شخص نے آ کر وہ صندوق طلب کیا تو آپ نے کہا کہ میں تمہارے ساتھی کو وہ صندوق دے چکی ہوں۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ جب ہم دونوں نے ساتھ رکھوایا تھا تو پھر آپ نے میری موجودگی کے بغیر اس کو کیسے دے دیا۔ اس جملہ سے آپ کی والدہ کو بہت ندامت ہوئی لیکن اسی وقت امام شافعیؒ بھی گھر میں آ گئے اور والدہ سے کیفیت معلوم کر کے اس شخص سے کہا کہ تمہارا صندوق موجود ہے لیکن تم کیسے تنہا آ گئے۔ جاؤ پہلے اپنے ساتھی کو لے کر آؤ۔ یہ سن کر وہ شخص لاجواب ہو گیا۔

عنایت اللہ۔ گورنمنٹ ہائی سکول طورہ وڑی ہنگو

"قارون مرتا ہے' نوشیروان زندہ رہتا ہے"

ایک شہزادے نے بہت سا خزانہ اپنے باپ سے ورثہ میں پایا۔ بخشش اور سخاوت کی انتہا کر دی۔ اور بے پناہ دولت فوج اور رعایا پر لٹا دی۔ ساتھیوں میں سے ایک بے تدبیر نے اسے نصیحت کرنی شروع کر دی کہ پہلے بادشاہوں نے یہ دولت کوشش سے جمع کی ہے اور کسی مصلحت کیلئے رکھی ہے۔ تو اس حرکت سے باز آ جا' کیونکہ بہت سے واقعات پیش آنے والے ہیں اور دشمن پیچھے ہیں' ایسا نہ ہو کہ ضرورت کے وقت تو بے بس ہو جائے۔

اگر تو خزانہ عام لوگوں پر تقسیم کرے تو ہر ایک کو ایک چاول کے برابر ملے گا' تو ہر ایک سے جو کے برابر چاندی کیوں نہیں لیتا تاکہ تیرے پاس ہر وقت ایک خزانہ جمع رہے اور وقت پر کام آئے۔
بادشاہ اس بات پر ناراض ہو گیا اور اس کو ڈانٹ ڈپٹ کی اور کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس ملک کا مالک بنایا۔ یہ تاکہ میں کھاؤں اور بخشوں' چوکیدار نہیں بنایا کہ اس کی حفاظت کروں۔
قارون مر گیا جو کہ چالیس گھر خزانے رکھتا تھا' نوشیروان نہیں مرا کیونکہ اس نے نیک نام چھوڑا۔ قارون کنجوسی اور بخل کی وجہ سے بدنام ہوا اور نوشیروان سخاوت اور بخشش کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں زندہ ہے۔ (گلستان سعدیؒ سے ماخوذ) مولانا محمد رمضان ساجد جامعہ صفہ کربوغہ شریف ہنگو

”قائداعظم“ اور ”ملکہ ترنم نور جہاں“ بھی وہاں موجود تھے

کریسنٹ کڈز کیمپس میں بہار کے رنگ

نمیری محسن

علامہ اقبال ٹاؤن لاہور کے نامور سکول کریسنٹ کڈز کیمپس میں بچوں کی موسم بہار کے حوالے سے رنگا رنگ تقریبات منعقد ہوئیں۔ ان تقاریب کی سب سے بڑی خوبی بچوں کا وہ اعتماد اور لیاقت تھی جس کا اظہار ان کی کارکردگی سے ہو رہا تھا۔ پلے گروپ سے لے کر جماعت دوئم تک تمام

پروگرام 9 گھنٹے بغیر کسی وقفے کے جاری رہا

عمران‘ طوبیٰ نور‘ عبیر سہیل‘ شارق علی‘ طلحہ بشیر نمرا ملک‘ احمد سلیم‘ حمنہ ذوالفقار‘ فرقان اشرف‘ علینا‘ عائشہ علی‘ ارسلان عظمت‘ حامد نے بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کیا

تقریب کی سب سے بڑی خوبی بچوں کی لیاقت اور اعتماد تھا

بچوں اور ان کے والدین نے تقریب میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ پروگرام اتنے دلچسپ تھے کہ تمام لوگ اس روز بسنت کے پروگراموں کو فراموش کر کے اس دلچسپ پروگرام میں محو رہے۔ صبح 8:30 سے لے کر شام 5:30 تک بڑی کامیابی سے 9 گھنٹے پروگرام جاری رہا۔ ننھے منے کمپیئرز کا اعتماد قابل دید تھا۔ اتنے چھوٹے بچوں کا ایسا پروگرام کم ہی نظر سے گزرا ہو گا۔

طلبا نے بہترین ٹیبلو‘ ڈرامے اور فینسی ڈریس شو پیش کیا۔ فینسی ڈریس شو میں ڈاکٹر‘ دلہن‘ دودھ والے کے کردار کو بہت سراہا گیا۔ قائداعظم اور ملکہ نور جہاں کے تاریخی کرداروں نے بھی حاضرین کو بہت متاثر کیا۔ والدین کے مابین دلچسپ مقابلے بھی پروگرام کا حصہ تھے۔

اس موقعہ پر فوڈ سٹریٹ کی طرز پر کھانے کے سٹالز کا بھی اہتمام کیا گیا۔ سکولوں کی چیئرپرسن مسز شہباز اشرف نے حاضرین سے خطاب کیا۔ اور بچوں کو ان کی کارکردگی پر سراہا۔ انہوں نے اپنے خطاب میں پڑھائی کے ساتھ ساتھ غیر نصابی سرگرمیوں کے طلبا کی شخصیت کی تعمیر میں کردار کے حوالے سے روشنی ڈالی۔ مندرجہ ذیل بچوں نے مختلف مقابلوں میں انعامات حاصل کیے۔

روحہ‘ فائقہ شاہد‘ مینہ طارق‘ سعد جاوید‘ ناجیہ

کتنے پانی میں

یہ اس وقت کی بات ہے جب ہم کوئی پہلی دوسری کلاس میں پڑھتے تھے تو ان دنوں ہمارے نوماہی پیپرز نزدیک تھے۔ ایک ماسٹر صاحب نے ہمیں نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ تم محنت کرو اچھے نمبر لو اور تمہیں ان نوماہی پیپروں سے پتہ چل جائے گا کہ تم کتنے پانی میں ہو۔ تو ہم میں سے ایک بچہ خوشی خوشی کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ سر لو سر ہم پانی میں نہیں ہم تو خشک زمین پر کھڑے ہیں۔

(محمد سمیع اللہ ملغانی ڈیرہ غازیخان)

TCS

’’یہ پچھلے سال ماہ اگست کی بات ہے جب میرے بڑے بھائی سعید احمد پاشا کو TCS کمپنی میں جاب ملی۔ گھر آ کر انہوں نے سب کو یہ خوشخبری سنائی۔ میرا چھوٹا بھائی جو کہ 7 سال کا ہے نے مجھ سے پوچھا کہ TCS کیا ہوتا ہے۔ میں نے اسے بتایا کہ یہ کوریئر کمپنی ہوتی ہے جو خط آموں کی ٹوکریاں اور گفٹس وغیرہ لے جاتی ہے۔ خیر بات آئی گئی ہوگئی رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو نانی جان جو کہ صادق آباد گاؤں میں رہتی ہیں۔ ہمارے یہاں چٹو کی آئی ہوئیں تھیں جب عید میں ایک ہفتہ رہ گیا تو ماموں نانی کو لینے آ گئے۔ سب بچے شور مچانے لگے کہ نانی جان عید ہمارے یہاں کریں گی۔ طارق جو کافی دیر سے خاموش بیٹھا تھا اچانک بولا کہ ماموں جان آپ چلے جائیں۔ ہم نانی جان کو عید کے دوسرے ہی دن TCS کروا دیں گے اور وہ اگلے دن آپ کے پاس پہنچ جائیں گی۔ اس کی یہ بات سن کر ماموں جان سمیت سب ہنسنے لگے۔

(عدنان سرور چٹو کی)

کچھ آپ بیتیاں مزے کی

زلزلہ

ہمارے تایا ابو اونچا سنتے ہیں۔ ایک روز ہماری پھوپھو کراچی سے آئیں تو میری امی نے تایا ابو کو بتایا کہ ناہید (پھوپھو کا نام) آئی ہے۔ تایا ابو نے بہت حیرانگی سے پوچھا۔ کب؟ امی نے کہا ابھی 5 منٹ پہلے ہی تو وہ کہنے لگے کہ اچھا پتہ تو نہیں چلا۔ امی نے حیرانگی سے پوچھا کس بات کا پتہ نہیں چلا؟ تو کہنے لگے کہ خود ہی تو بتایا ہے کہ ’’زلزلہ آیا ہے۔‘‘ یہ سننا تھا کہ ہم سب کی ہنسی آؤٹ آف کنٹرول ہوگئی۔

(ایمن سلیم اعوان۔ سیالکوٹ)

بابا دعا کرنا

میں ایک مدرسہ میں زیر تعلیم ہوں میرے ماموں کی کریانہ کی دکان ہے جب بھی مدرسہ سے چھٹی ہوتی ہے تو میں ماموں کی دکان پر بیٹھتا ہوں جب میں نیا نیا تھا تو مجھے ماموں نے کہا کہ آٹے کا تھیلہ قریب کے ایک گھر میں دے آؤ میں نے وہ آٹے کا تھیلہ اٹھایا اور ان کے گھر کے باہر رکھ کر گھنٹی بجائی۔ ایک عورت باہر آئی تو میں نے کہا خالہ آپ کا آٹا ہے لے لیجئے انہیں شاید میری بات کی اچھی طرح سمجھ نہ آئی۔ وہ اندر گئیں اور دو روپے لاکر مجھے دے کر کہنے لگی یہ لو بابا دعا کرنا میرے سر پر ٹوپی تھی وہ سمجھیں شاید فقیر ہے جب میں نے ان سے کہا کہ مجھے ماموں نے آٹا دے کر بھیجا ہے تو اندر جو عورتیں بیٹھی تھیں سب ہنس پڑیں۔ (حافظ زاہد حنیف۔ کڑیانوالہ)

’’چھوٹی بہن‘‘

نومبر 1999ء میں ہماری پی ٹی سی کی ورکشاپ ایم سی گرلز ہائی سکول خانیوال میں ہو رہی تھی۔ باری باری تمام گرلز کو کلاس میں "Lesson" دینا ہوتا تھا۔ ایک دن ایک لڑکی نے اپنے "Lesson" کا آغاز ان الفاظ میں کیا۔ بچو! ہمارا آج کا سبق ہے ’’مادر ملت‘‘

مادر ملت قائداعظم ؒ فاطمہ جناح کی چھوٹی بہن تھیں۔ یہ سننا تھا کہ مس سمیت پوری کلاس زعفران زار بن گئی۔

(ناہید فاطمہ۔ ٹبہ سلطان پور)

’’سپارہ‘‘

یہ واقعہ میری پانچ سالہ بہن ماریہ کا ہے۔ ہوا یوں کہ ایک دن پاپا کا فون آیا تو سب نے بات کی جب ماریہ کی باری آئی تو اس نے پوچھا ’’پاپا کیا حال ہے‘‘ پاپا نے اپنا تکیہ کلام دہرایا ’’شکر الحمدللہ‘‘ ماریہ کو سمجھ نہ آئی اس نے دوبارہ پوچھا پاپا نے پھر وہی کہا جب فون بند ہو گیا تو ماما سے کہنے لگی ’’ماما پاپا تو سپارہ ہی سنانا شروع ہو گئے تھے۔ اصل میں اس نے نیا نیا سپارہ پڑھنا شروع کیا تھا۔

(عائشہ کرن۔ سیالکوٹ)

گنجا پاپا

جب میں چار سال کی تھی تو میں، میری امی اور میرا بھائی لاہور سے سیالکوٹ کوچ میں جا رہے تھے کہ اچانک میری نظر ایک ایسے شخص پر پڑی جس کی ٹنڈ گرمی اور پسینے سے خوب چمک رہی تھی میرے منہ سے بے ساختہ نکلا بھائی (جو کہ اس شخص کی برابر والی سیٹ پر بیٹھے تھے) وہ دیکھو گنجا پاپا۔ پھر کیا تھا اس شخص نے پیچھے مڑ کر گھور کے دیکھا۔ اور ساری کوچ قہقہے سے گونج اٹھی۔ (رشیقہ شفیق۔ ملتان)

جیسے سمجھے تھے ہم

بکری کو دیکھ کر پتہ نہیں کیوں مجھے بکری کے سر پر ہاتھ پھیرنا اچھا لگتا ہے۔ میری نظر کچھ کمزور بھی ہے۔ شام کے ساڑھے سات بجے جب میں آنٹی کے گھر سے باہر نکلی تو اپنی کم نظری کی وجہ سے ایک کتے کو بکری سمجھ کر اسکے سر پر ہاتھ پھیرنے ہی والی تھی کہ اچانک بے ساختہ میں اپنی کزن کو یہ شعر کہہ گئی

جسے ہم سمجھے تھے Goat (بکری)

وہ نکلا Dog (کتا)

(صائمہ محمد یٰسین۔ کراچی)

’’پلس نوں آکھاں رشوت خور‘‘

عیدالفطر سے چند دن پہلے رات کو میں اپنے دوستوں عثمان نورانی اور عثمان بھٹی کے ساتھ مارکیٹ کی سیر و تفریح کے لئے گیا۔ زیادہ کھانا کھانے کی وجہ سے بھی کچھ ریفریشمنٹ کی ضرورت تھی۔ جب شہر کے مین گول چوک پہنچے تو میں مذاق مذاق میں ان کو مزاحیہ اشعار سنانے لگا۔ اچانک میرے ذہن میں عبیر ابوذری کا یہ شعر آیا تو میں نے ٹریفک کے شور کی وجہ سے اونچی آواز میں کہا۔

پلس نوں آکھاں رشوت خور تے فیدہ کی

پچھوں کردا پھراں ٹکور تے فیدہ کی

میں نے یہ شعر تین دفعہ دہرایا تاکہ دوست اچھی طرح سن لیں۔ اتفاق دیکھئے کہ اسی وقت ایک پولیس والا موٹر سائیکل پر ہمارے قریب سے گزرا۔ اس نے ہمارے قریب موٹر سائیکل روک دیا اور غصے میں بولا ’’میں بھی آپ کی عمر میں اسی طرح بھونکتا تھا۔ اس کے بعد وہ غصے [illegible] سمجھ گئے کہ میں نے تو یہ شعر اپنے دوستوں کو مذاق کے طور پر سنایا تھا۔

([illegible] بورالا)

مرتب۔ سعدیہ سید۔ گگومنڈی

اسے بیوی کے سامنے پیش کر چکا ہوتا۔"
(سارہ شیرازی۔ ساہیوال)

"خدا کا شکر ہے آپ کمپنی کے مالک ہیں" بیوی نے اطمینان کا سانس لے کر کہا۔
(علی عباس۔ سمن آباد)

مشورہ
مکینک نے کار کی مرمت کرنے کے بعد چابی مالک کے حوالے کرتے ہوئے کہا "کار اب بالکل ٹھیک ہو گئی ہے...... بس اتنی احتیاط کریں کہ گاڑی کبھی پڑوسی کو مستعار نہ دیں"
"یہی تو مسئلہ ہے" وہ صاحب دھیمی آواز میں بولے "میں پڑوسی ہی ہوں" (حسان بن صابر۔ جہانیاں)

دخل اندازی
"بابو جی! اللہ کے نام پر دس روپے دے دیں" "خدا کی پناہ! اکھٹے دس روپے! اگر تم روپیہ، دو روپیہ مانگو تو شاید کوئی دے بھی دے" "بابو جی! آپ دس روپے دیں یا نہ دیں۔ یہ آپ کی مرضی ہے لیکن مجھے یہ سکھانے کی کوشش نہ کریں کہ مجھے اپنا کاروبار کیسے چلانا چاہئے۔" (محمد ابراہیم۔ لاہور)

سیاست
امریکا کے مرحوم صدر کینیڈی کے ابتدائی دور کی سیاست کا ذکر ہے، ایک بار وہ کسی تقریب میں دیر سے پہنچے۔ انہوں نے معذرت کرتے ہوئے کہا "مجھے آج یقیناً اور بھی دیر ہو جاتی اگر ایک بے حد اچھا ٹیکسی ڈرائیور نہ مل جاتا۔ اس کی بے حد اچھی کارکردگی پر میرا ارادہ تھا کہ اسے خاصی بڑی ٹپ دوں گا اور ساتھ ہی یہ بھی کہنا چاہتا تھا کہ وہ میری ڈیموکریٹک پارٹی کو ووٹ دے۔ مگر پھر ایک اور ہی بات ہی میرے ذہن میں آئی۔ میں نے اسے سرے سے کوئی ٹپ نہیں دی اور یہ کہتا ہوا چلا آیا کہ آنے والے انتخابات میں وہ برائے مہربانی ری پبلکن پارٹی کو ووٹ دے۔
(نادیہ سید)

مسکرائیے آپ کے چہرے کی قدر بڑھے گی

آمد کا مقصد
متحدہ کمیونسٹ روس کے زمانے میں وہاں کا ایک کتا خفیہ طور پر سرحد عبور کر کے مغربی جرمنی کے ایک کتے کے ہاں مہمان کے طور پر آ گیا۔ مغربی جرمنی کے کتے نے دم ہلا کر اسے خوش آمدید کہا اور چبانے کے لئے ایک ہڈی پیش کی۔ روسی کتا نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا "میں یہ ہڈی نہیں کھاؤں گا۔ ہمارے ہاں کی کمیونسٹ ہڈیاں زیادہ لذیذ ہوتی ہیں" میزبان کتے نے ذرا مرعوب ہوتے ہوئے کہا "اچھا...... تو میرے پیالے سے تھوڑا سا دودھ ہی پی لو" "نہیں...... میں یہ بھی نہیں پیوں گا۔ ہمارا کمیونسٹ دودھ زیادہ مزیدار اور غذائیت سے بھرپور ہوتا ہے" روسی کتے نے فخریہ کہا "اچھا...... تو پھر میرے ڈربے میں تھوڑی دیر آرام ہی کر لو" میزبان کتا خوش خلقی کا دامن ہاتھ سے چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھا۔ "نہیں" میں ایک سرمایہ دار کتے کے ڈربے میں آرام نہیں کر سکتا" "اگر تم میری کوئی بھی چیز قبول نہیں کر سکتے تو پھر یہاں کس لئے آئے ہو؟" میزبان کتے نے حیرت سے پوچھا "ایک آدھ دن بھونکنے کے لئے" روسی کتے نے جواب دیا۔
(سعید احمد شاہ۔ عارفوالا)

غلطی
انکم ٹیکس کے محکمے میں ایک شخص نے خود تشخیصی نظام کے تحت جو کاغذات داخل کئے، ان میں اولاد کے خانے میں اٹھارہ بچے تحریر کئے تھے۔ متعلقہ افسر نے غور سے کاغذات کا مطالعہ کر کے اولاد کے خانے پر سوالیہ نشان بنا کر لکھا "یہاں پر آپ سے کچھ غلطی ہو گئی ہے" اور کاغذات تصحیح کے لئے بھیج دیے۔ کچھ ہی دنوں میں کاغذات دوبارہ جمع کرائے گئے۔ اس شخص نے لکھا تھا مجھ سے ایک اور غلطی ہو گئی ہے۔ اب میرے انیس بچے ہیں" (محمد اسد۔ سکیم موڑ، لاہور)

طریقہ
ایک بڑے ڈیپارٹمنٹل اسٹور میں ایک ادھیڑ عمر صاحب نوجوان اور خوبصورت سیلز گرل کے پاس پہنچ کر بولے "میری بیوی یہاں بھیڑ میں گم ہو گئی ہے۔ اگر آپ برا نہ منائیں تو میں یہاں کھڑے ہو کر چند سیکنڈ آپ سے بات کر لوں؟" "ضرور...... لیکن اس سے کیا فائدہ ہو گا؟" سیلز گرل نے خوش خلقی سے پوچھا "اسے تلاش کرنے کا یہی سب سے اچھا طریقہ ہے۔ میں نے ہمیشہ دیکھا ہے، جونہی میں کسی جوان اور خوبصورت لڑکی سے بات کرنے لگتا ہوں۔ وہ جہاں کہیں بھی ہو، فوراً آ موجود ہوتی ہے" ان صاحب نے ٹھنڈی سانس لے کر بتایا۔

قحط
برنارڈ شا اور جے۔ کے۔ چسٹرٹن کی کسی نے اکٹھی تصویر بنوائی۔ برنارڈ شا لمبا اور پتلا جبکہ چسٹرٹن موٹا اور چھوٹا سا تھا۔ چسٹرٹن نے تصویر دیکھ کر کہا "اگر کوئی برنارڈ شا کی تصویر دیکھ لے تو وہ سمجھے کہ انگلینڈ میں قحط پڑا ہوا ہے" برنارڈ شا نے کہا "اور آپ کو ساتھ تصویر میں دیکھ کر اسے قحط کی وجہ کا بھی پتہ چل جائے گا۔" (سمیع اللہ۔ بوریوالا)

ٹیسٹ
ایک صاحب دفتر سے آئے اور بریف کیس ایک طرف پھینک کر تھکے تھکے انداز میں صوفے پر ڈھیر ہو گئے۔ "خیریت ہے؟" بیوی نے پوچھا "آج میں نے یونہی شغل [illegible] اہلیت کا ٹیسٹ دیا کہ میں [illegible] اہل ہوں [illegible] دیا کہ مجھے تو کمپنی [illegible] چپڑاسی کے طور پر بھی ملازمت نہیں مل سکتی۔"

جب تک میں ہوں
ایک فرانسیسی گائیڈ سیاحوں کو فرانس کے سرحدی علاقوں کی سیر کروا رہا تھا اور بتا رہا تھا کہ یہاں انگریز توپخانہ ہارا، یہاں انگریز گھڑسوار ہارے، یہاں پیادہ انگریز فوج ہاری۔ سیاح نے پوچھا "انگریز کوئی لڑائی جیتا بھی؟" گائیڈ نے مضبوط لہجے میں کہا "جب تک میں گائیڈ ہوں، انگریز کوئی لڑائی نہیں جیت سکتا۔" (نادیہ سید۔ گگومنڈی)

جواز
ایک شخص آدھی رات کو سڑک پر گھوم رہا تھا۔ ایک کانسٹیبل نے اسے روک کر پوچھا "جناب آپ کے پاس اتنی رات گئے سڑک پر گھومنے کا کوئی جواز ہے؟" اس شخص نے [illegible] دیا "اگر میرے پاس کوئی جواز ہوتا تو میں کبھی کا گھر پہنچ کر

میاں بیوی کو کسی تقریب میں جانا تھا۔ شوہر دروازے پر کھڑا ہو کر چلایا "بھئی تم تیار ہو چکیں یا نہیں؟"
"چلا کیوں رہے ہو؟" اندر سے بیگم کی آواز آئی "گھنٹے سے کہہ تو رہی ہوں کہ بس ایک منٹ میں آئی"
(عبدالحمید۔ ملتان)

مختصر مختصر
"گزشتہ چھ سال سے ہم کسی بات پر متفق نہیں ہو سکے" شوہر نے شکایت کی "گزشتہ سات سال سے" بیوی نے کہا۔

☆ میں نے اپنے افسر سے کہا "آپ خوشامد پسند نہیں کرتے" یہ سن کر وہ پھول گیا اور بولا "ہاں، تم ٹھیک کہتے ہو"

☆ ایک ہوٹل میں بستر کے اوپر یہ نوٹس لگا ہوا تھا "بستر میں لیٹ کر سگریٹ نہ پیجئے کیونکہ اس طرح جو راکھ گرے گی۔ وہ آپ کی بھی ہو سکتی ہے۔"

☆ اس نے اپنی سب سے پہلی نظم ایک مشاعرے میں پڑھی اور سارے سامعین کو ہوٹ کر دیا۔ ایک نظم اپنی تھی، دوسرا ترنم بھی اپنا۔ ایسا مشاعرہ لوٹا کہ دوسرے شاعروں کے لئے سامعین کے پاس ایک بھی ٹماٹر نہ بچا۔

☆ ایک ڈاکٹر نے مریض کو بتایا کہ تمہیں کوئی بہت پرانی بیماری ہے جس کی وجہ سے تمہاری صحت روز بروز گر رہی ہے تو مریض نے کہا "ڈاکٹر صاحب آہستہ بولیں وہ ساتھ والے کمرے میں بیٹھی ہے۔"

یہ روتے چہرے۔ روتی آنکھیں

فلسطین کے شہر ہیبرون کے سکول کی بچیاں۔

کون جانے صرف آنسو گیس کے ان گولوں کے پھٹنے پہ رو رہی ہیں
جو اسرائیلی پولیس نے ان کے سکول پر پھینکے یا اپنے جیسی ان بے بس
بیٹیوں کے مقدر پہ جن کو آنے والے دنوں میں
امریکی حملے کے بعد عراق میں رونا ہے

آخری ورلڈ کپ
کھیلنے والے ہیروز
ہر عمر کے بچوں کیلئے
ماہنامہ پھول لاہور

Scanned with CamScanner

ہیروز کا آخری ورلڈ کپ

رپورٹ۔ فرحان جاوید۔ فیصل آباد

اس ورلڈ کپ میں شرکت کرنے والے کچھ ایسے سپر اسٹارز بھی ہیں جن کا کرکٹ کیریئر اختتامی مراحل میں ہے۔ ہر شائق چاہتا ہے کہ اس کا من پسند کھلاڑی ہمیشہ ایکشن میں نظر آتا رہے لیکن یہ ناممکن سی بات ہے کیونکہ ہر روز نکلنے والے سورج کو بھی زوال آتا ہے اسی طرح ہر کھلاڑی کی عمر گزرتے وقت کے ساتھ اس کے کھیل میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہے۔

وسیم اکرم: وسیم اکرم نے 1966ء میں جنم لیا۔ پاکستان کرکٹ ٹیم کے سابق کپتان وسیم اکرم نے اپنے ون ڈے کیریئر کے 350 میچ کھیلے ہیں اور سب سے زیادہ ریکارڈ 490 وکٹیں حاصل کیں، اس کے علاوہ 3646 رنز بھی بنا چکے ہیں۔ پاکستان کا یہ مایہ ناز کھلاڑی دنیا کا بہترین آل راؤنڈر شمار کیا جاتا ہے۔ دونوں طرز کی کرکٹ میں 4 سو سے زائد وکٹیں حاصل کر چکے ہیں۔ پاکستان کو 1992ء کے ورلڈ کپ فائنل میں جارحانہ اننگز اور عمدہ باؤلنگ کے باعث فتح یاب کرایا تھا۔ اس کے علاوہ بے شمار کامیابیاں ان کے کریڈٹ پر ہیں۔ ان کا شاندار ریکارڈ ان کی عمدہ کارکردگی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس سپر اسٹار آل راؤنڈر کو شوگر کا عارضہ بھی لاحق ہے۔ 1987ء، 1992ء، 1996ء، 1999ء کے ورلڈ کپ میں پاکستان کی نمائندگی کی۔

سعید انور: 194 کی ون ڈے کرکٹ کی سب سے بڑی انفرادی اننگز کے ریکارڈ کے مالک پاکستانی اوپنر سعید انور متوقع طور پر اپنے کیریئر کا آخری ورلڈ کپ کھیل رہے ہیں۔ 1968ء میں کراچی میں پیدا ہونے والے اس اسٹار اوپنر نے 242 میچ کھیلتے ہوئے 8605 رنز 19 سنچریوں اور 43 نصف سنچریوں کی مدد سے بنائے ہیں۔ گزشتہ ورلڈ کپ کے سپر سکس کے آخری میچ میں زمبابوے جبکہ سیمی فائنل میں نیوزی لینڈ کے خلاف عمدہ سنچریوں کی بدولت اپنی ٹیم کو فائنل تک رسائی فراہم کی۔ امید ہے کہ اپنے آخری ورلڈ کپ کو یادگار بنانے کے لئے عمدہ اننگز تخلیق کریں گے 1996ء، 1999ء ورلڈ کپ میں پاکستان ٹیم کا حصہ رہے۔

راشد لطیف: حال ہی میں ٹیسٹ کرکٹ سے ریٹائرمنٹ کا اعلان کرنے والے یہ مایہ ناز وکٹ کیپر 143 میچز میں پاکستان کی نمائندگی کر چکے ہیں جس میں 1352 رنز بنانے کے علاوہ وکٹوں کے پیچھے 149 کیچ اور 34 اسٹمپ بھی کر چکے ہیں۔ 1996ء کے ورلڈ کپ میں پاکستانی ٹیم میں شامل تھے۔ اعداد و شمار کے لحاظ سے پاکستان کے کامیاب ترین وکٹ کیپر ہیں۔

شین وارن: آسٹریلیا کے اب عظیم لیگ سپنر کی کارکردگی کی دنیا معترف ہے۔ اپنی ٹیم کو ورلڈ کپ 99ء میں اپنی شاندار کارکردگی سے کامیاب کروایا۔ ان کی پیدائش کا سال ستمبر 1968ء ہے۔ عمدہ باؤلنگ کے باعث بیٹسمینوں کو ہمیشہ پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ 93-1992ء میں نیوزی لینڈ کے خلاف ون ڈے میچ سے اپنے ون ڈے کیریئر کا آغاز کیا۔ 291 وکٹیں حاصل کر چکے ہیں 1996ء، 1999ء کے ورلڈ کپ میں اپنی ٹیم کی نمائندگی کی۔ اس ورلڈ کپ میں ممنوعہ ادویات استعمال کرنے پر ٹورنامنٹ سے باہر ہو چکے ہیں

مائیکل بیون: آسٹریلیا کا یہ مایہ ناز بیٹسمین ون ڈے کرکٹ میں سب سے بہترین اوسط کا مالک گردانا جاتا ہے۔ 8 مئی 1970ء کو پیدا ہوئے 94-1993ء میں سری لنکا کے خلاف شارجہ میں اپنے کیریئر کا آغاز کیا۔ 196 میچز میں 6 سنچریز اور 39 نصف سنچریز کے ساتھ 54.80 کی اوسط سے 6028 رنز بنائے ہیں۔ اس کے علاوہ اپنی تیزی سے گھومتی لیگ اسپن باؤلنگ سے 36 وکٹیں بھی حاصل کی ہیں اور ایک اینڈ سے وکٹ روکنے اور رنز بنانے میں ماہر مانے جاتے ہیں۔ 1996ء اور 1999ء کے ورلڈ کپ میں اپنی ٹیم کا حصہ رہے۔

ایلن ڈونلڈ: جنوبی افریقہ کے اس تیز رفتار باؤلر نے 20 اکتوبر 1966ء کو جنم لیا۔ اپنے ابتدائی دور میں انہیں اپنی طوفانی باؤلنگ کے سبب "وائٹ لائٹننگ" بھی کہا جاتا تھا۔ ڈونالڈ نے 92-1991ء میں بھارت کے خلاف اپنے کیریئر کا اولین ون ڈے میچ کھیلا۔ اب تک 161 میچز میں 271 وکٹیں حاصل کی ہیں۔ بہترین باؤلنگ 23 رنز کے عوض 6 وکٹ ہے۔ 1992ء، 1996ء، 1999ء کے ورلڈ کپ میں اپنی ٹیم میں شامل تھے۔

گیری کرسٹن: 23 نومبر 1967ء کو کیپ ٹاؤن میں پیدا ہونے والے اس مایہ ناز بیٹسمین نے 179 میچز میں 40.56 کی اوسط سے 6612 رنز بنائے ہیں جس میں 13 سنچریاں اور 48 نصف سنچریاں ان کے کیریئر کا روشن سنگ میل ہیں 92ء، 96ء اور 99ء کے ورلڈ کپ میں اپنی ٹیم میں شامل تھے۔ ویسٹ انڈین ٹیم کی بیٹنگ لائن میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

کارل ہوپر: 15 دسمبر 1966ء کو پیدا ہونے والے اس آل راؤنڈر نے 221 میچز میں 5703 رنز 35.84 کی اوسط سے 7 سنچری اور 29 نصف سنچریوں کی مدد سے بنائے ہیں، اس کے علاوہ 190 وکٹیں بھی حاصل کر چکے ہیں۔ 1987ء، 1992ء، 1999ء ورلڈ کپ میں اپنی ٹیم میں شامل تھے۔ 2003ء کے ورلڈ کپ میں ویسٹ انڈین ٹیم کے قائد ہیں۔

ناصر حسین: 28 مارچ 1968ء کو بھارت کے شہر مدراس (جواب چنائے کہلاتا ہے) میں پیدا ہوئے۔ بھارت نژاد انگلستانی کپتان ناصر حسین نے 90-1989ء میں پاکستان کے خلاف ناگپور کے مقام پر اپنے ون ڈے کیریئر کا آغاز کیا۔ 84 میچز میں 2308 رنز 31.18 کی اوسط سے بنائے ہیں جس میں 1 سنچری اور 16 نصف سنچریاں شامل ہیں۔ 1999ء میں انگلینڈ کی ورلڈ کپ ٹیم میں شامل تھے۔ اس ورلڈ کپ میں "دھمکیوں" کا شکار ہیں

ایلک اسٹیورٹ: ورلڈ کپ 2003ء کے سب سے عمر رسیدہ کھلاڑی 8 اپریل 1963ء میں مرٹون سرے میں پیدا ہونے والے اس وکٹ کیپر بیٹسمین نے 90-1989ء میں سری لنکا کے خلاف اپنے ون ڈے انٹرنیشنل کیریئر کا آغاز کیا۔ 165 میچز میں 4541 رنز 31.53 کی اوسط سے بنائے ہیں جس میں 4 سنچریاں اور 27 نصف سنچریاں شامل ہیں وکٹ کے پیچھے 153 کیچ اور 14 اسٹمپڈ کر چکے ہیں۔ 1992ء، 1996ء اور 1999ء کے ورلڈ کپ میں انگلینڈ کی نمائندگی کی۔

کرس ہیرس: 28 اپریل 1968ء کو پیدا ہونے والے اس وکٹ کیپر بیٹسمین نے زمبابوے کی جانب سے کھیلتے ہوئے 205 میچز میں 6454 رنز 4 سنچریوں اور 52 نصف سنچریوں کی مدد سے بنائے ہیں جبکہ وکٹ کے پیچھے 140 کیچ اور 32 اسٹمپڈ کر چکے ہیں۔

گرانٹ فلاور: 20 دسمبر 1970ء کو جنم لینے والے زمبابوین بیٹسمین نے 192 میچز میں 5809 رنز 33.57 کی اوسط سے 6 سنچریوں اور 34 نصف سنچریوں کی مدد سے بنانے کے علاوہ 94 وکٹیں بھی حاصل کی ہیں۔

سنتھ جے سوریا: سری لنکن ٹیم کی قیادت کرنے والے اس "دہشت گرد" بیٹسمین کی تاریخ پیدائش کا سال 1969ء ہے۔ ون ڈے کیریئر کے 287 میچز میں 32.13 کی اوسط سے 8645 رنز بنا چکے ہیں جس میں 15 سنچریاں اور 52 نصف سنچریاں بھی شامل ہیں 189 رنز ان کا بہترین سکور ہے جو انہوں نے شارجہ میں بھارتی باؤلنگ کا بھرکس نکال کر بنایا تھا۔ اس کے علاوہ باؤلنگ میں بھی کارکردگی شاندار ہے۔ ون ڈے کرکٹ میں 234 وکٹیں حاصل کر چکے ہیں۔ 1992ء، 1996ء اور 1999ء کے ورلڈ کپ میں شرکت کی۔

جواگل سری ناتھ: 31 اگست 1969ء کو پیدا ہونے والے اس بھارتی باؤلر نے 92-1991ء میں شارجہ کے میدان پر پاکستان کے خلاف کھیلتے ہوئے اپنے ون ڈے کیریئر کا آغاز کیا۔ 218 میچز میں 299 وکٹیں حاصل کی ہیں۔ 1992ء، 1996ء، 1999ء ورلڈ کپ میں اپنی ٹیم کی نمائندگی کی۔

برائن لارا: 2 مئی 1969ء کو جنم لینے والے اس مایہ ناز ویسٹ انڈین بیٹسمین نے 203 ون ڈے میچز کھیلے 7665 رنز بنا چکے ہیں 169 بہترین سکور ہے اوسط 42.64 کی ہے۔ 16 سنچریاں اور 43 نصف سنچریاں بھی شامل ہیں۔ بہترین سکور متحدہ عرب امارات کے خلاف 188 ناٹ آؤٹ ہے۔ ورلڈ کپ 2003 کی پہلی سنچری کرنے کا اعزاز لارا نے ہی حاصل کیا

جونٹی رہوڈز: ناممکن کیچ کو با آسانی تھام لینے والے جنوبی افریقہ کے اس شہرہ آفاق کھلاڑی نے 27 جولائی 1969ء کو جنم لیا۔ 243 میچز میں 35.31 کی اوسط سے 5933 رنز بنا چکے ہیں جس میں 2 سنچریاں اور 33 نصف سنچریاں شامل ہیں 105 کیچ ان کی عمدہ فیلڈنگ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ 1992ء، 1996ء، 1999ء کے ورلڈ کپ میں جنوبی افریقی ٹیم کا حصہ رہے اور بیشتر مواقعوں پر اپنی حیرت انگیز فیلڈنگ کی صلاحیت سے مخالف ٹیم کو مشکلات سے دوچار کیا ورلڈ کپ 2003 کی ابتدا ہی میں ہاتھ کے فریکچر کی وجہ ریٹائر ہو گئے ہیں

اراونڈا ڈی سلوا: سری لنکا کا کرشمہ ساز بیٹسمین 17 اکتوبر 1965ء کو کولمبو میں پیدا ہوا۔ اس ورلڈ کپ میں اراونڈا کا شمار ایلک اسٹیورٹ کے بعد سب سے عمر رسیدہ کھلاڑیوں میں ہوتا ہے۔ کیریئر کا اولین ون ڈے 84-1983ء میں نیوزی لینڈ کے خلاف کھیلا۔ 298 میچز میں 9017 رنز 34.94 کی اوسط سے بنا چکے ہیں جس میں 11 سنچریاں اور 62 نصف سنچریاں بھی شامل ہیں۔ 97 وکٹیں بھی ان کے نام کا حصہ ہیں۔ 1987ء، 1992ء، 1996ء اور 1999ء کے ورلڈ کپ میں اپنی ٹیم کا حصہ رہے۔ 1996ء کے ورلڈ کپ فائنل میں ان ہی کی شاندار سنچری کی بدولت سری لنکن ٹیم ورلڈ چیمپئن بنی۔

چٹنی بابا

10

ایک پیاسے کی کہانی۔۔اس کے ہونٹ ایک بار پیے مشروب کو کبھی نہ بھول پائے تھے۔

پروفیسر محمد ظریف خان-صادق آباد

میں نے چٹنی بابا کو غالباً 1982ء میں کراچی کی ایک نواحی بستی شاہ فیصل کالونی میں دیکھا جہاں میں اپنے دیرینہ دوست علی احمد عامر سے ملاقات کی غرض سے گیا تھا۔اس وقت بھی ان کی عمر لگ بھگ ساٹھ برس تو ضرور رہی ہو گی۔وہ بڑے گورے چٹے اور صحتمند تھے اور اپنی توانائی کی وجہ سے اصل عمر سے بہت کم کے دکھائی دیتے تھے۔انہوں نے سرتاپا سفید لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ان کی سفید داڑھی بھی بہت بھلی لگ رہی تھی مگر ان کے ہونٹ حیرت انگیز طور پر بالکل سیاہ تھے۔عام طور پر کثرت سے سگریٹ نوشی کرنے والوں کے ہونٹ کالے ہو جاتے ہیں مگر چٹنی بابا سگریٹ پینے والے لگتے نہیں تھے۔

تاہم ان کے کالے ہونٹ ان کی گوری رنگت اور سفید لباس پر ایک سیاہ داغ تھے۔وہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو کسی بات پر ڈانٹ رہے تھے مگر ان کے چہرے سے غصہ یا خفگی کے بجائے محبت و شفقت جھلک رہی تھی۔بچے انہیں ''چٹنی بابا' چٹنی بابا'' کہہ کر چھیڑ رہے تھے۔وہ دو قدم چلتے اور پھر پلٹ کر بچوں کو جھڑکتے۔میں بھی یہ تماشا دیکھنے کی غرض سے چند لمحات کیلئے وہاں کھڑا ہو گیا۔اتنے میں ایک قریبی گھر سے ایک جوان آدمی باہر نکلا۔جس نے بچوں کو جھڑکا اور چٹنی بابا کے بالکل پاس کھڑے ہوئے آٹھ دس برس کے بچے کو ایک تھپڑ بھی رسید کر دیا اور اس کے ساتھ ہی سب بچے بھاگ پڑے۔وہ بچے تو دوڑ لئے مگر چٹنی بابا نے اس شخص کو اس بات پر برا بھلا کہنا شروع کر دیا کہ اس نے بچے کو تھپڑ کیوں مارا۔وہ بندہ شرمندہ شرمندہ سا دکھائی دینے لگا اور اس نے اپنا سر جھکا لیا۔چٹنی بابا اس کی یہ حالت دیکھ کر مسکرائے آگے بڑھے اسے گلے سے لگایا اور پھر شفقت سے ایک ہلکا سا تھپڑ اس کے سر پر مارتے ہوئے آگے چل پڑے۔

یہ منظر میں نے عامر کی گلی کے نزدیک ایک چھوٹی سی سڑک پر دیکھا تھا۔دوران گفتگو مین نے جب عامر سے دریافت کیا کہ بچے ان بزرگ کو چٹنی بابا کیوں کہتے ہیں تو اس نے بتایا کہ ان کا اصل نام ریاض احمد عباسی ہے۔وہ آزاد کشمیر سے تعلق رکھتے ہیں مگر گزشتہ پچیس تیس برس سے ان کا مستقل قیام شاہ فیصل کالونی میں ہے۔یہ فوج کے ریٹائر صوبیدار ہیں اور تین برس تک بھارت کی قید میں رہ چکے ہیں۔ان کو چٹنی بابا اسلئے کہا جاتا ہے کہ وہ ہمیشہ اپنا نچلا والا ہونٹ اوپر والے لب سے کچھ اس طرح رگڑتے رہتے ہیں جیسے کوئی بہت لذیذ چیز کھا کر ہونٹ چاٹ رہے ہوں اور بچو! یہ بات تو تمہیں پتہ ہے ناں کہ ''ہونٹ چاٹتے رہ جانا'' اردو کا ایک مشہور محاورہ بھی ہے یعنی کوئی ذائقہ دار چیز کھا کر اس کا مزہ دیر تک یاد رکھنا یا پھر اسی چیز کی تمنا کرنا۔تو چٹنی بابا بھی اسی طرح اپنے ہونٹ چاٹتے رہتے تھے۔ مگر مسلسل اسی طرح کرتے رہنے سے ان کے ہونٹ بالکل کالے پڑ گئے تھے جو ان کی گوری رنگت اور خوبصورت چہرے کے ساتھ بہت بدنما معلوم ہوا کرتے۔میں نے جب عامر سے چٹنی بابا کے اس طرح ہونٹ چاٹنے کا سبب دریافت کیا تو اس نے اس سوال کے جواب میں مجھے جو کہانی سنائی وہ عجیب و غریب بھی ہے اور ایک بندہ مومن کے جذبہ و شوق شہادت کی آئینہ دار بھی۔عامر نے بتایا کہ چٹنی بابا 1940ء میں ہندوستانی فوج میں بطور سپاہی بھرتی ہوئے۔

اس وقت ان کی عمر اٹھارہ برس کے قریب تھی۔ان دنوں برصغیر جنوبی ایشیاء پر انگریزوں کی حکمرانی تھی اور موجودہ پاکستان اور ہندوستان کے علاوہ برما' سری لنکا (پرانا نام سیلون) میانمار (پرانا نام برما) نیپال' بنگلہ دیش (سابق مشرقی پاکستان) بھوٹان اور مالدیپ سب برطانوی ''سامراج'' (دوسروں کے ملک پر زبردستی قبضہ کر کے حکومت کرنا) قبضے میں تھے۔یوں سمجھئے کہ اس وقت لاہور' راولپنڈی' صادق آباد اور بھائی پھیرو سب ہی ہندوستان تھے۔

چٹنی بابا نے انگریزوں کی خاطر ایک ایشیائی ملک جاپان کے خلاف لڑائی میں حصہ لے کر دوسری عالمگیر جنگ (1939-45ء) کے دوران میں برما کے محاذ پر بہادری اور شجاعت کے کئی کارنامے انجام دیئے جس کے صلے میں انگریزوں نے انہیں برطانوی فوج کا سب سے بڑا اعزاز ''وکٹوریہ کراس'' (VICTORIA CROSS) دیا۔

برطانوی فوج کے اس تمغہ کی حیثیت ہمارے ملک کے نشان حیدر جیسی ہے۔ مگر لاحول ولاقوۃ۔ کہاں صلیبی نشان والا وکٹوریہ کراس اور کہاں نشان حیدر جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دلیری اور عزم کی یاد دلاتا ہے۔ قیام پاکستان کے بعد چٹنی بابا پاک فوج کے سپاہی تھے۔ اب وہ ترقی پا کر حوالدار ہو چکے تھے۔ انہوں نے جب 1948ء میں کشمیر کے محاذ پر پاک بھارت جنگ میں حصہ لیا تو بہت خوش ہوئے کیونکہ اب وہ کسی غلام کی مانند اپنے آقا کی خاطر نہیں لڑ رہے تھے بلکہ وہ پاکستان کی اسلامی فوج کا ایک حصہ تھے اور ان کا مقابلہ ہندو بھارت سے تھا جس نے پاکستان کو پہلے ہی دن سے قبول نہیں کیا۔ انہیں اس جنگ میں تمغہ جرأت ملا جبکہ 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں فقید المثال کارنامے پر ہلال جرأت ان کے حصہ میں آیا۔

1971ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران وہ مشرقی پاکستان میں ہلی (کھلنا) کے محاذ پر میجر اکرم شہید نشان حیدر کی کمپنی ہی میں شامل تھے۔ اس وقت وہ صوبیدار تھے اور سپاہیوں کی مختصر تعداد کے ساتھ دشمن کی ٹڈی دل افواج سے برسرپیکار ہوئے۔ اس محاذ پر کماندار میجر اکرم سمیت تقریباً تمام مجاہدین ایک ایک کر کے وطن کی آبرو پر قربان ہو کر درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ اس لڑائی میں چٹنی بابا بھی شدید زخمی ہو گئے اور پھر انہیں کچھ ہوش نہ رہا۔

اچانک کچھ نسوانی آوازوں اور چاندی کی گھنٹیوں جیسی ہنسی کی صداؤں سے ان کی آنکھ کھل گئی۔ انہوں نے دیکھا کہ سرتاپا سفید لباس میں چند خوبصورت اور کمسن لڑکیاں وہاں کھڑی ہیں جن کے حسن ودلربائی کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ چٹنی بابا ان لڑکیوں کو صرف دیکھ سکتے تھے۔ کچھ بولنے یا غور کرنے کے قابل نہ تھے۔ بس خالی خالی نظروں سے انہیں تکے جا رہے تھے۔ ان میں سے ایک لڑکی کے ہاتھ میں ایک بلوریں (انتہائی قیمتی شیشے کا) چمکتا ہوا بیضوی گلاس تھا جس میں دودھ سے زیادہ سفید کوئی مشروب بھرا ہوا تھا جس میں سے خوشبو کی ایسی لپٹیں اٹھ رہی ہیں جن کی مثال ملنا ناممکن ہے۔ اس لڑکی نے ایک ہاتھ سے سہارا دے کر انہیں اٹھایا اور پھر وہ گلاس ان کے منہ سے لگا دیا۔ ابھی ان کے لبوں تک مشروب کی صرف نمی ہی پہنچی تھی کہ ایک دوسری لڑکی نے گلاس جھپٹ لیا۔ اس نے چٹنی بابا کے قریب شدید زخمی حالت میں پڑے ہوئے سپاہی جعفر کو اٹھایا اور پھر وہ پورا گلاس اسے پلا دیا۔ جعفر نے مشروب پی کر آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ لڑکیاں یکدم نظروں سے اوجھل ہو گئیں اور ادھر چٹنی دوبارہ بے ہوش ہو گئے۔ دوبارہ جب ان کی آنکھ کھلی تو انہوں نے خود کو کلکتہ (بھارت) کے ایک فوجی ہسپتال میں پایا جہاں وہ جنگی قیدی کی حیثیت سے زیر علاج تھے۔

چٹنی بابا یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ انہوں نے جاگتی آنکھوں سے خواب نہیں بلکہ حقیقت دیکھی تھی۔ وہ لڑکیاں یقیناً جنت کی حوریں تھیں جو انہیں بہشت کے مشہور چشموں کوثر و تسنیم کا جام پلانے آئی تھیں۔ مگر افسوس یہ جام شہادت ان کے نصیب میں نہ تھا۔ کاش وہ پیالہ انہیں مل جاتا تو شہادت ان کا مقدر بن جاتی اور انہیں تین برس کیلئے ہندو بھارت کا جنگی قیدی بن کر رسوائی کا داغ نہ لگتا۔ ان کا کہنا ہے کہ اس جام کی نمی ہی میں اس قدر لذت تھی کہ اسے یاد کر کے وہ آج تک اپنے ہونٹ چاٹتے رہتے ہیں۔ انہیں یوں لگتا ہے کہ جیسے شربت کا مزہ ہمیشہ ان کے ہونٹوں پر موجود ہے۔ ان کا ساتھی جعفر تو جام شہادت پی کر اپنی مراد پا گیا۔ شہادت ہی مومن کی سب سے بڑی آرزو ہوتی ہے۔ علامہ اقبال کے بقول

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

مجھے بیس اکیس برس سے چٹنی بابا کے بارے میں کچھ پتہ نہیں۔ کون جانے کہ وہ بقید حیات ہیں اور حسب سابق جام شہادت کی لذت کے غائبانہ مزے لے رہے ہوں گے یا چل بسے ہوں گے اور اللہ کے حضور اصل مشروب کی لذت سے ہمکنار ہوں گے۔

بقیہ: خوشہ گندم

اتنی سی بھی نہیں ہے۔ الیکشن ہو گئے۔ رزلٹ آ گئے۔ غنی صاحب جیت گئے تھے۔ میری دعائیں رنگ لائیں تھی۔ بڑا سخت مقابلہ ہوا تھا اور صرف تھوڑے سے ووٹوں سے غنی صاحب جیتے تھے۔ میاں جی ابھی تک گھر نہ آئے تھے ظاہر ہے اب تو انہوں نے صبح کر کے خوشی منانی تھی ناں۔ جشن ہونے تھے اور ہمارے حصے بھی کچھ آنا تھا۔ میاں جی کو ان کی دن رات کی محنت اور خلوص کا صلہ بھی تو ملنا تھا ناں۔

صبح چھ بجے دروازہ بجا۔ میں نے سوچا میاں جی جلدی آ گئے۔ پورے ایک ماہ بعد آئے تھے اور خوشخبری کے ساتھ "بہت تھکے ہوئے ہونگے۔ رات ساری جاگتے رہے ہونگے۔" میں سوچتی جا رہی تھی اور دروازہ کی طرف آ رہی تھی۔ دروازے کے دوسری طرف عجیب ہی منظر تھا۔

ایمبولینس سے ایک سٹریچر باہر آیا جس پر خونم خون میاں جی پڑے تھے۔ "بس باجی! کیا بتاؤں مخالف پارٹی ہاری تو پاگل ہو گئی۔ انہوں نے جی دھاندلی کا الزام لگا دیا اور فساد کھڑا کر دیا۔ بس جی ایسا ہنگامہ کیا کہ خدا کی پناہ بندوقیں لیکر آ گئے جی۔ وہ تو جی اسلم صاحب اللہ جنت نصیب کرے غنی صاحب کے آگے آ گئے ورنہ تو گولی سیدھا غنی صاحب کو لگتی جی اور جی......"

سامنے کھڑا شخص جانے اور کیا کہہ رہا تھا مگر میرے منہ سے تو بس یہی نکل رہا تھا۔ "غنی صاحب غنی صاحب"

"جی جی باجی! وہ غنی صاحب ابھی تو گھر میں چھپے بیٹھے ہیں تاکہ کوئی اور حملہ آور نہ ہو۔ وہ کہہ رہے تھے جی کہ ضرور جنازے میں شامل ہونگے بلکہ جی وہ کہہ رہے تھے کہ وہ دس ہزار کا چیک بھی دیں گے اسلم صاحب کی بیوہ کو کیونکہ بہت وفاداری دکھائی انہوں نے۔ پارٹی اور غنی صاحب کیلئے سینے پر گولی کھائی ہے جی"

وہ بہت پرجوش ہو رہا تھا اور میں تو بس خون میں بھیگے میاں جی کو دیکھتی تھی۔ "سینے پر گولی کھائی۔ غنی صاحب کیلئے۔ نوکری کیلئے یا سیاست سے محبت کی وجہ سے۔ میاں جی اکبر' انور' فاطمہ۔ میرے بچے میاں جی' اٹھو میاں جی اٹھو' پانچ سو ختم ہو گئے ہیں۔ خرچہ" "کیسے چلاؤں گی گھر کا۔ میں تو جاہل' اناڑی' پھوہڑ عورت' اٹھو میاں جی"

میاں جی کیسے اٹھتے' پہلے کبھی سیاست کے مقابلے پر اپنے بچوں کو لائے جواب لاتے۔ سیاست کیلئے سینے پر گولی کھائی مگر اکبر کیلئے کبھی ایک ڈبہ دودھ نہ لا سکے۔ غنی صاحب کو مخالفوں سے بچا لیا مگر انور کو حالات کی سختی سے نہ بچا سکے۔ ہائے میاں جی ہائے۔ میں بین کرتی جا رہی تھی اور لاش لانے والا تسلی دے رہا تھا۔

"غنی صاحب آئیں گے جی' ضرور جنازے پر آئیں گے"

میں ماتم کر رہی تھی مگر میرا انور جسے وقت اور حالات نے معصوم نہ رہنے دیا تھا۔ ایک دم سے بڑا بنا دیا تھا وہ سوچ رہا تھا۔ "دس ہزار کا چیک ملے گا یعنی دس روپے کلو آٹا ہو تو ہم ایک ہزار کلو آٹا خرید سکیں گے"

انعامات کی برسات

کوئز کی دنیا

1- ردا اظہر حیدر آباد
2- رابعہ افتخار لاہور
3- رانا اکبر علی چتوکی
4- سید عبدالقادر شیرازی کراچی
5- عائشہ کرن چشتیاں

صفحہ بتائیے انعام پائیے

1- سعدیہ ارشد ملتان
2- زینب گل بنگش ہنگو سرحد
3- عرفان احمد کاہلوں فیصل آباد
4- فوزیہ یٰسین فیصل آباد
5- نعیمہ لاہور

الحدیث کوئز

حافظ عاصمہ جاوید لاہور

اس دفعہ قرعہ اندازی آصف احسان نے کی آپ انجینئرنگ یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہیں

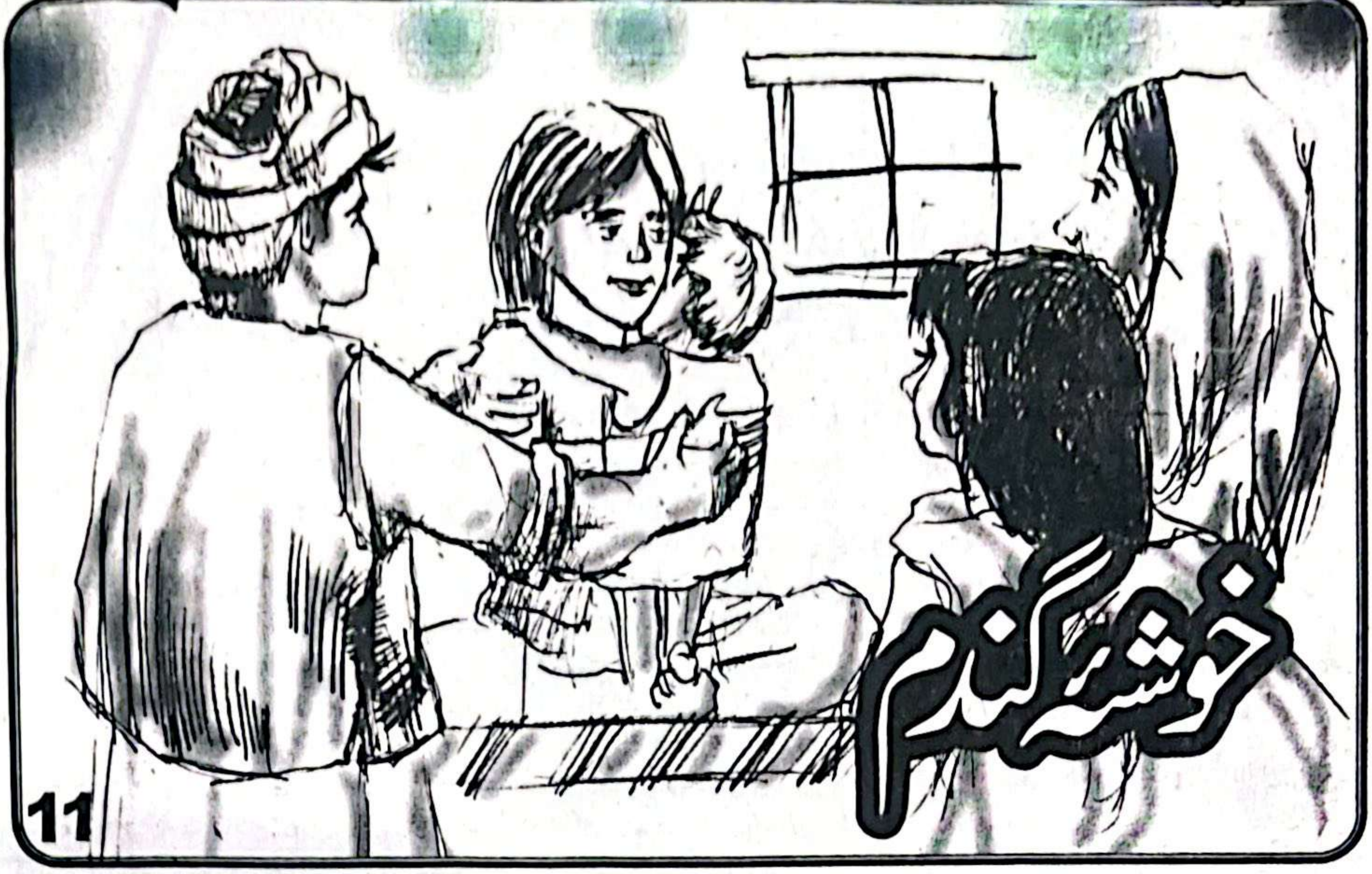

خوشۂ گندم

11

کم نگاہی کی ستائی ایک ماں کی کہانی اس کے بچے ایک دم سے بڑے ہوگئے تھے

جویریہ انجم بخت

آج دوسرا دن تھا آٹا ختم ہوئے۔ روپے کے نام پہ ایک دھیلا بھی میرے پاس نہ تھا۔ کل تو چاول پکا کر روکھی سوکھی کر لی تھی۔ ایسے تو خوشحال ہم تھے بھی نہیں کہ ہفتے مہینے بھر کا سودا شروع مہینے میں ہی خرید کر رکھ لیتے۔ روز کے روز ضرورت کی چیز آتی اور ختم ہو جاتی۔ جانے کب کے تھوڑے سے چاول پڑے تھے لفافے میں، شاید میں نے ہی کبھی بچا کر رکھے تھے اور بھول گئی۔ بہر حال بھلا تو ہو گیا میرا ورنہ کل کیا پکاتی۔

''مگر اب کل کا ذکر کیسا''

میں ہولے سے ہنس دی۔ ''آج بھی کچھ مل جائے تو بات ہے نا'' میں نے خود سے کہا کیا کریں غربت انسان کو خود پر طنز کرنے اور اپنا مذاق آپ ہی اڑانے کا خوب ڈھنگ سکھا دیتی ہے۔ میں نے اس امید پر کہ شاید آج بھی کچھ مل جائے، جانے کتنی مرتبہ باورچی خانے کا آپریشن کر ڈالا تھا۔ مگر دال چاول تو کیا ملنے تھے، نمک مرچ کے ڈبے بھی خالی پڑے تھے۔

''کیا تھا اگر بنی اسرائیل من و سلویٰ سے نہ اکتاتی۔ وہی سلسلہ چل رہا ہوتا تو آج مجھے فکر تو نہ ہوتی کچھ کھانے پکانے کی'' خوامخواہ ہی مجھے یہودیوں پر غصہ آنے لگا۔

صبح بھی کچھ نہ کھایا تھا اور اپنی بھوک سے زیادہ بچوں کی بھوک کی پروا مجھے مجبور کر رہی تھی کہ میں کہیں مانگنے ہی نکل جاؤں۔ مگر کہاں جاؤں؟ کسی دکاندار کے پاس جاؤں تو وہ پرانے حساب کتاب کا تقاضا کرنے لگے گا۔ کسی ہمسائے کے گھر جاؤں تو وہ دینے کی بجائے نصیحتیں شروع کر دیں گے کہ جاؤ بی بی! شوہر سے کہو کما کر لائے۔ مگر میاں جی سے کیسے کہوں؟

ایسا نہیں کہ میرے شوہر کوئی معذور یا ضعیف ہیں۔ ماشاءاللہ اچھے خاصے ٹھیک ٹھاک صحت مند ہوشمند ہیں مگر......

اصل میں وہ ایک سیاسی کارکن ہیں۔ نوکری وغیرہ ان کا شغل نہیں۔ کام کاج سے ان کو دلچسپی نہیں۔ ایک سیاست سے عشق ہے۔ بدقسمتی سے پرائمری سے زیادہ پڑھ نہ سکے اس لئے خود تو الیکشن لڑ نہیں سکتے۔ ہاں مگر اپنی پسندیدہ پارٹی کے لیڈر کی خاطر وہ کچھ کرتے ہیں کہ گھر بھی فراموش کر دیتے ہیں۔ عام دنوں میں تو پھر بھی کچھ کمائی کر لاتے ہیں مگر جب الیکشن ہونے والے ہوں یا کوئی بھی سیاسی جلسہ جلوس ہو تو گھر سے بالکل ہی بے نیاز ہو جاتے ہیں۔

''ایک تو یہ الیکشن بھی روز منہ اٹھا کر آ جاتے ہیں'' اپنی ہی سوچوں میں مگن بے خودی میں شاید میں کچھ اونچا بول گئی، جبھی تو فاطمہ ہنس پڑی اور بولی۔ ''امی کیا الیکشنوں کے بھی منہ ہوتے ہیں'' ''نہیں ان کے صرف سینگ ہوتے ہیں جو کان پر لگے ہوتے ہیں اور بس'' بھوک میں شرارت بھی نہیں سوجھتی ہے مگر فاطمہ اور انور پھر بھی چہک رہے تھے۔ ہاں یاد آیا انہوں نے صبح کو رات کے بچے چاول کھائے تھے مگر میں نے بچوں کی خاطر رات سے کچھ نہ کھایا تھا۔ اسی لئے منہ کے ساتھ ساتھ دل اور ذہن پر بھی بارہ بج رہے تھے۔

''مگر منہ نہ ہوں تو کان کیسے ہونگے'' فاطمہ اور انور ہنوز شغل کر رہے ہیں'' ''بھئی کان گردن پر لگے ہوتے ہیں'' انور یہ کہہ کر خود ہی ہنسا اور مجھے مخاطب کر کے بولا۔

''کیوں امی جی! آج داتا دربار کا پھیرا نہ لگا لوں''

حد ہو گئی ہے میری آنتوں میں قرآن خوانی ہو رہی ہے اور ان کو مذاق بوجھ رہا ہے۔ آج کل کے بچے بھی کیسی بڑوں کی طرح باتیں کرنے لگے ہیں۔ انور کو دیکھ لیں پانچویں کلاس میں ہے اور یہ فاطمہ سال ڈیڑھ چھوٹی ہو گی اس سے۔

''دیکھو! آج شاید تمہارے ابا آ جائیں'' میں نے انہیں بہلایا حالانکہ مجھے علم تھا کہ اس پورے ہفتے تو کیا اگلے ہفتے بھی ان کا آنا ممکن نہیں۔ ان دنوں میں تو وہ جیسے الیکشنوں کو ہی پیارے ہو جاتے ہیں۔ دن رات وہیں ہوتے ہیں۔ خود تو وہاں سب کے ساتھ کچھ پی رہے ہونگے اور یہاں ہم! ہائے اپنا خیال آتے ہی پیٹ کا خیال بھی آ گیا۔ سچ ہے کہ ٹڈ نہ پیاں روٹیاں تے سبھے گلاں کھوٹیاں

آج تو بچوں کا ہنسی مذاق بھی زہر لگ رہا تھا۔ کسی کی بات یاد آ گئی کہ روٹی نہ ملے تو کیک ڈبل روٹی کھا کر گزارہ کر لو۔

''ہاں کیک ڈبل روٹی تو زمین کھودنے سے مل جائیں گے جیسے'' آج تو میں بہت ہی زود رنج ہو رہی تھی۔ کیا تھا اگر کچھ پڑھنا لکھنا جانتی سلائی جانتی تھی کہ چلو کپڑے سی کر بچوں کا پیٹ پال لیتی۔ میاں جی نے تو کبھی پروا ہی نہ کی تھی۔ بس بچوں کو پڑھانے کا شوق تھا تا کہ بڑے ہو کر سیاست دان بنوا سکیں ان کو۔ اسی کیلئے ہر ماہ کچھ رقم پکڑا دیتے کہ بچوں کی تعلیمی

ضروریات پوری ہو جاتیں۔ بندہ پوچھے روبوٹ تو نہیں ہیں وہ جو کھانے پینے سے بے نیاز ہوں۔ ہزار ضرورتیں اور بھی ہوتی ہیں یہ تو اللہ بھلا کرے میرے بھیا کا جنہوں نے بچے داخل کروائے اپنے دوست کے سکول میں اور فیس تو معاف کروائی ہی' کتابیں بھی سکول سے دلوا دیتے ہیں اور کچھ خود مالی امداد کرتے ہیں۔

''امی! بھوک بہت لگ رہی ہے'' فاطمہ منہ بسورتی آ گئی۔ شاید انور کے لطیفوں سے اس کا پیٹ نہ بھرا تھا۔

میں ایک مرتبہ پھر بڑی پر امید ہو کر اٹھی۔ بڑے دنوں سے بھیا نے بھی چکر نہ لگایا تھا حالانکہ الیکشن کے دنوں میں تو وہ ضرور ہی آتے تھے جانتے تھے اپنے بھائی صاحب کی عادت کو۔ اللہ سے مدد مانگتی میں نے ٹرنک کھنگالنے شروع کر دیئے شاید کوئی روپیہ دھیلا۔ مگر بے سود۔ اس کے بعد بستروں کے نیچے بچوں کو اس دلچسپ ایڈونچر میں شریک کر لیا کہ چلو کچھ دیر تو بھوک بھولے رہیں گے۔ ہم سب بڑے ذوق وشوق سے گھر کی تلاشی لے رہے تھے۔ ''امی! یہ دیکھیں'' فاطمہ کی خوشی سے بھری آواز آئی۔ اس کے ہاتھ میں دس کا نوٹ تھا۔

''پچھلے ہفتے ابو جی نے دیئے تھے قلم خریدنے کو' دکان بند تھی اس لئے لیا نہیں اور پھر مجھے یاد نہیں رہا''۔

''اچھا ہی ہوا جو یاد نہیں رہا'' میں بڑبڑائی اور اس کے ہاتھ سے دس کا نوٹ لیا۔ اس وقت وہ مجھے نعمت غیر مترقبہ لگ رہا تھا۔ چادر اوڑھی اور باہر نکل آئی۔ اب مجھے ایسی دکان کی تلاش تھی جو میاں جی کو جانتا نہ ہو ورنہ نوٹ پکڑتے ہی پرانا کھاتہ کھول لے گا۔ بھوک سے بے حال تھی مگر چلتی رہی اور بہت دور نکل آئی۔ ایک دکان سے کلو آٹا خریدا۔ جانے اس گندم میں کیا خاصیت ہے کہ بندہ اس کو پانے کیلئے کیا پاپڑ بیلتا ہے اور مل جائے تو خوشی دگنی۔ پیٹ میں کچھ گیا بھی نہیں تھا مگر اب واپسی کے وقت میرے قدموں میں جان بھی شاید اس لئے کہ میرے پاس پیٹ کی آگ بجھانے کا سامان تھا۔ ایک تسلی تو تھی نہ جیتی جاگتی ہوئی۔ ''گھر آ کر تھوڑا سا آٹا گوندھا۔ روٹی پکائی اور بچوں کو دی۔ ''امی! سالن یا چائے'' انور نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

''جب روٹی بھی نہ تھی تو داتا دربار یاد آ رہا تھا۔ اب مل گئی ہے تو چسکے شروع'' میں نے جل کر کہا۔

''مگر سالن تو وہاں بھی ہوتا'' انور نے کہا۔

''تو جاؤ وہیں کھایا کرو'' میں آپے سے باہر ہی ہو گئی

''بلکہ ہمارے لئے بھی لایا کرنا'' فاطمہ کو گندم خوب گدگدا رہی تھی۔ ''چلا جاتا شوق سے اگر ابو جی نے گھر اتنی دور نہ لیا ہوتا۔ جتنا کرایہ لگ کر آیا جایا کروں گا اتنے سے تو کلو تو کیا دو کلو گندم مل جائے''

مجھے لگا انور ایک دم سے کس قدر بڑا ہو گیا۔ غربت تنگدستی بچوں کو خوبصورت تنومند تو کیا معصوم بھی رہنے نہیں دیتی ہے۔ اتنے سے بچوں کو حقیقی معنوں میں آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو گیا تھا۔ میری اور بچوں کی بھوک کچھ کم ہوئی' روکھی سوکھی پانی کے ساتھ اندر گئی تو ذہن بھی کچھ چالو ہوا اور جب چالو ہوا تو میں ایک دم کھڑی ہو گئی۔

''کیا ہوا امی کرنٹ تو نہیں لگ گیا'' انور کو بڑی ہری سوجھ رہی تھیں' ''غضب خدا کا اکبر کی فکر ہی نہیں کوئی''۔

اکبر کا نام لیا تو اکبر کے رونے کی آواز بھی آ گئی۔ اسے اٹھایا' پیار کیا تو معلوم ہوا بھوکا ہے۔ دودھ نہیں تھا جو اسے دیتی۔ سوکھی روٹی کیا کھاتا وہ ڈیڑھ سال کا بچہ۔

''عقل ہی ماری گئی میری۔ کیا تھا اگر آٹا آدھ کلو لے آتی۔ باقی پیسوں کا کچھ دودھ ہی لے آتی'' اب سر پکڑ کر بیٹھی تھی اور اکبر بھوک سے پاگل ہو رہا تھا۔ ''کیا کروں'' کچھ سمجھ نہ آیا تو وہی بچی ہوئی روٹی پانی سے نرم کی اور اس کے منہ میں ڈالی۔ شکر ہے غریب کا بچہ نخرے نہیں کرتا۔ صبر والا ہوتا ہے ورنہ آج اکبر کا پیٹ کہاں سے بھرتی۔ معصوم بچہ سوکھی گیلی روٹی سے آخرکار بہل ہی گیا۔ صدق دل سے دعا مانگی۔

''اللہ پاک! آج کچھ سبیل بنا دے میاں جی کو گھر بھیج دے۔ پتہ نہیں کتنا اخلاص تھا میری دعا میں کہ تھوڑی دیر بعد ہی میاں جی آ گئے۔

''دل تو نہیں کرتا تھا آنے کو۔ اتنا زبردست جلسہ ہونا تھا آج۔ مگر کیا کروں طبیعت ایک دم ہی بگڑ گئی۔ پیٹ میں وہ درد کہ واللہ''

میاں جی ہائے ہائے کرتے جا رہے تھے اور روداد بھی جاری تھی ''پھر غنی صاحب نے مجبور کیا کہ جاؤں اور کچھ آرام کروں۔ اللہ بھلا کرے بہت اچھے ہیں اپنے غنی صاحب۔ کتنا خیال رکھتے ہیں میرا۔ کہتے ہیں رات دن پارٹی کیلئے کام کرتے ہو' کچھ آرام بھی کرو۔ جاؤ اور ڈاکٹر کو بھی دکھانا۔ دیکھو نیک بی بی! اس نے پانچ سو روپے بھی دیئے ہیں''

میاں جی بہت مسرور تھے۔

میں نے ایک دم اچک کر ان کے ہاتھ سے نوٹ پکڑ لیا۔

''ارے ارے میں نے کوئی دوا دارو بھی کرنا ہے''۔

دوائی ہے گھر میں'' یہ کہہ کر میں نے الماری میں سے دوائی نکالی اور وہی پچھلے ہفتے ہی اکبر کیلئے لائی تھی۔

''مگر پھر بھی دو تو سہی۔ میں تڑوا کر لا دیتا ہوں'' انہوں نے بات بنائی۔ اور اگر ان کی بات میں آ جاتی تو اگلے چند روز پھر اس سے بھی برے گزرتے۔ خود تو مرغ گوشت کھا کھا کر پیٹ میں درد کرا بیٹھے اور ہم! میں نے چار چھ بڑھا کر ان کو موجودہ اور گزشتہ حالات سے آگاہ کیا۔ مگر وہ میاں جی ہی کیا جو اثر لے لیں۔ ایسا ہوتا تو آج یہ دن تو نہ دیکھنا پڑتا۔

''ٹھیک ہے میں بھول گیا تھا پیسے دینے مگر بس مجھے اندازہ نہ تھا اتنے دن لگ جائیں گے۔ بھئی وہاں رونق میلہ ہی ایسا ہوتا ہے کہ بندہ سب بھول جائے''۔

''مگر میاں جی اولاد تو کسی بھی چیز سے زیادہ ہوتی ہے'' میں نے پھر کہا' ''ہاں ہاں'' ''ٹھیک کہتی ہو بس یہ الیکشن ہو جائیں۔ دعا کرو اپنے غنی صاحب جیت جائیں۔ کہتے ہیں اپنے ہر بندے کو مالا مال کر دوں گا۔ مجھے تو نوکری دلانے کا وعدہ بھی کیا ہے''۔ وہ پھر غنی صاحب کے سبز باغ میں کھو گئے۔ ''ہاں آپ نے کر لی نوکری'' میں چڑ کر بولی تھی مگر وہ ذہنی طور پر وہاں موجود ہوتے تو کوئی جواب دیتے۔ وہ تو غنی صاحب کو ہاروں میں لدا وزارت کا عہدہ سنبھالے دیکھ رہے تھے اور خوش ہو رہے تھے۔ شام تک پیٹ کا درد بھی ٹھیک ہو گیا اور وہ پھر جانے کو تیار۔

''اب میں الیکشن کے بعد ہی آؤں گا۔ دعا کرنا غنی صاحب کیلئے۔ ان کی جیت میں ہی ہماری خوشحالی ہے''۔ وہ تو کہہ کر چلتے بنے اور میں پانچ سو کا نوٹ لیکر سوچتی ہی رہ گئی کہ کیا کیا لوں گی اس کا۔ ''کاش دو کی بجائے تین صفرے ہوتے'' سوچا اور خود ہی ہنس دی۔ ''بھلا پانچ ہزار کے بھی نوٹ ہوتے ہونگے'' میں پھر بے خودی میں اونچا بول گئی

''شاید ہوتے ہوں ہم نے کونسا کبھی دیکھے ہیں''۔ انور جانے کہاں سے بولا۔ سچ ہی تو کہا تھا۔ میں نے تو کبھی ہزار کا نوٹ نہ دیکھا تھا اور پانچ ہزار۔

الیکشن میں ابھی ایک ماہ تھا پورا اور خرچہ پانچ سو۔ بھیا بھی آخر آ ہی گئے اور کچھ رقم وہ تھما گئے۔ مگر اب تو جتنی بھی رقم آ جاتی وہ مشکل دن تو گزر ہی گیا تھا۔ پانچ سو کے نوٹ سے زیادہ پیارا اس دن مجھے دس روپے کا نوٹ لگا تھا۔ بس وقت وقت کی بات ہے اچھے دن آ جائیں تو انسان مشکل وقت کو سوچتا بھی نہیں ہے۔ دن آہستہ آہستہ سرکتے جا رہے تھے۔ جلسے جلوس عروج پر تھے۔ جانے میاں جی کہاں دھکے کھاتے ہونگے۔

میں ان کے ساتھ ساتھ غنی صاحب کا بھی سوچتی تھی۔ ''اللہ کرے وہ الیکشن جیت ہی جائیں۔ شاید اسی طرح میاں جی کو کوئی نوکری وغیرہ کا شوق ہو جائے''۔

میں بھی غنی صاحب کے دیئے بہلاوے میں آنے لگی۔ ''یقیناً وہ اچھے نیک آدمی ہونگے جو میاں جی کی محنت اور لگن کو سراہتے ہیں ورنہ آج کل کے دور میں غریب آدمی کو کون پوچھتا ہے'' میں سوچتے سوچتے جانے کونسے خوابوں کے محل بنانے لگ گئی۔

''میاں جی نوکری سے لگ گئے تو ہم بچوں کو اچھے سکولوں میں داخل کروا دیں گے۔ کچھ کپڑے بھی نئے بنا دوں گی۔ انور بھی کس قدر کمزور ہو رہا ہے۔ اس کیلئے اوولٹین منگواؤں گی میاں جی سے'' سوچتے سوچتے خود ہی پھر ہنس دی۔ آج تک تو دودھ کیلئے ترس رہے ہیں اور خوابوں خیالوں میں اوولٹین بھی آنے لگا ہے۔ جانے کیسا ہوتا ہے اوولٹین۔ انور نے ہی ایک مرتبہ فرمائش کی تھی۔ ''امی! وہ میرا دوست ہے ناسرور۔ امی اتنا موٹا ہے۔ کہتا ہے دودھ میں اوولٹین ملا کر پیتا ہوں امی میں بھی.....'' انور میرے گھٹنے سے سر رگڑنے لگا۔

''بیٹا! دودھ پہلے پینے کو ملے پھر دوسرے چونچلے بھی'' میں جانے کس موڈ میں تھی اسے ٹال دیا اور وہ بیچارہ دوبارہ کبھی کچھ ہی نہ سکا۔ مگر آج خود میں سوچ رہی تھی۔ ماں تھی ناں۔ ان کے دل سے تو ڈانٹ پیار سے فرمائشیں اور خواہشیں دور کر دیتی مگر اپنے دل سے کیسے کرتی جہاں ایک ہی خواہش ہوتی ہے کہ ''بس میرے بچے! میرے بچے''

''ہاں ہاں کیوں نہیں! بس میاں جی کی نوکری لگ جائے غنی صاحب جیت جائیں پھر میرے بچے بھی اچھا کھائیں گے۔ اچھا پہنیں گے''

میں خیالوں ہی خیالوں میں کتنا آگے نکل گئی۔ ویسے ایک بات ہے۔ پیٹ بھرا ہو تو بندہ سہانے خواب بھی دیکھتا ہے مگر اوقات میں رہ کر دیکھے تو بات ہے۔ میں نے تو اپنی اوقات میں رہتے ہوئے صرف اچھے کھانے' پہننے کے خواب دیکھے ہے' گاڑی بنگلے تک نہ آئی تھی مگر میں کیا جانتی تھی کہ میری اوقات تو

بقیہ: صفحہ نمبر 45 پر

نجمہ سعدیہ

آج کی پہلی ڈش نام کے حساب سے تو خاصی مشکل ہے مگر اس کی ترکیب جتنی آسان ہے اتنی مزیدار بھی ہے اگر یقین نہ آئے تو آزما کر دیکھ لیں۔

غرب الہند

اجزا۔مرغ کی ران ...... 4 عدد چاول ...... ایک کپ
نمک ...... حسب ذائقہ لیموں ...... دو عدد۔لہسن ...... پسا ہوا دو چائے کے چمچ۔ادرک ...... 1 چائے کا چمچہ سیاہ مرچ ...... 1/2 چائے کا چمچہ۔گھی یا مکھن ...... 1/2 کپ۔پیاز ...... ایک عدد باریک کٹی ہوئی۔سرخ مرچ ثابت ...... چار پانچ عدد
سبز مرچ ...... تین عدد کشمش ...... آدھی پیالی

ترکیب ...... نمک لیموں کا رس پسا ہوا لہسن پسی ہوئی مرچ اور پسا ہوا ادرک اچھی طرح مکس کرلیں کسی کھلے برتن میں ڈال کر مرغ کی ٹانگیں اس آمیزے میں رکھ دیں اس کو ایک گھنٹے بعد مکھن یا گھی ڈال کر فرائی کرلیں۔ سرخ ہو جائیں تو نکال لیں۔اب اس گھی میں پیاز سرخ کرلیں اور دو کپ پانی ڈال دیں پانی ابلنے لگے تو چاول ڈال دیں۔پانی خشک ہو جائے تو دم پر رکھ دیں اوپر سے کٹی ہوئی سرخ مرچ سبز مرچ اور کشمش چھڑک دیں چاہیں تو لیموں کا رس بھی شامل کر دیں بڑی پلیٹ میں سلاد کے پتے بچھا کر ان پر گرما گرم چاول ڈالیں اور اوپر فرائی کئے ہوئے ''لیگ پیس'' رکھ دیں۔

انڈے بھری شملہ مرچیں

اجزاء:۔شملہ مرچ ...... چار عدد برابر سائز کی
سرخ شملہ مرچ ...... ایک عدد۔پیاز ...... ایک عدد۔میونیز ...... تین کھانے کے چمچ۔انڈے ...... 6 عدد۔نمک و سیاہ مرچ ...... حسب منشا۔پودینہ ...... چند پتے۔سلاد کے پتے ...... چند عدد
کوکنگ آئل ...... چار کھانے کے چمچ

ترکیب:۔ مرچوں کو دھو کر خشک کر کے اوپر سے ڈھکن کی طرح کاٹ لیں اور اندر سے بیج نکال دیں۔ انڈے ابال کر میش کرلیں۔ فرائی پین میں ڈالڈا کوکنگ آئل گرم کر کے مرچوں کو تل لیں۔ پیاز اور سرخ شملہ مرچ باریک کاٹ لیں۔ اب ساری چیزوں کو ایک پیالے میں ڈال کر اور میونیز ڈال کر بلینڈ کرلیں۔ اس مرکب کو شملہ مرچوں میں بھر دیں۔ اوپر سے ڈھکن رکھ کر پودینے کے پتے سجادیں۔ بڑی پلیٹ میں سلاد کے پتے سجا کر ان پر شملہ مرچ رکھیں اور اوپر سرکہ چھڑکیں۔ ٹھنڈا ہونے پر سلاد کے طور پر پیش کریں۔

نیپالی رول

اجزاء:۔مرغی ڈیڑھ کلو، آلو بڑے دو عدد، انڈے 4 عدد، پیاز (درمیانی سائز کی) ایک عدد، ڈبل روٹی کے سلائس بڑے 20 عدد، کالی مرچ 1/2 چائے کا چمچ، مکھن آدھی پیالی، ہرا دھنیا آدھی گٹھی، پودینہ آدھی گٹھی، ہری مرچ 10 عدد، نمک حسب ذائقہ، ڈالڈا کوکنگ آئل حسب ضرورت۔

ترکیب ۔ مرغی، انڈے اور آلو علیحدہ علیحدہ ابال لیں، مرغی میں سے ہڈیاں علیحدہ کرکے گوشت کے باریک ریشے کرلیں۔اب ان میں آلو چھیل کر میش کر کے شامل کریں۔ انڈوں کو باریک ٹکڑے کرکے شامل کرلیں اور پیاز باریک کاٹ کر ہرا دھنیا پودینہ اور ہری مرچ بھی باریک کاٹ کر ڈال دیں۔ مکھن اور کالی مرچ شامل کرکے اچھی طرح مکس کرلیں۔ڈبل روٹی کے سلائس براؤن حصے علیحدہ کرلیں۔ایک پیالی میں پانی لیں اور ہلکے ہاتھ سے سلائس پر لگائیں اور بنا ہوا آمیزہ رول میں رکھ کر رول کی شکل بنالیں۔ان کو کم از کم ایک گھنٹہ فریج میں رکھیں کوکنگ آئل میں فرائی کرلیں اور رائتہ کے ساتھ نوش کریں۔

گاجر کے کوفتے

اجزا۔گاجر ڈیڑھ پاؤ، ادرک دو انچ کا ٹکڑا، ہری پیاز دو عدد، انڈا ایک عدد، نمک اور سرخ مرچ حسب ذائقہ، میدہ پونا کپ، تل 1/3 کپ، ڈالڈا کوکنگ آئل ڈیپ فرائی کرنے کے لئے۔

COOKERY

ترکیب:۔ گاجر کو چھیل کر نمک ملے پانی میں ابال لیں جب گاجریں نرم ہو جائیں تو پانی سے نکال لیں۔ ادرک کا رس نکال لیں۔ جب گاجریں خشک ہو جائیں تو ان کو میش کرلیں اب ان میش کی ہوئی گاجروں میں ادرک کا رس بھی شامل کرلیں پھر اس کے اندر سارے مسالے ڈال دیں ان گاجروں میں آدھے تل بھی شامل کرلیں اور اس سارے آمیزے کو گول شکل میں بنالیں۔ میدہ اور بچے ہوئے تل اچھی طرح مکس کرلیں اب ان گول کوفتوں کو اچھی طرح اس میں ڈبو کر کڑاہی میں فرائی کریں گولڈن براؤن ہونے پر نکال لیں ٹشو پیپر پر رکھیں تاکہ فالتو آئل ٹشو پیپر میں جذب ہو جائے اس ڈش کو گرما گرم شام کی چائے کے ساتھ پیش کریں۔

گولڈن جام سموسہ

اجزا:۔آٹا اور میدہ ...... ایک ایک کپ۔گھی ...... ڈیڑھ کھانے کا چمچ۔شکر ...... آدھا کپ۔دودھ ...... آدھا کپ
کشمش ...... 4 کھانے کے چمچ۔مکس فروٹ جام ...... 6 کھانے کے چمچ۔کھویا ...... 400 گرام

ترکیب:۔ کشمش جام اور کھویا اچھی طرح مکس کرکے رکھ لیں اور چاہیں تو اس میں کھوپرا بھی شامل کرلیں۔ آٹا اچھی طرح چھان لیں۔ میدہ بھی چھان لیں۔اب ان دونوں کو مکس کر کے اس میں شکر بھی شامل کر دیں۔ اب اس میں گھی شامل کریں۔ آٹا بھر بھرا ہو جائے گا اب دودھ کی مدد سے اسے گوندھ لیں۔ جو زیادہ نرم یا زیادہ سخت نہ ہو گندھے ہوئے آٹے کو دس سے پندرہ منٹ تک فریج میں رکھیں۔ فریج سے نکال کر آٹے کو دس برابر حصوں میں تقسیم کرلیں۔ ان کے گول گول پیڑے بنالیں۔اب اس کو روٹی کی طرح بیل کرلیں اور درمیان سے کاٹ لیں اور سموسے کی شکل میں اس کو فولڈ کریں آمیزہ ڈال کر اس کے کناروں کو اچھی طرح بند کر دیں اور ڈیپ فرائی کریں نہایت مزیدار سموسے تیار ہیں۔

Tips

ہم نے پچھلے تمام کالموں میں ڈھیر ساری Tips شامل کیں لیکن اس کالم میں ہم جو Tips آپ کو دے رہے ہیں یہ بہت مزے کی Tips ہیں تو اس کالم میں ہماری Tips توانائی کو بحال رکھنے کے بارے میں ہونگی اور ممکن یہ بھی ہے کہ یہ Tips3 اور 4 کالم میں مکمل ہوں۔

1...... جسمانی بیٹری دوبارہ چارج کریں

ہو سکتا ہے کہ آپ پرسکون نیند نہ لے رہے ہوں اپنی نیند مکمل لیں کیونکہ نیند کا کام جسم کی بیٹری کو Recharge کرتا ہے۔

2...... روزانہ ہنسیں

ہنسنا زندگی میں اضافہ کرتا ہے اور زندگی کو زیادہ خوشگوار بناتا ہے۔ چنانچہ روزانہ 10 سے 15 منٹ ایسی چیزوں سے مدد لیں جو آپ کی زندگی میں مزاح پیدا کریں۔

3...... ایک وقت میں ایک کام کریں

ایک وقت میں کئی کاموں کا بوجھ اپنے سر مت لیں بلکہ اتنے کام اپنے سر لیں جو آپ کر سکیں۔

4...... اپنی صلاحیتوں کا استعمال کریں

اپنی صلاحیتوں کا استعمال کریں جو اب تک بے کار پڑی ہیں یعنی کوئی نظم لکھیں۔ کھانا بنائیں یا اوون آن کرکے مزیدار کیک تیار کریں۔

5...... دوستوں سے مدد لیں

اگر آپ دباؤ کا شکار ہیں تو اپنے دوستوں سے اس مسئلے پر Discuss کریں بعد میں آپ خود کو ہلکا پھلکا اور توانا محسوس کریں گے۔

6...... اپنے لئے کچھ کریں

ہو سکتا ہے دوسروں کے لئے آپ دن رات کام کرتے ہوں مگر کبھی کبھار اپنے لئے بھی کچھ کریں خواہ وہ اپنے لئے خریداری ہی کیونکہ نہ ہو۔

اس ماہ کی Tips بس اتنی ہی اب ان کو خود پہ Apply کریں اور نتائج سے آگاہ کریں۔ انشاءاللہ اگلے کالم میں ملاقات ہو گی تب تک ہماری دعا ہے کہ آپ سکھ اور سلامتی کے ساتھ رہیں۔
آمین
(اللہ حافظ)

معاون
مکتبہ تعمیر انسانیت
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

البدر پبلی کیشنز
23- راحت مارکیٹ اردو بازار لاہور

صفحہ بتایئے انعام پایئے

مرتب بلال ادریس

پیارے پھول ساتھیو! امید ہے کہ خوش باش ہونگے' آپ لوگوں نے انعامی کوپن بھجوائے جن کی رسید حاضر ہے جن لوگوں کے انعام نکلے ان کو ڈھیروں مبارکباد اور جن کے انعام نہیں نکل سکے ان سے ہم اتنا ہی کہیں گے کہ

''پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ''

خوش رہیں اور خوشیاں بانٹتے رہیں۔

محمد یٰسین جڑانوالہ' تیمور علی مدہرانوالہ' عدنان لودھراں' وجیہا خلیق فیصل آباد' ماریہ رحمن شورکوٹ' محمد ارباب بزمی گوجرانوالہ' زین العابدین شیخوپورہ' محمد زید حمید بہاولپور' سمیرا دینار گوجرانوالہ' جنید اقبال بصیر پور' حماد اشرف لیہ' عدنان سرور قصور' صائمہ کنیز لاہور' وجیہہ اکرم جڑانوالہ' ارم طاہر لاہور' زوہیب حسن لاہور' ساجد علی عاجز خانیوال' مظہر تنزیل گوجرانوالہ' قیصر علی کالیکی منڈی' رضوان اعظم رضا گوجرانوالہ' رابعہ اصغر ڈسکہ' طیبہ اصغر ڈسکہ' ارسلان اصغر ڈسکہ' راؤ بشیر احمد عابد میو اوکاڑہ' محمد جواد عمر ملتان' عاطف بلال چکوال' اظہر بشیر بہاولنگر' کامران جاوید لاہور' عرفان جاوید' نازیہ جاوید لاہور' سائرہ کنول حافظ آباد' عبدالمجید ساگر اختر آباد' ساجدہ اکبر پتوکی' رابعہ تاثیر اوکاڑہ' فوزیہ یٰسین فیصل آباد' نوشین صدیق محلہ شاہ کالونی' احسان محمود ٹیپو' محسن یعقوب' یٰسین افضل' احمد قمر' محمد بوٹا' محمد لطیف سیال' فہیم احمد' عبدالحق غوثیہ نارووال' محمد عدنان سردار' ننکانہ صاحب' نارووال سے علی رضا طاہر' نوید احمد' کاشف علی' عثمان افضل' عدنان افضل' محمد ذیشان' محمد عظیم لغاری' شکیل احمد' عبیداللہ' محمد ریاض' عدیل ارشد' عثمان اکرم' عدیل مظفر' شجاع الدین' مصباح ظفر' فیصل آباد حنا یوسف' فیصل آباد' محمد قاسم علی زلفی نواب آباد' محمد ظہور گوگی نواب آباد' محمد واصف رزاق آزاد کشمیر' ولی محمد خان پنڈی بھٹیاں' محمد عاقب رزاق آزاد کشمیر' سید اعجاز حسین راولپنڈی' شیریں آمنہ نارووال' خولہ طاہر ملتان' عشرت لطیف وہاڑی' قراۃ العین گجرات' احمد علی بٹ ننکانہ صاحب' سید عرفان حیدر نقوی بھوئے آصل' عرفان شوکت حافظ آباد' ماریہ صمد عثمان کراچی' محمد عاصم رضا حافظ آباد' محمد منظر مہدی چکوال' عائشہ تبسم نارووال' ردا اظہر حیدر آباد' آسیہ رحمت جہانیاں' حافظ محمد زبیر ساجد ساہیوال' ساجدہ رحمت جہانیاں' صائمہ منیر مدثر منیر' عفیفہ طیب' رافعہ طیب' عمارہ طیب پتوکی' رابعہ افتخار لاہور' امان اللہ راجڑ ڈی جی خان' حسن بلال سانگھڑ' نعیمہ لاہور' عائشہ سعید' محمد جاوید خادم بلوچستان' حفصہ سحر حافظ آباد' شکیلہ منظور قصور' زوہیر عباس جہلم' عارفہ ناہید رانا بہاولپور' غلام محمد نارووال' عظمیٰ نورین سرگودھا' سید احمد پپوڑ خوشاب' ذوالفقار علی ساجد' محمد آصف صادق حافظ محمد رزاق صابر کمالیہ' نزہت بانو گجرات' رابعہ ہاشمی اوکاڑہ' فائزہ عروج ظفر ملتان' فریحہ کنول ملتان' عمارہ ظہور سیالکوٹ' ڈاکٹر عائشہ کرن چشتیاں' عامر عباس پھالیہ' قمر ظہور گوگی واہ کینٹ' شاہد اختر شاد ملتان' ذکیہ منہاس سرحد' عاطف سکندر پھالیہ' محمد عاقب سلیم کاشف سلیم پھالیہ' محمد ظفر عثمانی' مصباح ظفر فیصل آباد' عظمیٰ عادل قصور' نورین خالد بٹ لاہور' مختار احمد جمال مغل دیپالپور' علیشہ اکرم سندھ' شگفتہ تصدق جہلم' آمنہ رانا الفیصل ٹاؤن' مدیحہ خاتون شکرگڑھ' شاہ سرفراز بھٹی علی پور' سلمیٰ حبیب میانوالی' سعدیہ ارشد ملتان' بہاولنگر سے مہر النساء' ذہین ریاض' عائشہ خان' اقصیٰ ریاض' وقاص ریاض' ثاقب رشید' محمد اسلم' فیصل انور' سدرہ غفور' عظمیٰ وحید' ماجد علی عظیم' فائزہ سلطان علی اکبر' شاہ انور' عامر احمد' رحیم یار خان' رانا محمد جمیل کنور' رانا عامر علی' رانا اکبر علی بھوئے آصل پتوکی' شکیلہ منظور قصور' زینب اشفاق جھنگ' تنزیلہ یونس لاہور کینٹ' نوید اقبال' محمد عابد خانزادہ نواب شاہ سندھ' سمیرا امین رائے ونڈ' صنم علی شیرازی حافظ آباد' سہیل براچہ خانیوال' طارق محمود' محمد عاطف' کاشف لطیف چمن آباد' طلحہ مسعود اوکاڑہ' سعدیہ ارشد ملتان' مہ رخ مونیا پاکپتن شریف' شافیہ خالد نارنگ منڈی' ڈاکٹر محمد عمران شیخوپورہ' سمیرا بلال براچہ خانیوال' سمیع اللہ خوشاب' جاوید معاویہ چکی' رانا عدیل خالد چکی' ہما جبیں ہاشمی جھنگ' سید عبدالقادر شیرازی کراچی' خالد محمود شیخوپورہ' بہاولنگر سے ملک جان زیب' بلقیس اصغر' اسامہ امجد' محمد عدنان' ماریہ امجد' چودھری وسیم اکرم' رابعہ عالم' مصباح ظہیر شاہ' عائشہ رشید' محمد ناظم علی' گلفام ظہیر شاہ' رخسانہ کوثر' محمد ارشد علی' نعیم اکرم' فہیم اکرم' محمد احمد' فائزہ عالم شہربانو' محمد عمران' حافظ محمد زمان' ماریہ مریم' محمد اکرم' محمد وقاص اور کوہاٹ شہر صوبہ سرحد سے نائلہ بختیار' افشین آصف' لبنیٰ قیوم' آمنہ وکیل عالیہ صادق' منزہ شاہ' نورین' اسما شریف' نازنین اقبال' زینب گل محمد بخش' فرح صادق' صائمہ ناز آفریدی' یونم اشفاق' اسما عمر اٹک' عائشہ ڈوگر میر پور خاص' سیف اللہ شاہ کرک' شیخ شان یونس شیخوپورہ' مریم فیاض منڈی بہاء الدین' نگہت مراد' نبیلہ صغیر فیصل آباد' حافظ عاصم جاوید لاہور' ثمینہ علی شان اٹک' زرینہ پیر بخش ٹوبہ ٹیک سنگھ' سالمہ خالد لاہور' بنیش خانم بہاولپور' ممتاز حبیب' افشین جنید' ثروت مختار' روا سیہ' آسیہ مردان' ایم ایچ خان راولپنڈی' محمد اشرف مغل راولپنڈی' آمنہ حبیب فیصل آباد' محمد عمران اعظم نارووال' عائشہ جاوید فیصل آباد' فرحت جبیں مانانوالہ' رانا بلال علی شیخوپورہ' عمران رشید شیخوپورہ' سید ازرار شاہ کراچی' نازیہ پروین بدوملہی' سمیع اللہ' عشرت فاطمہ مانانوالہ' عشرت ناز' عارفہ سحر مانسہرہ' زاہد اسحاق گوجرانوالہ' افشاں منور بدوملہی' سمیرا اصغر حافظ آباد' نصر اللہ ناصر ننکانہ' محمد جواد بشیر ریحان سرگودھا۔

انعامی کوپن

پتہ ماہنامہ پھول-4 شاہراہ فاطمہ جناح لاہور

اس ماہ کے جملے

1- آپ میں سے محمدؐ کون ہے؟

2- انہوں نے ہسپتال سے مجھے فون کیا تھا۔

3- جی ہاں وہ بات سنی تھی۔

4- خواہ مخواہ ہی مجھے یہودیوں پر غصہ آنے لگا۔

5- انہیں اپنا ہدف ضرور بناؤں گا۔

یہ رہے صفحات کے نمبر

1.........2.........3.........

4.......5.........

نام.............. عمر...........

گھر کا پتہ..........................

....

کوئز کی دنیا

دنیا کے کس ملک کی آبادی سب سے زیادہ ہے

(i) بھارت' (ii) چین' (iii) جاپان

کرکٹ ورلڈ کپ 2003ء میں کتنی ٹیموں نے حصہ لیا

(i)12 (ii)14 (iii)16

کنگ آف کیمیکلز کس تیزاب کو کہا جاتا ہے

(i) سلفیورک ایسڈ (ii) نائٹرک ایسڈ (iii) ہائیڈرو کلورک ایسڈ

وہ کون سا عدد ہے جو ایک سے لیکر نو تک سب پر پورا تقسیم ہو جاتا ہے

(i)1225 (ii)1025 (iii)2025 (iv)2520

غلام ابن غلام

سندھی تحریر۔ خالد آزاد دگھیو۔ اردو مترجم۔ محمد زبیر ارشد بھٹہ۔ ملتان

ایک بے ہودہ بچے کی کہانی ایک روز اسے صاف ستھرے اور بنے سنورے پنڈال میں آ کر بات کرنے کا موقع مل گیا تھا

دائیں طرف شرمان کی سرسبز پہاڑیوں کے پیچھے سورج ڈھل چکا تھا غلام تھکے ہوئے قدموں سے دریائے نیلم کی قریبی پہاڑی چوٹی پہ بنے ہوئے اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا۔ دریائے نیلم شیر خدا کی طرح گرج رہا تھا۔ غلام بہت تھکا ہوا تھا۔ اس کے پیروں کے زور سے چھوٹے پتھر کے ذرے نیچے لڑھکتے جاتے تھے۔ اپنے گھر تک پہنچتے پہنچتے پہاڑی پر ہی رات ہو گئی۔ گھر پہنچ کر غلام روکھی سوکھی روٹی کھا کر سونے چلا گیا۔ آکاش پہ پھیلے تاروں کی جھلمل کو تکتے تکتے آدھی رات گزر گئی۔ مگر نیند غلام کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ وہ منہ میں کچھ بڑبڑانے لگا۔ کل...... ہاں کل...... ساری دنیا کی بڑی بڑی قوموں کے بچے اکیسویں صدی کی آمد پر اپنے اپنے کارنامے دکھائیں گے۔ مگر...... مگر اس وقت پیش کرنے کیلئے میرے پاس کیا ہوگا؟ ...... میرے پاس نہ تو کمپیوٹر ہے نہ انٹرنیٹ کی سہولت' میرے پاس تو میرا وجود بھی سلامت نہیں ہے۔ اس کشمکش نے غلام کی نیند کو بھک سے اڑا دیا۔ وہ اسی سوچ و فکر میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کے پاس اس کے سوالوں کا کوئی جواب نہ تھا۔ اب آسمان پر ستاروں کی دمک مدھم پڑ چکی تھی۔ غلام چارپائی سے اٹھا اور صحن میں رکھے مٹکے سے پانی لیا اور غٹا غٹ پینے لگا۔ اس کے من میں ایک عجیب سے گھٹن ہو رہی تھی جو اسے جلائے جا رہی تھی اور یہ پانی بھی اس تپش کو کم نہ کر سکا۔ وہ صحن کے گرد چکر کاٹنے لگا۔ تھک ہار کر وہ پھر چارپائی پر لیٹ گیا۔ اب نیند کی پری اس پر غالب ہوئی اور لیٹتے ہی نیند کی میٹھی وادیوں کی سیر کو چلا گیا۔

اکیسویں صدی کا جشن منانے کیلئے پوری دنیا کی اقوام کے ننھے منے بچے خوب بن سنور کر آئے تھے۔ تمام بچے اور حاضرین کا جم غفیر ایک بہت بڑے پنڈال میں جمع تھے۔ جہاں پر بچے اپنی اپنی قوم کی نمائندگی کرتے ہوئے اپنے کرتب و کارنامے پیش کرنے کو بے چین ہو رہے تھے۔ پنڈال کو نہایت ہی خوبصورتی سے سجایا گیا تھا اور اس جگہ کو تو خاص طور پر سجایا جہاں پر بچوں نے اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنا تھا۔ آہستہ آہستہ پنڈال مجمع سے بھرتا چلا گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے پنڈال مرد' عورتوں سے کھچا کھچ بھر گیا۔ اعلیٰ مہذب اور تعلیم یافتہ بچوں کے سر فخر و غرور سے تنے ہوئے چہروں پر خوشی کی چمک دمک واضح طور پر دیکھی جا سکتی تھی۔

بالآخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں۔ کمپیئر کی گونج دار آواز نے سب کو خاموش ہونے پر مجبور کیا۔ کمپیئر نے سب سے پہلے تمام مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ پھر پروگرام کا باقاعدہ آغاز کیا۔ اس اکٹھ میں بہت سے آئٹم جن میں ٹیبلو' تقریری مقابلے' خاکے' ڈرامے اور گیت شامل تھے جن سے حاضرین بہت محظوظ ہوئے۔ اور دل کھول کر داد دی۔ آخر میں چیدہ چیدہ ترقی یافتہ اقوام کے بچوں کے آئٹم تھے جن میں ذہانت کی انتہا تھی۔ سب ایک بار پھر کمپیئر کی طرف متوجہ ہو گئے۔

کمپیئر نے کہا ''اب میں چینی قوم کے ننھے بچے'' ''چی واؤ'' کو سٹیج پر آنے کی دعوت دیتا ہوں۔ جو اس قوم اور ملک کے مستقبل کے معمار ہیں جنہوں نے طویل جدوجہد کے بعد اپنے ملک سے طبقاتی لڑائی ختم کی اور خاص طور پر کسانوں کی خوشحالی کیلئے بہترین حکمت عملی قائم کی۔ عظیم لانگ مارچ اور حسین انقلاب کے بانی ''کامریڈ ماؤ'' کے جانشین اور دنیا کی سب سے لمبی دیوار' دیوار چین کے مالک مسٹر چی واؤ کو اسٹیج پر آنے کی دعوت دی جاتی ہے''۔ تو پنڈال تالیوں کی آواز سے گونج اٹھا۔

سات سالہ ننھا چی واؤ لوگوں کے ہجوم سے نمودار ہوا اور چینی انداز میں جھک کر سلام کیا۔ مائیک ہاتھ میں لے کر کہنے لگا۔ ''دنیا کے عظیم انسانو!'' میں حیرت انگیز کرتب دکھا کے اپنی قوم کی نمائندگی کرنا چاہتا ہوں'' پھر اس نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی گویا اسے کسی چیز کی تلاش ہے۔ اسے اس کی مطلوبہ چیز جلد ہی مل گئی۔ اسٹیج کے کونے میں کھڑی بائیسکل کی طرف لپکا۔ سائیکل پر چڑھنے کے بعد پنڈال کے سامنے تنے ہوئے باریک سے تار پر سائیکل دوڑانے لگا۔ جب وہ بلندی پر جا کے ہاتھ چھوڑ کر چلانا شروع تو حاضرین کے دلوں کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ منہ حیرت سے کھلے کے کھلے رہ گئے۔ انہیں ننھے چی واؤ کی زندگی کی فکر لاحق ہو گئی کہ یہ اب گرا کہ گرا۔ لیکن نہیں جناب چی واؤ نے تو لوگوں کی سانسوں کو ساکت کر دیا تھا۔ دلوں کی دھڑکنوں کو دھڑکنا بھلا دیا تھا۔ اس نے تار پر پورے میدان کا چکر لگایا اور پھر بخیر و عافیت نیچے اتر آیا۔ اس کے بخیریت نیچے اترنے پر لوگوں نے اطمینان کا سانس لیا اور خوب تالیاں بجا کر

اسے شاباش دی۔

ایک مرتبہ پھر کمپیئر نے مائیک ہاتھ میں پکڑا اور کہنے لگا...... دوستو! اب اس قوم کے بچے کو اسٹیج پر آنے کی دعوت دی جاتی ہے جس قوم نے دکھی دور میں بہت قربانیاں دیں اور ملک میں اسلامی انقلاب برپا کیا۔ قدیم اسلامی تہذیب کے بانی مصری بچہ ''محمد عبداللہ بن ابواسحاق'' کو اسٹیج پر آنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ پنڈال میں ایک بار پھر شور کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔

دس سالہ بچہ محمد عبداللہ اسٹیج پر آیا اور مائیک ہاتھ میں پکڑ کر کہنے لگا ''دنیا کے عظیم انسانو! میں دنیا کا واحد فلاسفر ہوں جسے ننھا فلاسفر کہا جاتا ہے۔ میں نے پانچ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔ حدیث اور فقہ پر مکمل عبور حاصل ہے۔ میری اسی قابلیت کو مدنظر رکھتے ہوئے مصر کی یونیورسٹی الجامع الازہر نے (PHD) کی ڈگری عطا کی۔ حاضرین حیرت سے دنگ رہ گئے۔ پھر اس نے حاضرین کو قرآن پاک کی چیدہ چیدہ سورتیں بمعہ تراجم سنائیں اور بناء ڈرے جھجکے لوگوں کے مسائل الجھنیں قرآن وحدیث کی روشنی میں حل کیں۔ اس ننھے مصری سکالر کی خداداد صلاحیتوں کو خوب پذیرائی بخشی۔''

مصری فلاسفر کے بعد کمپیئر نے برطانیہ کی بچی الیگزینڈر کو بلایا۔ اس بچی کو کمپیوٹر میں بلا کی مہارت حاصل تھی۔ الیگزینڈر نے کمپیوٹر سے کپڑا ہٹایا۔ اسکرین پر کلک کیا اور ساتھ میں یہ کہنے لگی کہ حاضرین یہاں سے 50 کلومیٹر دور ہوائی اڈے پر کھڑے خوفناک جنگی جیٹ جہاز مظاہرہ کریں گے۔ پھر وہ کمپیوٹر پر کچھ ہدایات دینے لگی۔ اسی اثنا میں جہاز دس پندرہ کی تعداد میں آئے اور حاضرین کے عین سروں پر رک کر پرندوں کی طرح پھڑ پھڑانے اور قلابازیاں کھانے لگے۔ لوگوں کی خوف سے آنکھیں باہر نکل آئیں۔ بچے چیخنے چلانے لگے۔ لوگ یہ سمجھنے لگے کہ کہیں یہ جہاز ہم پر نہ آگریں۔ پنڈال میں پھیلتی دہشت وحیرت کو دیکھ کر الیگزینڈر دھیرے سے مسکرائی اور کہنے لگی حاضرین ڈرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ یہ جہاز بے قابو نہیں ہونگے اور نہ ہی اپنی منزل سے ہٹیں گے۔ کیونکہ یہ سب کچھ کمپیوٹر میں دی گئی ہدایات کے مطابق ہو رہا ہے۔ حاضرین کے مطمئن ہونے پر اس نے مزید کارنامے دکھائے جن پر حاضرین نے خواب دل کھول کر داد وتحسین دی۔

اسی طرح باری باری مختلف قوموں کے بچے اور بچیاں اپنے کرتب وکارنامے دکھلا کر شاباشی کے حقدار بنتے رہے۔

آخر میں کمپیئر کہنے لگا ''دوستو! آخر میں اس قوم کا بچہ آئے گا جو ترقی یافتہ تو نہیں مگر اپنی قدرتی خوبصورتی کی بناء پر آج کے پروگرام میں دعوت دی گئی ہے اس خوبصورت دھرتی کا بچہ جو زمین کی جنت کہلاتی ہے۔'' حسین وبلند وبالا پہاڑ' سرسبز وشاداب وادیاں' چمکتی آبشاریں' نہریں جھیلیں' گہری وخطرناک گھاٹیاں' لہلہلاتے ہوئے کھیت' نظروں کو خیرہ کر دینے والے مناظر قدرت کا انمول تحفہ ہیں۔ وہ قوم جس کا اپنی ایک منفرد تہذیبی وثقافتی پس منظر ہے تو آپ کی بھرپور تالیوں میں تشریف لاتے ہیں کشمیر' جنت نظیر' کا بچہ ''سید غلام علی گیلانی''

اس وقت سارا پنڈال ششدر رہ گیا جب غلام پنڈال کے کونے سے انتہائی ناگفتہ بہہ حال میں نمودار ہوا۔ اس کے کانوں میں سے ناک میں سے خون بہہ رہا تھا۔ ماتھے پر پٹی' چہرے پر اور جسم پر تشدد کے واضح نشانات' کپڑے جابجا پھٹے ہوئے' بال مٹی سے اٹے ہوئے اور جسم ہلکے ہلکے کانپ رہا تھا۔ اس کے پاؤں جوتوں سے بے نیاز اور خون آلود تھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ابھی ابھی کسی نے اس کا بھرکس نکالا ہے۔ اس کی اس قدر خراب اور بوسیدہ حالت دیکھ کے سب پر موت جیسی خاموشی چھا گئی۔ وہ کانپتے وجود سے اسٹیج پر چڑھا اور مائیک ہاتھ میں لے کر لڑکھڑاتی آواز میں کہا ''عالمی امن کے علمبردارو! انسانی حقوق اور آزادی کے دعویدارو! اقوام متحدہ کے نمائندو! آج اکیسویں صدی کا دن ہے۔ قومیں اس خوشی کے موقع پر خوب جشن منا رہی ہیں۔ پوری دنیا کے ذہین اور باصلاحیت بچے قوم کی طرف سے دی گئی سہولتوں سے فائدہ اٹھا کر اپنے ملک کا نام روشن کر رہے ہیں مگر اس خوشی کے موقع پر میرے پاس کیا ہے دکھانے کو؟ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں...... میرے تو دونوں ہاتھ خالی ہیں...... سب لوگوں کے سر جھک گئے اور وہ خاموشی سے کن اکھیوں سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔'' وہ پھر بولا ''دنیا کے عظیم انسانو! پریشان نہ ہوں' حیرت میں نہ پڑیں دراصل میں غلام ہوں۔ ''غلام ابن غلام'' میرے پاس نہ کمپیوٹر ہے نہ انٹرنیٹ کی سہولت نہ ایک دوسرے سے ملنے جلنے کیلئے کوئی سہولت' میری وادی میں کوئی سکول نہیں' کوئی کالج نہیں۔ جہاں پر ہم آزادی سے پڑھ سکیں۔ کچھ سیکھ سکیں۔ ہمارے سکولوں کو اور یہاں تک کہ گھروں کو آگ لگا دی جاتی ہے۔ ہم کو گھروں میں نظر بند کر دیا جاتا ہے۔ آنے جانے پر پابندی لگا دی جاتی ہے۔

میرے پاس اپنی قوم کا بھرم رکھنے کیلئے کچھ بھی نہیں اور تو اور میرے پاس تو میرا اپنا وجود بھی سلامت نہیں۔ کیا آپ میں اتنی ہمت ہے کہ میری باتوں کو برداشت کر سکیں۔ میری پریشانی' میرے دکھ کو سمجھیں۔ کیا آپ کے پاس میرے سوالوں کا جواب ہے؟ لیکن غلام کے ان سوالوں کا جواب کسی کے پاس نہ تھا۔ عالمی امن برداروں کی گردنیں غلام کی باتوں سے جھکی جا رہی تھیں۔

غلام نے پھر کہا۔ ''آپ لوگ یہ مت سمجھیں کہ مجھ میں کوئی صلاحیت نہیں۔ دنیا کے دوسرے بچوں کی طرح میں بھی باصلاحیت ہوں۔ لیکن افسوس کہ میں غلام ہوں۔ غلام ابن غلام۔ میں پہلے تمہارے قلعہ منگلہ کے کمانڈر کے پاس 30 روپیہ ماہوار پر نوکری کرتا تھا۔ ایک ادنیٰ ملازم کے بیٹے مہاراجہ گلاب سنگھ نے میری دھرتی عیاشی اور ظلم وبربریت کیلئے 75 لاکھ کے عوض انگریزوں سے خرید لی۔ جس کے مہاراجہ رنجیت سنگھ' پرتاپ سنگھ' ہری سنگھ اور اس وقت کی جنرل اسمبلی کے ایک ممبر ملک نے میری جنت نظیر دھرتی کو اپنی طاقت سے دبایا' کھایا' مارا پیٹا اور سنگسار کیا۔ تب سے آج تک میری دھرتی کے بچے' نوجوان مرد' عورتیں اور بوڑھے ان کے دیئے ہوئے ظلم وستم کی چکی میں پس رہے ہیں۔ ان حالات میں بھلا مجھ میں صلاحیت کیسے پیدا ہو؟...... پنڈال میں بیٹھے جنرل اسمبلی کے ممبران کے چہروں کے رنگ فق ہو گئے۔

غلام نے کچھ دیر کے توقف کے بعد کہا'' مجھے اس حالت میں پہنچانے والے تم ہو...... تم...... میری بربادی کے ذمہ دار تم ہو......'' میری حالت دیکھتے ہوئے مجھ پر ترس مت کھاؤ' میرے ساتھ جھوٹی ہمدردی مت جتاؤ اور مجھے آپ کے بناوٹی پیار کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ میں غلام ہوں۔

ابن غلام!

1947ء سے لیکر آج تک میں ظلمتوں' مصیبتوں میں جتلا ہوں۔ پنڈت جواہر لعل نہرو' شیخ عبداللہ اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی ملی بھگت سے مجھے نسل در نسل غلام بنانے کی گہری سازش تیار کی گئی۔ میرے دادا کو سری نگر کے چوک میں گولیوں سے بھون دیا گیا۔ میرے بھائیوں کو جموں کی جیل میں لے جا کر تشدد کیا۔ پلاس کی مدد سے ہاتھوں اور پیروں کے ناخنوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ اس دوران غلام کی آواز شدت غم سے رندھ گئی۔ گرم سلاخوں سے جسم داغا گیا اور اس طرح میرے بھائی اور وادی کے بھائی اسی ظلم کا مقابلہ کرتے کرتے شہید ہو گئے۔ میری بہنو ماؤں کی عصمت دری کر کے شہید کیا گیا۔ پھر بھلا میرا اکیسویں صدی سے کیا تعلقات؟......؟ اقوام عالم کی گردنیں شرم سے جھک گئیں۔

مجھے اس حال میں پہنچانے والے آپ سب ہیں۔ آپ سب نے اپنے کانوں میں روئی ڈال رکھی ہے۔ آنکھوں پر اندھے پن کا سٹکر لگا رکھا ہے۔ ہونٹوں پر خاموشی کی مہر لگا رکھی ہے۔ آپ کے سینوں میں دل نہیں پتھر فٹ ہے۔ جو ظلمتوں' مصیبتوں کے اندوہناک چیخ وپکار سے بھی نہیں دھڑکتے۔ پر یہ بات کان کھول کر سن لو۔ آزادی میرا حق ہے اور میں اپنا حق کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ میں اپنے حق کیلئے صدیوں لڑتا رہوں گا۔

غلام نے یہ کہہ کر مائیک اسٹیج پر پھینکا' ٹوٹے پھوٹے وجود کو سمیٹتا نیچے اتر آیا۔

عالمی امن برادروں کی ٹھیک ٹھاک بکی تو ہوئی لیکن افسوس کے غلام کے سوالوں کا ان کے پاس حال تو تھا لیکن وہ اس سیدھے سادے حل کو حل کرنا چاہتے ہی نہ تھے۔ اب سورج بہت ڈھل چکا تھا اور رات ہونے کو آئی تھی مگر غلام آزادی کی اجلی وروشن صبح کیلئے اپنے جانبازوں کی طرف روانہ ہو گیا۔

نتیجہ

ایک صاحب ڈرائیوری کا امتحان دینے گئے واپسی پر کسی دوست نے پوچھا کیوں بھئی امتحان کیسا رہا؟ بولے جب میں ہسپتال سے آیا تو اس وقت تک امتحان لینے والا ہوش ہی میں نہیں آیا تھا معلوم نہیں نتیجہ کیا نکلا ہے۔

ٹیلی فونک کالم

پھول کا مقبول عام کالم.... جس میں آپ ہر جمعرات اور جمعہ دو بجے سے چار بجے تک فون نمبر 6367551-54 پر براہ راست ایڈیٹر بھیا سے باتیں کر سکتے ہیں' شکایتیں لگا سکتے ہیں' تبصرے سنا اور مشورے لکھوا سکتے ہیں۔

''دل لگتا نہیں لگانا پڑتا ہے'' یہ عاصم تھے پنجاب میڈیکل کالج فیصل آباد میں II ایئر کے طالب علم۔ شاد باغ لاہور آئے تھے گھر عید کرنے۔ ہمیں عید مبارک کہنے کو فون کیا تو بتانے لگے کہ کئی سال سے پھول سے دوستی اور محبت ہے فیصل آباد جا کر بھی تعلق کمزور نہیں ہوا۔ ہم نے پوچھا وہاں دل لگ گیا۔ بولے نہیں بھی لگے تو لگانا پڑتا ہے۔ ہم نے پوچھا ہاسٹل میں مزے ہیں یا خوب پڑھتے بھی ہیں۔ کہنے لگے ہاسٹل جانے سے پہلے سبھی کا خیال ہوتا ہے کہ بہت پڑھائی کا موقع ہوگا۔ نہ کام نہ کاج وہاں جا کر پڑھائی کا ہی وقت نہیں ملتا۔ ڈے سکالرز اچھے لگتے ہیں کہ جا کر پڑھ تو لیتے ہیں۔ ہم ادھر پڑھنے بیٹھتے ہیں کوئی نہ کوئی آ جاتا ہے بندہ کیا کرے...... عاصم نے پوچھا بھیا جی اس بار پھول پہ اداسی بہت غالب تھی...... وہ تو اس وقت بھی ہے ہم نے کہا ابھی اے آر وائی پر ڈاکٹر شاہد لندن میں لاکھوں لوگوں کے جلوس کی کمنٹری کر رہے تھے جو عراق پر حملہ نہ کرنے کے مطالبے پر گھروں سے نکلے تھے۔ بش صاحب کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ اسے ہٹلر سے ملا رہے تھے۔ بینر دکھا رہے تھے جنگ نہ کرنا اس میں بچے مر جاتے ہیں پورے یورپ میں جگہ جگہ نکلے ان جلوسوں اور معصوم لوگوں کو دیکھ کر ہی سوچ رہا تھا۔ اللہ جی دلوں کا حال بھی جانتے ہیں اور عمل بھی دیکھتے ہیں۔ دور ملکوں میں بسنے والے یہ لوگ صرف انسانی ہمدردی پر عراق کے لوگوں کو خوف اور موت سے بچانے نکلے ہیں۔ ہم تو یہ بھی نہیں کر سکے۔ پورے ملک سے سوائے متحدہ مجلس عمل کے بیانوں کے کسی کا بیان بھی نہیں آیا۔ ملت پارٹی والے فاروق لغاری صاحب بولے بھی تو یہ کہ پاکستان میں امریکہ کے خلاف مظاہرے مت کرنا کہیں گلے نہ پڑ جائیں...... ایسے حالات دیکھ کر اور ایسی باتیں پڑھ کر اداسی تو ہوگی کہ شیروں کی نسل کہاں بھیڑوں کی نگرانی اور حکمرانی میں آ گئی ہے۔

عاصم نے کہا بھیا جی ''بے خبری'' میں آپ نے کمال کر دیا ہے ہم نے شکریہ کہا۔ بے خبری بیڈ ٹائم کا نام تھا...... عاصم کو اداریہ بھی اچھا لگا اور خوبانیاں پک گئیں بھی۔ ہاں ٹائٹل پسند نہیں آیا۔ ان کا خیال تھا بچے کے علاوہ بھی کچھ ہونا چاہئے۔ وہ کچھ کیا ہو۔ یہ انہیں بھی خبر نہ تھی۔ عاصم نے ہمیں دعا دی کہ اللہ جی آپ کو ہمیشہ اپنی حفظ دامان میں رکھیں حاسدوں سے بچائیں۔ آپ کو اچھے دوستوں سے نوازتے رہیں۔ ہم نے بہت محبت اور شکر گزاری سے آمین کہی کوئی پہلی ہی کال میں اتنی اچھی باتیں کہے تو اچھا تو لگے گا۔ عاصم میاں جب دوبارہ لاہور آؤ تو آفس ضرور آنا۔ انعامی فون کا تحفہ due ہے۔

اداریہ بہت ہی عمدہ تھا۔ خاص کر وہ جملہ کہ رشتے ہوں یا پودے۔ عادتیں ہوں یا نگاہیں انہیں خود سنبھالنا پڑتا ہے...... دوسرے آ کر اجاڑنے میں دیر نہیں کرتے۔ یہ عاصمہ مجید تھیں بھائی پھیرو سے۔ ان کا مشورہ تھا کہ بیڈ ٹائم کا موضوع اداریہ سے الگ رکھا کریں۔

مانوالہ فیصل آباد سے فرحت نے فون کیا تو ہم نے پوچھا مانوالہ کیسا ہے وہ جھٹ سے بولیں بہت اچھا...... اب ہم مسکرائے اور کہا یہ تو اپنے منہ میاں مٹھو بننے والی بات جیسا کچھ ہے۔ فرحت نے اتفاق کر لیا اور بولیں بھیا جی میری دوست بہت اچھی اور پیاری فائزہ نور اور صدف نور دونوں کی 28 فروری کو شادی ہے۔ مجھے سب سے اچھا یہ لگا کہ انہیں پھول میں شادی مبارک کہوں اور وش کروں اور بھی کئی طریقے تھے مگر اس میں ان کو سب سے زیادہ خوشی ہوگی۔ ملک بھر کے ستر اسی ہزار پھول پڑھنے والے پھول ساتھی بھی ان کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔

رابعہ ارم شاہ کا فون آیا تو انہوں نے چھوٹتے ہی کہا بھیا جی وہ مرغی والے جملے بہت اچھے تھے۔ اداریے میں نگاہوں' رشتوں اور پودوں والے جملے بھی کمال تھے۔ اچھا کیا جو اس موضوع کو چھیڑا...... ہماری تو نسل کی نسل برباد ہوتی جاتی ہے اور کوئی اس پر بات نہیں کرتا...... جانے لوگ کیوں ڈرتے ہیں۔ ہم نے کہا اکثر تو بے خبر ہیں جانتے نہیں...... ہم نے رابعہ کو ان کی پہلی کتاب پر مبارک باد دی ''اڈوب فوٹو شاپ 7'' کے نام سے ان کی کتاب علم و عرفان پبلشرز اردو بازار لاہور نے شائع کی ہے۔ رابعہ کو ایک مبارک اور بھی دے دیتے ہیں۔ ان کی ماشا اللہ اگلے ماہ شادی ہے۔ کہہ رہی تھیں کہ طلع البدر علینا والے کالم کئی ماہ کے کے ایڈوانس لکھ کر بھجوا دوں گی...... تاکہ ناغہ نہ آئے...... ہم نے کہا ناغہ آنا بھی نہیں چاہئے آپ کو زندگی کی سب سے زیادہ دعائیں اور محبت اس کالم سے ملتی ہے۔ اکثر ساتھیوں نے تو سیرت پر یہ تحریریں پہلی بار دیکھی ہیں۔ رابعہ نے بتایا کہ انہوں نے ہمارے کہنے پر سیرت کی کچھ نئی کتابیں بھی خریدی ہیں۔ خاص کر سوامی لکشمن پرشاد کی ''عرب کا چاند'' بہت اچھی لگی۔ سوامی 26 سال کی عمر میں اس حسرت کے ساتھ فوت ہو گئے تھے کہ کاش مسلمانوں کے اعمال ایسے ہوتے کہ جن کو دیکھ کر مسلمان ہوا جا سکتا تو وہ ہندو ہو کر نہ مرتے۔ اللہ جی کی مرضی ہے شاید کچھ دل بدل ڈالیں کہ کسی اور کو ہدایت لینے میں یہ رکاوٹ بھی نہ رہے۔

تابندہ کا فون آیا ایف ایس سی میں 850 نمبر لئے ہیں اور ان دنوں دوبارہ ٹرائی کر رہی ہیں انہیں ہماری کہانیاں اچھی لگتی ہیں۔ پوچھ رہی تھیں آپ اتنا مشکل کیسے لکھ لیتے ہیں انہیں نوشین آپی کی کہانی لاحاصل سے حاصل بہت پسند آئی۔ ان کو سلام کہہ رہی تھیں۔ پوچھنے لگیں آپی ان دنوں کیا کر رہی ہیں۔ ہم نے اپنی معلومات' اطلاعات اور جنرل نالج کے مطابق بتایا کہ نیک بخت خوب اچھے اچھے کھانے پکاتی ہیں۔ اپنے میاں کو کھلاتی ہیں۔ نئے آنے والے مہمان کیلئے والدین اور بہن بھائیوں سے دعائیں لیتی ہیں اور صحت بناتی ہیں۔ تابندہ نے پہلے ان کی اچھی صحت اور اچھی قسمت کے علاوہ آنے والے مہمان کیلئے دعائیں دیں۔ پھر ہماری طرف پلٹ کے آئیں اور بولیں بھیا آپ بہت اچھے کیوں ہو۔ ہم نے پکا سا منہ بنایا۔ پوری انکساری طاری کی۔ جو ادھوری رہی۔ پھر آنکھیں بند کر کے کہا بی بی! ہم اچھے نہ بھی ہوں تو دوسروں کی محبت ہم کو اچھا کر دیتی ہے۔ اللہ اللہ خیر سلا آخر کو تربیت ایسی ہے کہ کسی بات کا سیدھا جواب نہیں دینا...... اور کریڈٹ نہیں لینا تو موزوں سیاسی جواب یہی ہو سکتا ہے۔ ویسے سچ بھی یہی ہے۔

کیونکہ دوسروں سے بار بار یہی سنا ہے اور مسلسل سن کر یقین کرنے کو دل بھی کرنے لگتا ہے سوچتے ہیں اب آپ ساتھیوں کی اجازت بھی لے لیں۔ کچھ آپ کی بے شمار دعائیں اور کچھ بے پناہ محبت...... ایسے میں کس ظالم کا اچھا ہونے کو دل نہ چاہے گا۔

محمد نگر سے حنا (9th) نے بتایا کہ بھیا ہم بہاول پور سے لاہور شفٹ ہو کر آئے ہیں ابو کا ٹرانسفر یہاں ہو گیا ہے۔ ان کی باجی سے بھی بات ہوئی بہت اچھا لگا۔ اتنے مہذب پڑھے لکھے ساتھیوں سے بات کر کے ہمیشہ خوشی ہوتی ہے۔ اب کسی روز وقت ملا تو سرپرائز وزٹ کا پروگرام بنائیں گے۔ بہت ساتھیوں کے فون آتے ہیں کہ سرپرائز وزٹ کا سلسلہ بند نہ کریں...... بہت مزہ آتا تھا...... ٹھیک ہے جناب پہلے لاہور سے ہی شروع کرتے ہیں۔ جن جن کو میزبانی کا شوق ہو۔ اپنے ابو امی سے اجازت لیکر رابطہ کریں۔ پروگرام طے کر لیں گے جب جب وقت ہوا انشا اللہ براہ راست رابطے' مشوروں' تبصروں کیلئے ہم ان کے ہاں خود آئیں گے۔ اس موقع پر وہ اپنی ان دوستوں اور عزیزوں کو بھی بلوا سکتے ہیں جو پھول سے محبت کرتے ہوں۔ متعارف ہوں۔ ان کے سوال و جواب ہوں گے اور ہم ہوں گے۔ ظاہر ہے اصل میزبان تو اس دوران چائے اور کھانے کے لوازمات کی تیاری میں مصروف ہوں گے۔ ویسے تو ہم اکثر ڈائٹنگ پر رہتے ہیں ہاں کوئی مزے دار ڈش ہو تو قسم توڑ بھی لیتے ہیں کہ قسم توڑنا بہتر ہے دل توڑنے سے۔ بھلا کوئی اتنی محبت سے بنائے اور مہمان ہی نہ کھائے تو دل غریب کیوں نہ ٹوٹے ٹوٹے ہوگا۔

چونگی سے رافعہ (ہشتم) نے کہا کافی دیر سے پھول پڑھ رہی تھی۔ ہم نے سوچا مشورہ دے دیتے ہیں کہ رفتار تیز کر دیں جلدی پڑھا جائے گا مگر پھر خیال آیا کہ مشورہ مال مفت کی طرح ہو تو سننے والا دل بے رحم کی طرح لیتا ہے۔ اس لئے خاموش رہے البتہ رافعہ خاموش نہیں تھیں وہ بتا رہی تھیں کہ باجی اور بھائی بھی پڑھتے ہیں...... ان کو خانہ کعبہ کا پوسٹر بے حد پسند آیا۔ البتہ ٹائٹل نہیں بھایا

گلبرگ سے جناب عظمت شیخ کا فون آیا۔ بولے آپ سر آگے کریں چومنے کو دل کر رہا ہے۔ ہم نے اس عزت افزائی پر اللہ جی کو خوش ہو کر یاد کیا۔ وہی تو ہے جو دلوں کو یوں محبت سے بھر دیتا ہے۔ بولے اداریہ اتنا اچھا ہے دل چاہتا ہے پورے شہر میں پوسٹر چھپوا کر لگاؤں آپ نے ہزاروں بچوں کو برباد ہونے سے بچالیا ہے۔ اب ان کے والدین اپنے بچوں کے ذہنوں اور آنکھوں کو زہر آلو ہونے سے بچالیں گے۔ شیخ صاحب کی محبت اور دعاؤں کا شکریہ ادا کرتے رہ گئے۔ ہمارا بھی دل چاہا کہ وہ کہیں قریب ہوں تو اس پیارے سے بابے کا منہ چوم لیں۔ سچی بات یہ ہے کہ ان کو مل کر اور سن کر دل ہمیشہ اللہ جی کی یاد سے معمور ہوتا ہے اس قدر شکر گزار بندے کم ہوتے ہیں۔ جن کے ہونٹ دوسروں کی خیر چاہنے سے نہ تھکیں دل دوسروں کی محبت سے آباد رہیں اور اللہ سے ملنے کے وعدے اور آس ان کے اعمال کی کھیتی کو سرسبز بنائے رکھے۔ ممتاز نعت گو جناب سرور نقش بندی ان دنوں حج پر گئے ہوئے ہیں۔ ہم دونوں ہی ان کو بہت یاد کرتے ہیں۔ شیخ صاحب کو ان کی نعتیں پسند ہیں اور ہمیں وہ خود ایسے معصوم اور پیارے سے ہیں کہ بس بندہ دیکھتا ہی رہے شیخ صاحب کہنے لگے بھئی پتا ہے کیا ہوا اس روز آپ کے دفتر آئے تو آپ نے سرور سے کچھ کہا تھا۔ میں نے بعد میں غور کیا تو واقعی وہ تو خوب صورت ہی ہے۔ مجھے تو اس کی آواز اور نعتوں سے آگے کچھ سوچنے کا خیال ہی نہیں آیا۔ شیخ صاحب پوچھنے لگے کیا ہو رہا ہے۔ ہم نے کہا ہونا کیا ہے حیران ہو رہا ہوں اور مسکرا رہا ہوں۔ کس بات پہ۔ انہوں نے پوچھا آپ جس اداریے پر مبارک دے رہے ہیں اور جس تحریر پر ملک بھر سے محبت و تحسین بھرے کلمات آ رہے ہیں اس پر ایک نوٹس ملا ہے دفتری انتظامیہ کی جانب سے۔ اللہ انہیں خوش رکھے۔ لکھا ہے کہ اس تحریر میں نازیبا اور مخرب الاخلاق لفظوں اور فقروں کا استعمال کیا گیا ہے۔ اور آپ کو اس کوتاہی، لاپرواہی پر سختی سے تنبیہ کی جاتی ہے اور میں ڈکشنری تلاش کر رہا ہوں جس میں نازیبا اور مخرب الاخلاق کے نئے معنی دیکھ سکوں۔

عفیفہ (سال اول) نے بتایا کہ 714 نمبر لئے ہیں میٹرک میں پھر فوراً ہی بولیں بھیا میرا نام عقیقہ نہیں ہے براہ کرم عفیفہ لکھیئے گا۔ ہمارے کمپوزر صاحب ان دنوں ممکن ہے کسی کا عقیقہ کھا کر آئے ہوں گے۔ جو وہی لکھ دیا۔ اب کے دیکھیں کیا کھا کر کمپوز کرتے ہیں۔

ملتان سے پروفیسر خالد پرویز صاحب نے یاد کیا۔ نئی کتابیں بھیجیں۔ خالد صاحب کی کتابیں ہم ہی نہیں پھول ساتھی بھی خوب پسند کرتے ہیں اور ہمارے گھر والے بھی...... سبھی جگہ ان کے تحائف جاتے ہیں۔ اب کے بھی انہوں نے ماشاءاللہ پورا کارٹن بھجوایا تھا جو ہم نے پھول ساتھیوں کو تحائف میں بانٹ دیا۔ پروفیسر صاحب کا بے حد شکریہ۔ یہ خوب کام ہے اور آپ ایسے کام کرتے اچھے لگتے ہیں۔

ڈاکٹر شاہانہ جعفری نے کراچی سے فون کیا۔ عید مبارک دی۔ پھر اپنی پریشانی بتانے لگیں کہ ہمارا بکرا کھو گیا ہے کہیں کوئی خبر ملے ہم کو دیجئے گا۔ ہم نے پوچھا کیا پھول پڑھنے والا تھا جو آپ کو لگتا ہے ہم سے رابطہ کرے گا۔ کہنے لگیں آپ کب کراچی تشریف لائیں گے۔ ہم نے فوراً کہا براہ کرم تب تک بکرا ڈھونڈ نکالئے گا۔ ہم وہاں آکر اس تلاش میں مدد نہ دے سکیں گے۔ پھر مہمانوں کو اس کام میں مصروف کرتے آپ بھی تو دوبار سوچیں گی۔ پوچھنے لگیں کوئی کام ہو کراچی میں...... ہم نے شکریہ ادا کیا ساتھ ہی یاد آیا کہ ڈاکٹر شکیل احمد عثمان آباد کراچی میں ہوتے ہیں۔ پھول کے بہت باقاعدہ اور محبت رکھنے والے قاری ہیں اور ہمیں خدشہ اور خطرہ ہے کہ کل کہیں ہمیں اپنے دوستوں میں ہی نہ شمار کرنا پڑے۔ اس لئے ان کی تیمارداری کیلئے فون کرنے کو کہا اور یہ بھی کہ ہمارا سلام کہیئے اور ہماری حاضری لگوا دیجئے...... حور سناؤ ڈاکٹر صاحب کی حال اے......

علیزہ نے لاہور سے بیڈ ٹائم کو پسند کیا۔ رافعہ کو سلام کہا وہ ان کی سکول فیلو ہیں۔ اور پھول کی ساتھی ہیں۔

گجرات سے عمر رفیق کا فون آیا اسے اداریہ اور بیڈ ٹائم دونوں بڑے حساس موضوع اور بہت اچھے لگے شکریہ کہہ رہے تھے اس طرح لکھنے کا......

شام کے بھٹیاں سے عمران وزیر نے بتایا کہ صرف سلام کرنے آیا ہوں۔ نیا پھول ابھی پڑھا ہی نہیں......

ڈیرہ غازی خاں سے نصر اللہ (II ایئر) نے کہا لمبی لمبی کہانیاں نہ دیا کریں اور طاہر بشیر نے جو مشورہ دیا تھا کہ کشمیر فلسطین پر نہ لکھا کریں تو ضرور لکھا کریں۔

امریکہ سے اپنے عبدالشکور کا فون آیا۔ کالج گئے ہوئے تھے اور صبح کے 10 بجے تھے پیریڈ پڑھ کر نکلے تو ہمیں یاد کر لیا۔ تب ہمارے ہاں رات کے 10 بجے تھے۔ سٹور کرنے کے ساتھ ساتھ پڑھائی پر خوش تھے اور بتا رہے تھے کہ یہاں پڑھائی بے حد آسان ہے......

آمنہ احتجاب کا بہت دنوں بعد فون آیا۔ شادی کے بعد بہاول پور چلی گئی تھیں۔ ان دنوں لاہور آئی ہوئی تھیں۔ ہم نے کہا بھلی لڑکی! جب تک یہاں ہو دو چار سو کہانیاں لکھ کر دیتی جاؤ۔ ہم آنے والے کئی سالوں میں وقفے وقفے سے چھاپتے رہیں گے۔ آمنہ نے پوچھا بھیا آپ کی کہانیوں کے موضوعات بدل رہے ہیں تبدیلی کیسی ہے؟ ہم نے ڈرتے ڈرتے پوچھا بہت اچھی آمنہ اچھی بہنوں کی طرح حوصلہ افزائی کے موڈ میں تھیں۔ ایسے حساس موضوعات پر میں نے تو کبھی کسی کی تحریر نہیں پڑھی...... اگر کوئی قلم اٹھائے تو مشکل میں پڑ جائے......

بابیہ مما مارشا۔ اب بے خبری۔ بہت ہی زبردست......

جناب نسیم اختر کا گلبرگ سے فون آیا۔ الحدیث کے نئے کالم کا پوچھ رہے تھے۔ ہم نے ان کی کتابوں کے خزانے کا پوچھا انہیں احادیث پر کتابیں جمع کرنے کا شوق ہی نہیں جنون ہے اور ماشاءاللہ ان کا ڈرائنگ روم صحیح بخاری، صحیح مسلم سنن ابن ماجہ، سنن ابن داؤد، سنن نسائی، جامع ترمذی صحاح ستہ، مکاشفۃ القلوب، ریاض الصالحین، لولو والمرجان معارف الحدیث، مظاہر حق، مشکوٰۃ سے سجا ہوا ہے۔ ہر کتاب کئی کئی حصوں پر مشتمل ہے۔ علم سے دوستی ایسی ہی ہونی چاہئے جس موضوع سے تعلق ہو اس پر مطالعہ اور متعلقہ کتب تک رسائی ایسے ہی ہوتی ہے اور اپنا رنگ دکھاتی ہے۔

اسلام آباد سے طاہرہ مریم نے فون کیا۔ عید مبارک کہا پھول ممبر شپ فارم منگوایا۔ پھول سٹڈی ٹیبل کی اجازت لی۔

یہ ہیں کچھ SMS جن کو ہم نے اردو میں ڈھال لیا ہے۔

بھیا جی: ایڈیٹوریل بہت ہی فنٹاسٹک تھا۔ مجھے بے حد پسند آیا۔ عمران رضا۔ بہاولپور

محترم ایڈیٹر بھیا سلام میں ہوں شر محمود اسلام آباد سے۔ میں پھول کا باقاعدہ ریڈر ہوں۔ یہ میرا پہلا SMS ہے اللہ آپ کو خیریت سے اور سلامت رکھے۔

بھیا جی: آپ میری آنکھوں کی میجک ریز ہو۔ میرے کانوں کیلئے میٹھا گیت اور میری روح کیلئے پروں کے مصداق، عبدالجبار ساہیوال

آداب: میں سال اول کا طالب علم ہوں IMCG میں اور آپ کے لکھنے کے انداز کا بہت بڑا مداح۔ میری طرف سے بہت گرم جوش سلام شر محمود اسلام آباد۔

میرا دل یادوں سے اور دل کا پودا گارے سے بھرا تھا۔ یہ برستی بارش دل کے پودے پر لگے گارے سے سب کچھ بہا کر لئے جاتی ہے بہت اداس ہوں کیا کروں۔ صبا لاہور۔

جس دن سے آپ کے موبائل کا پتہ چلا ہے دل چاہتا ہے ہر وقت کوئی نہ کوئی میسج بھیجتا رہوں۔ میں 5 سال سے پھول پڑھ رہا ہوں پھول نے تو میرے اندر ہمت بھر دی ہے۔ اب میں نے پھول کے لئے بہت لمبی تحریریں لکھی ہیں۔ پتا نہیں ان کے ساتھ اب کیا ہوگا۔ اللہ آپ کو خوش رکھے ہو سکے تو ہمارے پاس بھی آئیں۔ احسن پرنٹرز چیمہ پلازہ چوک ڈسکہ گاؤں برج چیمہ، اشفاق چیمہ۔ ڈسکہ۔

عید مبارک۔ فرحان فیصل آباد، کنجوس آدمی اتنا مختصر پیغام۔

سلام پلیز عید مبارک قبول کریں کر لی بابا اب جواب کیلئے آپ کا نام تو معلوم ہونا چاہئے ہمیں تو اپنی گاڑی کا نمبر اکثر یاد نہیں رہتا۔ فون نمبر ڈائری سے دیکھ کر dial کرتے ہیں۔

آپ کو ایک بہت خوشیاں بھرا دن مبارک ہو۔ محبت بھرا......

آپ کا کیا حال ہے میں آپ کو یاد کرتا ہوں آپ کی care کرتا ہوں آپ سے محبت کرتا ہوں آپ کے بارے میں کریزی ہوں۔ Well I like the way you thank

عید مبارک اللہ کرے آپ 1000 عیدیں دیکھیں
راؤ محمد طارق۔ ملتان

راؤ صاحب 1000 کچھ زیادہ ہو گئی بڑے مسائل ہو جائیں گے اللہ جی چلتے پھرتے، صحت اور سلامتی کے ساتھ اتنی ہی زندگی ہو جتنی کسی پر بوجھ نہ ہو۔ کسی کا محتاج نہ اور دوسروں سے محبت کرے اور خدمت کرتے ساری عیدیں آئیں۔

ہیپی ویلنٹائن ڈے عبدالجبار ساہیوال شک ہے کہ جبار نے message کسی اور کو نہ دیا ہو غلطی سے ہمیں آ گیا ہو مگر کیا ہے کہ آخر میں بھیا جی بھی لکھا ہے۔

ہم بھی شعر کہتے ہیں

پھول ساتھیوں کی تخلیقات سے سجا کالم

محمد نوید جان میؤ

پیارے ساتھیو! دعا ہے کہ آپ کی زندگی کو اللہ جی آپ کے لئے اور دوسروں کے لئے مفید بنائے (آمین)

کسی سیانے کا کہنا ہے کہ جب آپ کسی چیز کے لئے محنت کرتے ہیں تو وہ محنت ہی آپ کی دعا بھی بن جاتی ہے اور آپ کو اندر تک مطمئن اور آپ کی ذات کو یقین کی دولت سے مالا مال کر دیتی ہے۔ لیکن اکثر ایسا بھی تو ہوتا ہے ناں کہ کسی چیز کو حاصل کرنے کی خواہش دل میں موجود ہے اور آپ اس کے لئے محنت بھی کرتے ہو لیکن وہ چیز پھر بھی نہیں مل پاتی تو بجائے اس کے کہ اللہ جی کے سامنے شکووں کا دفتر کھول کے بیٹھا جائے اس کا شکر ادا کریں کیونکہ وہ سب کچھ جانتا ہے کہ ہمارے لئے کیا بہتر ہے اور کیا نہیں۔ کبھی کسی ماں نے بچے کی ضد کو دیکھتے ہوئے اسے چاقو تھمایا ہے اور بھیا جی تو کہتے ہیں کہ ہمارے سوہنے اللہ جی نے جتنی نعمتیں ہمیں دی ہیں ہماری ہر سانس اور زندگی کا ہر لمحہ اس کا شکر ادا کرتے ہوئے گزرے تو بھی کم ہے اور ہاں ایک بات اور یاد رکھیے گا کہ دوسروں کے بارے میں اچھا سوچنے اور اچھا مانگنے والوں کو اللہ جی بن مانگے ہی سب کچھ نواز دیتے ہیں سو دوسروں کو خوش رکھیں اور خود بھی خوش رہیں۔

یہ رہیں آپ کی اس ماہ کی تخلیقات لیکن حسب معمول پہلے میری اپنی ایک نظم آپ سب کی نذر۔

ذرا آٹھو

چمن میں خوشبوؤں کی
تتلیاں پکڑیں
فلک پر
چاند تاروں پر
کمندڈالیں
گل لالہ سے سرخی لیں
تبسم ان لبوں کو دیں
کہ جن کو آرزو ہے
مسکرانے کی
خوشی کے گیت گانے کی
ذرا آؤ
کہ ہم کو ان سے ملنا ہے
کہ جن کو یہ گلہ ہے
اپنے مالک سے
کہ ان کو رب نے جانے
کس لئے اور کیوں بنایا ہے
اور ان کی آرزو ہے
ایک مدت سے
کوئی تو ہو
کہ جس کاندھے پہ سر رکھ کر
وہ اپنا غم کہیں
رولیں
کوئی تو ہو
جو ان کے آنسوؤں کے
درد کو سمجھے
کوئی تو ہو
جو ان کی ذات کی
تنہائیاں بانٹے
کوئی تو ہو
جو ان کی بے مزہ سی
زندگی کو زندگی سمجھے
چلو آؤ
کہ ہم ان سے ملیں جا کر
اور ان کو یہ بتا آئیں
کہ ان کی زندگی
ان کے لئے کتنی ضروری
ہے
اور ان کی ذات سے
وابستہ خوشیوں سے
جڑی خوشیاں ہماری
ہیں
ذرا سوچو
کہ جب ان پر
خوشی کا نور برسے گا
تو وہ مالک
کہ جس سے جان سے
بڑھ کر
سبھی ہم پیار کرتے ہیں
وہ ہم سے کتنا خوش ہوگا
(نوید جان میؤ)

قائد کے نام

ہم سے بدلی ہے یہ مانوس ہوا تیرے بعد
وطن کی ہوگئی زخمی فضا تیرے بعد
نشاں غلامی کے پڑنے لگے ہر بدن پر
یہ کیسا قہر ہے آزاد اس انجمن پر
وفا کا جل نہ سکا کوئی دیا تیرے بعد
ہم سے بدلی ہے یہ مانوس ہوا تیرے بعد
ہر ایک نخل پہ چھائی ہوئی افسردگی ہے
درد کی لہر میں ڈوبی چمن کی زندگی ہے
مسیحا کوئی ہمیں مل نہ سکا تیرے بعد
ہم سے بدلی ہے یہ مانوس ہوا تیرے بعد
وطن یہ دولخت ہوا پھر بھی ہم زندہ ہیں
ہم سیاہ بخت اے قائد بڑے شرمندہ ہیں
ہم تھے غافل جو وطن ٹوٹ گیا تیرے بعد
ہم سے بدلی ہے یہ مانوس ہوا تیرے بعد
روداد الم کس کو سنائیں جا کر
زخم ہم دل کے اب کس کو دکھائیں جا کر
ہم نے ہر دور میں دی تجھکو صدا تیرے بعد
ہم سے بدلی ہے یہ مانوس ہوا تیرے بعد
وطن کی ہوگئی ہے زخمی فضا تیرے بعد
(مہوش نورش۔ ملتان)

تاروں بھری رات ہے
تنہا میری ذات ہے
دل بھی ہے چپ چاپ میرا
رات بھی خاموش ہے
ہوا بھی کچھ گم صم ہے
ایسی بھی کیا بات ہے!
اس رات کے جمود کو
قائم یونہی رہنے دو
نہ توڑو اس جمود کو
یہ صبح کی نمود کو
رفتہ رفتہ آنکھوں کے
عکس میں اترے گی
ظلمتوں کے دامن سے
دے کر اسے رہائی پھر
اس طرح پکارے گی
دل میں لاکھ اندھیرا ہو
آہوں کا بسیرا ہو
دوسروں کی خوبی کو
دل سے مان لینا تم
چہرے پہ اک طمانیت
جو ہو سکے تو لے آنا!
اپنی منزلوں کی سمت
گامزن رہو لیکن
دوسروں کی منزل کو پاؤں تلے
مت روندو
مل کے ساتھ چلنے اور منزلوں کو
پانے کا
ایک سا ارادہ ہو تب مزہ تو آتا ہے
اپنی خوبیوں کا حسن اور نکھر جاتا
ہے
(مہناز کرن۔ شورکوٹ کینٹ)

اے نئے سال بتا کیا ہے تیرے دامن میں
وہی ہیں بارہ مہینے وہی ہیں موسم چار
خزاں ہے جاڑا ہے گرمی ہے وہی رنگ بہار
وہی ساون وہی پروائیوں کا موسم ہے
وہی ملن کا اور جدائیوں کا موسم ہے
بہت واقعات یہاں سرسری سے گزریں گے
بہت سے لمحے بھی ہوں گے جو دل میں اتریں گے
بہت سوں کے لئے تو یادگار گزرے گا
بہت سے لوگ مگر تجھ سے خوش نہیں ہوں گے
بہت سی تلخیاں ہوں گی بہت سی خوشیاں بھی
میری دعا ہے کہ تو شاد ہی گزر جائے
وہ امن جس کی تمنا دلوں میں ہے سب کے
تیری کتاب میں اس نام کا اک باب بھی ہو
نئی صبح سے وابستہ نیا خواب بھی ہو
کوئی خوشی تو تیرے نام سے ہمیں پہنچے
تیرے حوالے سے کوئی کرن تو ہم کو ملے
پیار کی خوشبو سے ساری فضا مہک جائے
ہر ایک دل میں سکوں کی کلی چٹک جائے
یہی ہیں خواب ہمارے یہی تمنائیں
میری دعا ہے کہ تو یادگار ہی گزرے
حسین یادوں سے مہکا ہوا حسیں اک سال
جس کی تاریخ لہو رنگ نہ ہو سنہری ہو
(افروز۔ جھنگ صدر)

مشورہ

اک روز میں نے مانگا تھا
تم سے ایک مشورہ
جواب میں تم نے
اک داستاں سنائی تھی
داستاں ادھوری تھی
پر بہت ضروری تھی
اور اب یہ عالم ہے
داستاں تو پوری ہے
صرف میں ادھورا ہوں
داستاں سنانے کو
اب کوئی نہیں باقی
(سید غضنفر علی/ایم بی اے پنجاب یونیورسٹی)

ماں

ماں
تم کیوں دور ہوتی جاتی ہو
فاصلہ بڑھنے لگتا ہے
کیوں بڑھنے لگتا ہے
نہ تم جانو ہو
نہ میرے پاس اتنا علم ہے
بس ایک احساس ہے
ایک پردہ ہے
جو تم میں اور مجھ میں حائل ہے
تم کیوں سوچنے لگی ہو کہ
تمہاری بیٹی اب بڑی ہو گئی ہے
فیصلے کرنے کے قابل
لیکن کہاں
وہ تو ابھی تک
تمہاری انگلی کے گرد
اپنے ننھے ہاتھوں کا گھیرا ڈالے
راستوں کی پہچان سے نا آشنا
چلنے کو بے تاب ہے
ننھی منھی شرارتوں پر
ابو سے ڈانٹ کھا کر
تمہاری گود میں منہ چھپانا چاہتی ہے
لیکن
سوچوں کے فاصلے بڑھتے جاتے ہیں
تم دور بہت دور ہوتی جاتی ہو
تم خود ایک عورت ہو کر
کیوں مجھے بوجھ سمجھتی ہو
کیوں مجھے میری پہچان بنا کر
عورت کا سراونچا نہیں کرتیں
کیوں اپنی ہی کہانی کو
نئی صدی میں
دہرانا چاہتی ہو
میں تمہاری انگلی پکڑنا چاہتی ہوں
مگر تمہارا ہاتھ
دور بہت دور جاتا ہوا دکھائی دیتا ہے
ان فاصلوں کو
میں چاہوں بھی تو
نہیں پاٹ سکتی
تم نے
اپنی ہی بیٹی کو
محسوس کرنا کیوں چھوڑ دیا ہے
کیا تمہارا پیار ماتا
میرے لئے کبھی نہیں جاگتی
تمہیں اپنی وہ گڑیا
چھوٹی سی والی گڑیا
کبھی یاد نہیں آتی
وہ جو تمہاری ہی ایک پرچھائیں ہے
جس نے تمہیں پہلی بار
ماں کہلوانے کا
فخر دیا
کون کھو گیا بدلتی ہوئی رتوں میں
تم
یا میں
کون بتائے گا؟
نرگس تسلیم بخت۔ اسلام آباد

بس ایک دعا

کبھی جو احساس ہو تم کو
کہ تم اچھا نہیں کرتے
جو مجھ کو یوں رلاتے ہو
تو پھر اجالاتے ہو
اگر اس آگ میں جل کر
میں ایک دن راکھ ہو جاؤں
مجھے دل سے بھلا دینا
سمندر میں بہا دینا
مگر یہ یاد رکھنا تم
خدا سے یہ دعا کرنا
کہ جو اچھا لگے تم کو
وہ تم چاہو انہیں ہر گز
وگرنہ تم بھی رو دو گے
مجھے جیسے رلاتے ہو
(کلثوم نعیم اعوان۔ سرگودھا)

آج خوشی کی ایک لہر
میرے اندر جھوم رہی ہے
اور میں تمہیں بہت Miss کرنے
کے بعد
یہ نظم لکھ رہی ہوں
اسے دل کی آنکھ سے پڑھنا
اپنے دماغ کی زبان سے سمجھنا
ہاں کبھی فرصت ملے
تو لفظوں کی خوشبو سے لبریز
یہ سندیسہ
میری طرف اچھال دینا
ہم جلد ملیں گے
ہم ضرور ملیں گے
(ناہید انجم۔ لاہور)

چراغ جلانے والو!
اجالوں کے متلاشیو!
جگنوؤں کے پیچھے بھاگنے والو!
ستاروں کی بزم سجانے والو!
چراغوں کو بجھا دو
اجالوں کو مٹا دو
جگنو تمہاری منزل نہیں
یہ نشان منزل ہیں
ان کا پیچھا چھوڑ کر
اپنا سورج تلاش کرو
اگر سحر چاہتے ہو
تو بزم انجم تہہ و بالا کر دو
"کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا"
محمد آصف حجازی۔ جھنگ

جب کبھی تم
رنج والم میں گھر جاؤ!
اور تم پر حیات کے لمحے اذیت بن جائیں
تو یاد رکھنا
کہ کہیں کوئی
ہمہ وقت تمہارے لئے دعا گو ہے
(عاصمہ افضل)

یہ رجائیوں کو یکجا آدمی کو انسان کر گیا
اور انسانیت کو شرف بہ ایمان کر گیا
قسم وہ لمحہ عطائے رسالت ہی تھا
جو بت پرستوں کو کعبے کا پاسبان کر گیا
(توقیر سجاد طاہر۔ اٹک)

بہکاوا
یہ نظروں میں تو نے آ کر
اور نیند سے جگا کر
آنکھوں کی پتلیوں میں
اک عکس لا بٹھایا
کچھ اس طرح میں کھویا
پھر رات بھر نہ سویا
(آسیہ فردوس۔ بھائی پھیرو)

کچھ کھٹا کچھ میٹھا۔ نمکین بالکل نہیں
بھولے سے ہو گئی اس سے اگرچہ بات
ایسی نہیں ہے بات جسے بھول جایئے!!!
ہے کس بلا کا فوٹو گرافر ستم ظریف
میت سے کہہ رہا ہے ذرا مسکرایئے

بولا دکاندار کہ کیا چاہیے تمہیں
جو بھی کہو گے میری دکان پر وہ پاؤ گے
میں نے کہا گدھے کے کھانے کا کیک ہے
بولا یہیں پہ کھاؤ گے یا لے کے جاؤ گے

جی چاہتا ہے اپنا کہ دنیا خرید لوں
کہتی ہے جیب مجھ سے کہ بکواس بند کرو
(راؤ بشیر احمد عابد میئو۔ اوکاڑہ)

روح غالب سے معذرت کے ساتھ

یا اچھا سا حکیم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی
ایسا نہ کر سکوں گا میں برداشت
وہ کہیں اور سنا کرے کوئی
ہر کوئی ہے یہاں پہ حاجت مند
کس کی حاجت روا کرے کوئی
راہنما سارے بن گئے صیاد
اب کسے رہنما کرے کوئی
اپنی خامی پہ نظر ڈالے تو
کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی
(رابعہ اکرم۔ کہروڑ پکا)

زندگی

میں نے پوچھا زندگی سے
اے زندگی!
یہ تو بتا
تیرا ہے راز کیا
زندگی نے یہ کہا
میں ہوں بندگی
جس نے پایا راز بندگی
اس نے پائی دو جہاں کی زندگی
اور
"زندگی، بے بندگی، شرمندگی"
(فائزہ اعظم۔ لاہور)

میں ایک ننھا سا جگنو
کہیں اگر اندھیرے میں
کھو بھی جاؤں
راہ آشیاں سے بھٹک بھی جاؤں
مگر میری منزل پالے گی!
میری روشنی کے
احساس کی
خوشبو سے مجھے
(عاصمہ مجید۔ بھائی پھیرو)

یہی تو ہے زندگی!

آخر سیدھا راستہ کیا ہے؟

فائز حسن سیال

بحیثیت قوم آج ہم مشکل ترین دور سے گزر رہے ہیں چاروں طرف دہشت گردی اور جنگ کے بادل منڈلا رہے ہیں۔ آج ہم ان حالات کا سامنا کر رہے ہیں جن کیلئے ہم قطعاً تیار نہیں تھے۔ زیادہ افسوس کا مقام یہ ہے کہ ہم ابھی بھی بدلنے کو تیار نہیں۔ پاکستان بننے کے بعد سے اب تک ہم مسلسل تباہی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ سڑکیں نئی بننے سے یا مغرب کی چندنئی لوازمات آنے سے ہمارے طرز واطوار سے کوئی خاص بہتری کی توقع نہیں کی جاسکتی جبکہ بحیثیت قوم ہم بار بار دشمنوں کو اپنے کمزور ہونے کا احساس دلا کر اپنے پر ہنسنے کا موقع فراہم کرتے نظر آتے ہیں۔ کیا ہم سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں یا پھر اندھے، بہرے اور گونگے بن کر زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں؟ دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ ہر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ ایک فرد یا چند لوگوں کے کچھ کرنے سے کیا فرق پڑتا ہے؟ یہ رویہ ہمیں اس موڑ پر لے آیا ہے کہ ہم مکمل طور پر ایک بھٹکی ہوئی قوم نظر آنے لگے ہیں۔ کسی بھی قوم کی تربیت کے ذمہ دار یا تو وہاں کے اساتذہ ہوتے ہیں۔ یا پھر ماں باپ اور بزرگوار یہ بھی دیکھنے میں آرہا ہے کہ ہماری نوجوان نسل کی ذمہ داری کوئی بھی اٹھانے کو تیار نہیں ہے۔ بلکہ ان کو بالکل آزاد چھوڑ دیا گیا ہے کہ جس طرف چاہیں نکل جائیں۔ حال ہی میں یہ تبدیلی دیکھنے میں آئی ہے کہ ہمارے بزرگوار بالکل بے بس ہو گئے ہیں۔ اگر ہم اس کو مغرب کا اثر کہیں تو صحیح نہیں ہوگا کیونکہ مغرب میں صورت حال کچھ اس طرح کی ہے کہ ماں باپ بچوں کو اپنے گھروں میں نہیں رکھتے لہٰذا وہ بچے جس طرح کی چاہیں زندگی گزار سکتے ہیں۔ جبکہ ہمارے ہاں ماں باپ زندگی کے آخری وقت تک بچوں کو اپنے گھروں میں رکھتے ہیں۔ ان کی دیکھ بھال کرتے رہتے ہیں جس کے نتیجے میں پہلے تو ان کا کچھ نہ کچھ رعب بچوں پر قائم رہتا ہے لیکن اب صورت حال یہ ہے کہ ہمارے بزرگوار سب کچھ اپنے سامنے ہوتا دیکھ رہے ہوتے ہیں اور بہت سے موقعوں پر کچھ کہنا بھی چاہتے ہیں لیکن ان کی کوئی نہیں سنتا لہٰذا ان کی بچی کچھی عزت کا بھی تقاضا ہے کہ چپ رہ کر سب کچھ برداشت کرلیں اور شاید یہی وہ کر بھی رہے ہیں۔ اس حقیقت کا ہمارے گھروں کے ماحول پر بہت برا اثر پڑتا ہے گھروں میں نانی، دادی کا یہ کردار ہوتا تھا کہ بچوں کی عادتوں پر نظر رکھیں غلطیوں سے روکیں ٹوکیں لیکن اب صورت حال یہ ہے کہ ایسے خاندان بھی جہاں پر پہلے اچھی روایات واقدار اپنائی جاتی تھیں وقتاً فوقتاً میڈیا اور ماحول کے زیر اثر یہ روایات نہ صرف ختم ہوتی نظر آرہی ہیں۔ بلکہ ان کی جگہ بے ہودہ اور بے ہنگم روایات نے لے لی ہے۔ پرانے وقتوں میں دادی اماں بچوں کو بٹھا کر اچھی اور سبق آموز کہانیاں سناتی اور اپنی زندگی کے اچھے برے واقعات بتاتی تھیں۔ اس طرح بچے اپنے خاندان کی اونچ نیچ بھی دیکھتے اور بہت کچھ سیکھ لیتے تھے اب صورت حال یہ ہے کہ

امیر لوگ اپنے بچے نوکروں کے حوالے کر دیتے ہیں اور غریبوں کا ویسے ہی کوئی پرسان حال نہیں ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ اپنی قسمت بدلنے کیلئے ہم کیا کر سکتے ہیں۔ سب سے پہلے بحیثیت انسان ہمیں اپنی درستگی پر توجہ دینی چاہئے۔ جب مسلمان ایک ایسی قوم بن جائیں گے کہ اپنے علم وشعور کی بدولت اس دنیا میں عزت کا مقام حاصل کرسکیں تب ہی اللہ پاک بھی راضی ہوگا اور مسلمانوں کو وہ رتبہ ملے گا جوان کا حق ہے نہ کہ تربیت حاصل کئے بغیر لڑ مرنے سے صحیح تربیت حاصل کئے بغیر تو لڑنا بھی خودکشی کے مترادف ہوگا اگر ہم مسلمانوں کے حالات کا جائزہ لیں تو تباہی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ تعلیم، علم، تربیت، اخلاق، مقام غرضیکہ ہر لحاظ سے مسلمان پستی کا شکار ہیں۔ فرقہ واریت انتہا کو پہنچ چکی ہے۔

پوری دنیا میں اسلام پھیل رہا ہے لیکن کمی اس بات کی ہے کہ مسلمان اکٹھے نہیں ہیں۔ اس لئے دنیا میں ایک طاقت بن کر ابھر نہیں سکے۔ (اکٹھے ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہم کسی ایک جگہ اکٹھے ہو جائیں یا مسلمان ممالک میں رہیں بلکہ مسلمانوں کا غیر مسلم ممالک میں ہجرت کرنا اپنے اندر بہت بڑی حکمت اور مصلحت لئے ہوئے ہے) اکٹھے ہونے کا مطلب وہی ہے جو اللہ پاک نے اپنی کتاب میں واضح کیا کہ "اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو اور تفرقے میں نہ پڑو" اللہ کی رسی سے کیا مراد ہے؟ یہ وہ نظام حیات ہے جو اللہ پاک نے مسلمانوں کے لئے مخصوص کیا ہے جس میں ہمارا اٹھنا، بیٹھنا، کھانا پینا، لباس پہننا، جینا مرنا سب واضح کر دیا اللہ پاک نے مسلمانوں کو علم اور سوچ کا ایک ایسا سرچشمہ یعنی قرآن عطا کیا جس کے مطابق زندگی گزارنے سے نہ صرف ہم اچھے انسان بن سکتے ہیں بلکہ سب مسلمان ایک سوچ کے متحمل بھی ہو سکتے ہیں۔ آج ہم اپنے اردگرد یہ دیکھتے ہیں کہ غلط سوچ رکھنے والے تعداد میں بہت زیادہ ہیں لہٰذا وہی طاقتور بھی دکھائی دیتے ہیں اور اچھی سوچ رکھنے والے تعداد میں بھی کم ہیں اور اثرورسوخ میں بھی کمزور دکھائی دیتے ہیں۔ وجہ صاف نظر ہے کہ آج ہمارے میں سے کتنے لوگوں نے قرآن پاک کو ایک رسی کی طرح مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے۔ بس اتنے ہی لوگ ہمیں اچھے نظر آسکتے ہیں۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ قرآن کو ہم باعث تعظیم طاق میں رکھیں اور خواہش یہ کریں کہ کسی طرح یہ دنیا جنت کا نمونہ بن جائے لوگ اچھے ہو جائیں غربت ختم ہو جائے یا مسلمان اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرلیں۔

سیدھا راستہ تو بس ایک ہی ہے اور وہ راستہ قرآن کا بتایا ہوا راستہ ہے۔ لہٰذا اگر ہم ادھر ادھر بھٹکنے کی بجائے اس راستے پر گامزن رہیں جو یقیناً بہترین بھی ہے اور کامیابی کی گارنٹی بھی دیتا ہے تو ہم بہت سی الجھنوں سے بھی بچ سکتے ہیں اور اس راستے پر ہمیں اپنے تمام مسائل کا حل بھی ملے گا اپنی ناقص عقل پر زیادہ بھروسہ کرنے کی بجائے اگر ہم صرف ایک عہد کریں کہ زندگی کا ہر معاملہ چاہے وہ دینی ہو یا دنیاوی انفرادی ہو یا اجتماعی یا کچھ بھی معاملہ ہو ہم صرف اللہ پر بھروسہ کریں گے اور قرآن کے مطابق زندگی گزاریں گے تو سمجھ لیں گے کہ دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابی ہمارا مقدر ضرور بنے گی۔ لہٰذا آیئے عہد کریں کہ اسی سیدھے راستے کو اپنائیں گے۔ جو بہترین نتائج کی گارنٹی لے کر آیا ہے۔

اپنی عادات کو سنواریئے

یہ نیا کالم ان سب لوگوں کیلئے یکساں موثر و فائدہ مند ہے جو اپنی بری عادتوں سے بے حد تنگ ہیں اور انہیں چھوڑ کر نئی اور اچھی عادات اپنانا چاہتے ہیں۔

جسمانی صفائی کا خیال رکھئے

اللہ پاک نے آپ کو بہترین صورت میں پیدا کیا ہے بہترین جسم تو آپ کو پہلے ہی دیا جا چکا ہے۔ جو کہ بہترین

کام کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اللہ پاک نے آپ کو متوازن پیدا کیا ہے اپنے جسم کے توازن کو خراب نہ ہونے دیں یہ آپ کا فرض ہے کہ اپنے جسم کے قدرتی توازن اور شکل کو برقرار رکھیں۔

"یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا"

"جس رب نے تجھے پیدا کیا پھر ٹھیک ٹھاک کیا پھر درست اور برابر بنایا"

"اسی نے آسمانوں کو اور زمین کو عدل و حکمت سے پیدا کیا اسی نے تمہاری صورتیں بنائیں اور بہت اچھی بنائیں اور اسی کی طرف لوٹنا ہے"

۲۔ روزہ آپ کے جسم اور معدے کو صاف رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے ہر مہینے کچھ دن ضرور روزے رکھیں۔

"ہر چیز کا صدقہ ہے اور جسم کا صدقہ روزہ ہے"

عبداللہ بن عمرؓ سے روایات ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "اے عبداللہ بن عمرؓ مجھے یہ پتہ چلا ہے کہ تم دن کو روزہ رکھتے ہو اور ساری رات نماز پڑھتے ہو ایسا مت کرو' کیونکہ تمہارے جسم کا تم پر حق ہے' تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے' تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے' روزہ رکھو اور روزہ نہ بھی رکھو مہینے میں تین دن مسلسل روزہ رکھو' میں نے کہا اللہ کے سچے رسول ﷺ مجھ میں کافی ہمت ہے (اس سے زیادہ کرنے کی) جس پر آپ ﷺ نے فرمایا پھر تم داؤدؑ کا روزہ رکھو ایک دن روزہ رکھو اور دوسرے دن روزہ مت رکھو"

۳۔ جسمانی صحت وصفائی کی کمی ہی بے شمار بیماریوں کا باعث بنتی ہے اپنے آپ کو ہر طرح سے صاف ستھرا رکھیے۔

"اے مسلمانو! اپنے جسم کو صاف ستھرا رکھو' ہمیشہ صاف رہو اس طرح تمہارا سرپرست تمہیں صحت مند رکھے گا"

۴۔ آنکھیں اللہ پاک کی خاص نعمت ہیں یہ بہت حساس ہوتی ہیں اور اسی لئے کسی اور اعضا کی نسبت یہ چوٹ کیلئے زیادہ حساس ہوتی ہیں ان کا خاص خیال رکھیے' دن میں کئی مرتبہ ان کو صاف اور ٹھنڈے پانی سے دھوئیں۔

"حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا" "تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے"

۵۔ دانتوں کی صفائی صرف برش کرنے اور کلی کرنے تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اگر آپ اپنے دانتوں کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں اور معدے کی بیماریوں سے دور رہنا چاہتے ہیں۔ تو باقاعدگی سے دانتوں کے درمیان خلا کو چھوٹی سی لکڑی یا تیلی سے احتیاط سے صاف کیجئے۔

"حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا مسواک منہ کو صاف رکھتی ہے۔ اور صفائی کے اس عمل سے اللہ پاک خوش ہوتا ہے"

کچھ بنیادی اصول

۱۔ آپ اپنی زندگی میں جو چاہیں وہ پا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ آپ تیار ہیں اس کی قیمت چکانے پر اس لئے ہمیشہ اپنی سوچ کو بلند رکھیں اور اپنے آپ کو کم پر۔

"مانگو تمہیں ملے گا' مانگو اور تمہیں ملے گا"

۲۔ آپ اپنی زندگی میں کچھ بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر آپ اس کیلئے بھرپور محنت کرتے ہیں لیکن یاد رکھیے سب کچھ نہیں ہر چیز کی کوئی نہ کوئی قیمت ہوتی ہے۔ یہ بات سمجھیں اور اس حقیقت کے ساتھ زندگی گزاریں کچھ حاصل کرنے کیلئے اس کی کوشش کرنے سے پہلے یہ ضرور دیکھیں کہ آپ اس کی کیا قیمت چکا رہے ہیں۔

"کیا ہر شخص جو آرزو کرے اسے میسر ہے" (النجم)

۳۔ چاہے آپ کی زندگی کتنی ہی بے ترتیب کیوں نہ ہو آپ ہمیشہ ایک نیا اور روشن آغاز کر سکتے ہیں۔

"کہہ دو کہ اے میرے بندوں! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ بالیقین اللہ پاک سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے" (الزمر)

۴۔ ہم سب لامحدود صلاحیتوں کے مالک ہیں ایک عام آدمی اپنے دماغ کا 6.8 فیصد استعمال کرتا ہے جبکہ ایک کامیاب شخص صرف 8.12 فیصد کام میں لاتا ہے آپ کتنا استعمال کرتے ہیں۔ اپنے بارے میں سوچنے پر وقت صرف کریں اپنی صلاحیتوں کو جانیں' اپنی خوبیاں اپنی توانائیاں' اور اپنی حدود سب کچھ!

"عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق (عالم) میں بھی دکھائیں گے۔ اور خود ان کی اپنی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ حق بھی یہی ہے۔ کیا آپ کے رب کا ہر چیز سے (واقف) آگاہ ہونا کافی نہیں" (حم السجدہ)

۵۔ کبھی اپنی صلاحیتوں پر شک نہ کریں آپ اپنی سوچ سے بھی زیادہ طاقتور ہیں۔ آپ میں اپنے آپ کو بدلنے کی لامحدود صلاحیت پنہاں ہے۔ ہر وہ کام کریں جو آپ کو چیلنج کرے۔ "ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے" (الانعام)

نئی زندگی کا آغاز کیجئے

ہماری سوچنے اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت ہمیں دوسری مخلوقات سے ممتاز کرتی ہے۔ ہم برائی کی بجائے اچھائی اور غلط کی بجائے سچ کا انتخاب کر سکتے ہیں۔

"تمام جانداروں سے بدتر اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو کفر کریں پھر وہ ایمان نہ لائیں" (الانفال)

ہماری زندگی ہمارے اپنے ہی فیصلوں کا نتیجہ ہے آج آپ جو کچھ بھی ہیں یہ آپ کے اپنے ہی پہلے کیے گئے فیصلوں کا ثمر ہے۔ اس کا الزام یا سہرا کسی دوسرے کے سر نہیں جاتا۔

"تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے اور وہ بہت سی باتوں سے درگزر فرما لیتا ہے" (الشوریٰ)

بطور بالغ العقل (ذی شعور) ہونے کے ہمارے فیصلے لامحدود ہیں حتیٰ کہ بدترین حالات میں بھی ہم کئی فیصلے کر سکتے ہیں۔

یاد رکھیں آزادی کا مطلب آزاد فیصلہ ہے۔ لہٰذا اپنے لئے عقلمندانہ فیصلہ کریں۔

"کہہ دیجئے! کہ ہمارے کئے ہوئے گناہوں کی بابت تم سے کوئی سوال نہ کیا جائے گا نہ تمہارے اعمال کی بازپرس ہم سے کی جائے گی" (سبا)

زندگی کے اس سفر میں آپ اکیلے ہیں اکیلے ہی آپ اس دنیا میں آئے اور یہاں سے اکیلے ہی جائیں گے۔

"پس جبکہ کان بہرے کر دینے والی (قیامت) آجائے گی۔ اس دن آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا"

خود احتسابی بہترین چیز ہے۔ اپنا احتساب کرنا سیکھئے

"کہہ دیجئے! کہ مجھے تو اپنے رب کی نافرمانی کرتے ہوئے بڑے دن کے عذاب کا خوف لگتا ہے" (الزمر)

قوانین قدرت کے برعکس کام کر کے ہم کبھی خوش نہیں رہ سکتے۔ قوانین قدرت اٹل ہیں ان سے سر ٹکرا کے ہم اپنے سر تو توڑ سکتے ہیں۔ لیکن انہیں موڑ نہیں سکتے۔ انہیں جان لینے اور مان لینے ہی میں ہماری بقا ہے۔

"آپ ﷺ کے رب کا کلام سچائی اور انصاف کے اعتبار سے کامل ہے' اس کے کلام کا کوئی بدلنے والا نہیں اور وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے" (الانعام)

اپنی زندگی کو سچائی' خوشی' اور سکون کے ساتھ گزارنے کا فیصلہ آپ پر منحصر ہے۔ اسی کا فیصلہ کریں اور پھر اس پر فخر محسوس کریں۔

"آپ ﷺ کہہ دیجئے! کہ مجھے ان کی عبادت سے روک دیا گیا ہے جنہیں تم اللہ کے سوا پکار رہے ہو اس بنا پر کہ میرے پاس میرے رب کی دلیلیں پہنچ چکی ہیں مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں تمام جہانوں کے پروردگار کا تابع فرمان ہو جاؤں" (المومن)

عبدالجبار صبا اپنی ماں سے جڑی یادوں اور محبت اور پیار میں گوندھے اس سچے رشتے کی باتیں کرتے ہیں۔

پتر! سوہنے رب کا سوہنا بندہ بننا

حضرت موسیٰ نے ایک دن اپنے رب سے پوچھا "اے میرے پیارے اللہ یہ بتا کہ جنت میں میرا ساتھی کون ہوگا؟" اللہ نے کہا کہ "موسیٰ فلاں جگہ ایک قصاب رہتا ہے، جنت میں وہ تمہارا ساتھی ہوگا" حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس آدمی کو دیکھنا چاہئے جو جنت میں میرا ساتھی ہوگا۔ آخر اس میں ایسی کیا خاص بات ہے جو اللہ کو اس قدر پسند آ گئی کہ اللہ نے اس کو جنت میں میرا ساتھی بنا دیا۔ سو یہ سوچ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام اس قصاب کے پاس پہنچ گئے اور قصاب سے کہا کہ "اے اللہ کے بندے آج میں تیرا مہمان ہوں" قصاب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھا اور کہا اچھا ابھی میری دکان کا وقت ہے، تو میرے پاس بیٹھ جا۔ وہ قصاب یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ خیر حضرت موسیٰ علیہ السلام اس شخص (قصاب) کی دکان پر بیٹھ گئے۔ آپؑ نے دیکھا کہ اس قصاب میں کوئی خاص بات نہیں۔ بلکہ اسکی اپنے گاہکوں سے لین دین اور بات کرنے کا انداز بھی ٹھیک نہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سوچتے رہے کہ اللہ کو اس کی کون سی ادا پسند آئی کہ جنت میں اللہ تعالیٰ نے اس کو میرا ساتھی بنا دیا؟ شام ہوئی قصاب نے دوکان بند کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ساتھ لیا اور گھر کی طرف چل پڑا۔ گھر پہنچ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس نے بٹھایا اور گوشت پکایا اور کھانے کے دوسرے لوازمات تیار کئے۔ جب کھانا تیار ہو گیا تو اس قصاب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ابھی آپ کو کھانے کیلئے تھوڑا انتظار کرنا پڑے گا، کیونکہ اس پر سب سے پہلا حق میری ماں کا ہے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ اس قصاب کی ماں بہت بوڑھی تھی اس کے منہ میں دانت نہ تھے۔ تو وہ قصاب پہلے اپنے منہ میں گوشت کا ٹکڑا رکھتا اس کو اچھی طرح چباتا پھر اپنی ماں کے منہ میں ڈالتا۔ وہ اسی طرح کرتا رہا اور ہر نوالے پر اس کی ماں اس کو دعائیں دیتی رہی۔ بالآخر اسکی ماں کا پیٹ بھر گیا۔ اسکے بعد وہ قصاب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا کہ اب ہم کھانا کھائیں گے۔ تب اس قصاب نے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مل کر کھانا کھایا۔

رات کے پچھلے پہر حضرت موسیٰ علیہ السلام تہجد کیلئے اٹھے تو آپ نے دیکھا کہ کسی کے رونے کی آواز آ رہی ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غور کیا تو یہ اسی بوڑھی عورت جو قصاب کی ماں تھی اس کی آواز تھی۔ وہ سجدے میں پڑی زار و قطار رو رہی تھی اور اللہ سے دعا مانگ رہی تھی۔ "اے میرے سوہنے رب سارے جہاں کے رب! میں اپنے بیٹے سے بہت خوش ہوں۔ اس نے آج تک مجھے کوئی تکلیف نہیں دی۔ اے میرے سوہنے رب! میں اس سے بہت خوش ہوں اور اس کو جنت میں حضرت موسیٰ کا ساتھی بنانا۔ اے میرے سوہنے رب! میرے بچے کی برائیاں نہ دیکھنا، اس کے گناہ نہ دیکھنا، بلکہ میرے سفید بالوں کو دیکھنا۔ اس کو حضرت موسیٰ کا ساتھی بنانا"

ماں کی ہستی تو ہوتی ہی رحمت اور محبت سے بنی۔ ہر دم اپنی اولاد پر محبت نچھاور کرتی رہتی ہے اور جب بھی میں اپنی ماں کے بارے میں سوچتا ہوں تو سارے بدن میں ایک عجیب طرح کا احساس اور مٹھاس کا امتزاج جنم لیتا ہے۔ یہ وہ خیالات ہیں جو صرف محسوس کی جا سکتے ہیں۔

شدید سردی میں جب پرندے بھی اپنے گھونسلے میں رہنے کو ترجیح دیتے ہیں اور رات کے پچھلے پہر جب آپ کا من گرم لحاف کو چھوڑنے پہ آمادہ نہ ہو۔ ایسے میں میری ماں دھیرے سے اٹھتی ہیں کہ میرے بچے ڈسٹرب نہ ہوں اور گیزر کا سوئچ آن کرتی ہیں تاکہ جب میرے بچے اٹھیں تو ان کو وضو کرنے کو گرم پانی میسر ہوں اور خود سردی کے احساس کو جانے بغیر ٹھنڈے پانی سے وضو

یاد رکھنا تمہارے سوچنے اور تمہارے درمیان ماں کا سفید دامن ہے

کرتی ہیں۔ ایسا ٹھنڈا پانی جو غلطی سے ہمارے ہاتھ پر بھی پڑ جائے تو ہم زمین آسمان ایک کر دیتے اور میری ماں بہت اطمینان اور صبر سے وضو کرتی ہیں اور اللہ کے حضور کھڑی ہو جاتی ہیں۔ نہ نجانے کب تک اپنے پیارے رب کو خوش کرتی ہیں اور جب سوہنا رب میری ماں کو سب کچھ دینے پر آمادہ ہوتا ہے۔ تو میرے ماں مانگتی کیا ہے؟ اپنے رب سے...... ایک ایک بچے کا نام لے کر زندگی' کامیابی' اور شیطان کے شر سے محفوظ ہونے کی تمنا...... سوہنا رب یہ ساری چیزیں ہنس کر میری ماں کی جھولی میں ڈال دیتا ہے۔ میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ ہم بہن بھائی کبھی اپنی کامیابیوں پر مان نہیں کر سکتے۔ بھلا جن کی بہت پیاری ماں ہو...... ماں بھی ایسی جس نے صرف اپنے بچوں کی کامیابی کی دعا کی ہو۔ بات صرف دعا تک نہ چھوڑی ہو، بلکہ اپنے سوہنے رب کو ان کی کامیابیوں کیلئے موٹی ویٹ کرنا بھی جانتی ہو۔ وہ بچے بھلا اپنی کامیابیوں پر مان کب کر سکتے ہیں۔ ہاں وہ مان کر سکتے ہیں، اللہ کی اس رحمت پر جو اللہ نے ان کیلئے ہر وقت ان کے گھر رکھی ہوئی۔ میری امی جان کو ایک دفعہ ہلکا سا بخار ہوا۔ ڈاکٹر سے رابطہ کیا گیا تو ڈاکٹر نے ہلکی سی دوائی دے دی۔ اس میں دو گولیاں تھی۔ ایک کا رنگ سفید تھا اور دوسری کا گلابی، تو میری امی نے وہ دوائی کھائی تو ان کا بخار جاتا رہا اور انہوں نے جانا کہ یہ بہت مفید دوائی ہے یہ پندرہ سال پرانی بات ہے۔ پھر جب بھی کبھی گھر میں کسی کو بخار ہو، نزلہ زکام ہو، یا پیٹ میں درد امی نے وہ دوا ہی دینی۔

ایک دن میرے کان میں درد ہوا تو امی نے کہا کہ وہ سفید اور گلابی گولی کھاؤ۔ تو میں نے Heisitate کیا اور کہا کہ میں نہیں کھاؤں گا۔ مگر امی نے زور دے کر کہا کہ کھاؤ اور ساتھ کہنے لگی کہ بیٹا ماں زہر بھی دے تو اس یقین کے ساتھ کھانے چاہئے کہ یہ فائدہ دے گا نقصان نہیں۔

میری امی کہتی ہیں کہ بیٹا تم نے سنا ہوگا کہ لڑکیوں کی عزت بہت قیمتی ہے۔ یہ بات ٹھیک ہے۔ مگر چندا یاد رکھنا لڑکوں کی عزت ان سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ تم لوگ گھر سے باہر وقت گزارتے ہو اور تمہارے ایک نظر تمہاری عزت اور ماں کے مان کو پاؤں کے نیچے کچل سکتی ہے لہٰذا کبھی ماں کے مان کو اپنی عزت کو نیچے مت گرنے دینا۔ اپنی اور اپنی نظروں کی حفاظت کرنا اور اپنی زندگی میں کبھی وہ لمحہ مت آنے دینا جب تم مجھ سے نظریں نہ ملا پاؤ۔

ایک دن میری امی نے بہت پیار سے مجھے اپنے پاس بٹھایا اور بہت پیار سے سمجھایا، بیٹا زندگی میں کبھی پیسے کو اہمیت نہ دینا۔ ہمیشہ عزت اور انا سے جینا۔ پیسہ تو لوگوں کے پاس بہت ہوتا ہے مگر عزت بہت کم لوگوں کے نصیب میں آتی ہے۔ جب کبھی من میں بہت بڑی خواہش جنم بھی لے تو خود سے پیسے کے پیچھے مت بھاگنا بلکہ بہت سلیقے سے، بہت احترام سے اپنی خواہش سوہنے رب کے حضور پیش کر دینا۔ وہاں سے منظوری ہوئی تو بھی اور نہ ہوئی تو بھی اپنے من میں کبھی گلہ مت لانا اور دوبارہ اس خواہش کو من میں جنم مت لینے دینا۔ کیونکہ سوہنے رب کو پتہ ہے کہ یہ چیز میرے بچے کیلئے ٹھیک نہیں۔ سو بڑی خوشی سے اور بڑے اطمینان سے اپنی ساری بات کہہ کر اپنے سوہنے رب سے تو انتظار کرنا۔ مگر پتر ایک بات یاد رکھنا سوہنے رب سے کوئی چیز لینے کیلئے میرے پتر سوہنے رب کا سوہنا بندہ بننا پڑتا ہے۔ پھر ہی تو وہ بندہ بڑے مان سے اللہ سے خواہش کرتا ہے اور میں نے دل میں سوچا ماں جی آپ جو ہیں ہمارے لئے اپنے سوہنے رب سے مانگنے کیلئے ہمیشہ سے ہوا بھی یہی ہے۔ میں نے جس چیز کی خواہش کی اور میں نے دھیرے سے اپنی ماں کے کان میں کہا وہ فٹ سے پوری ہو گئی۔ ایک دن میں نے سفید رنگ کی شوار قمیص پہنی تو اس پر ہلکا سا سیاہی کا نشان لگا تھا۔ میری امی نے کہا کہ اس کو فوراً بدلو، اچھا نہیں لگ رہا۔ جب میں دوسرے کپڑے بدل کر آیا تو میری امی نے کہا۔ دیکھو بیٹا یہ چھوٹا سا داغ مجھے اچھا نہیں لگا۔ اسی طرح اگر تمہارے کردار پر لگا تھوڑا سا دھبہ، اللہ کو نظر آ گیا تو پھر...... اپنے کردار کی حفاظت کرنا، مجھے کبھی اپنے سوہنے رب کے سامنے رسوا مت کرنا۔ دیکھ بیٹا کردار بھلا کیا ہوتا ہے۔ لوگ تو بہت کچھ بہت کہتے ہونگے مگر یاد رکھنا جو کچھ سوچتے ہو یہ تمہارا کردار ہے اور آج کے بعد کیا سوچو گے؟ مگر یاد رکھنا تمہارے سوچنے اور تمہارے درمیان ماں کا سفید دامن ہے۔

میری ماں میں خون کی بجائے شاید محبت دوڑتی ہے۔ جب کبھی شرارت کرتے ان کا غصہ آتا تو وہ غصے میں مارتے ہوئے بھی اس بات کا خیال رکھتی کہ کہیں میرے بیٹے کو چوٹ نہ لگ جائے۔ میں سوچتا ہوں کہ اگر کہیں رب کے کسی نمائندے کو انسان کے روپ میں آنا ہو تو وہ میری ماں جیسا ہوگا۔ بہت محبت کرنے والا بہت خیال رکھنے والا۔

امی۔ اللہ آپ کا سایہ ہمیشہ ہم پر قائم و دائم رکھے۔ (آمین)

یاد رکھنا لڑکوں کی عزت لڑکیوں سے بھی زیادہ قیمتی ہوتی ہے

بیٹا! پیسے سے عزت نہیں ملتی

نارنگ منڈی میں انعاموں سے لدا کہانی گھر

اہتمام و رپورٹ: صائمہ صدیق۔ کمپیئرنگ: کنول زیدی
خصوصی تعاون: پرنسپل C.P.S نارنگ

کہانی گھر کی تقریب کرائسٹ پبلک ماڈل سکول میں منعقد ہوئی۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ جس کی سعادت ثمینہ کرامت نے حاصل کی۔ اس موقع پر بہت سارے بچوں کے علاوہ ان کے والدین نے بھی شرکت کی۔ ہر کلاس سے اول، دوم، سوم آنے والے بچوں کو کہانی گھر نارنگ اور ادارہ پھول کی طرف سے خوبصورت انعامات دیے گئے۔ رزلٹ ڈے کے موقع پر بچوں نے اپنے والدین کے سامنے کھٹی میٹھی کہانیاں سنائی اور خوب داد وصول کرتے۔ آشر امانت نے نئی موٹر، سونیا ظہور نے نقلی چور، عائشہ شاہد نے اصلی جیت، خالدہ لطیف نے روحانی نقش اور مہوش نے ایک ٹانگ کا بادشاہ کہانیاں سنائیں۔ صائمہ صدیق نے کہانی گھر کے اغراض و مقاصد پیش کئے اور پھر بچوں کو گیندوں کا جلسہ کہانی سنائی۔ کاشف اور دانش نے نظم ہماری گڑیا ترنم کے ساتھ پیش کی۔ پرنسپل C.P.S رضیہ منیر نے پھول اور اس کے مقررہ کردہ یونٹ کے کاموں کی تعریف کی اور کہا کہ پھول واقعی بچوں کے اندر مردہ صلاحیتوں کو نکھارنے کا باعث بنا ہے اور بچوں میں تعمیری کام کر رہا ہے۔ چیئرمین C.P.S نے بھی بچوں کو شیخ چلی کی کہانی سنائی اور بچوں کے دل جیت لئے۔ منیر شاہد نے پھول کے حوالے سے کہا اس شہر میں بچوں کے لئے پاکیزہ صحت مند صاف ستھری و معیاری تفریح مہیا کرنے میں پھول کا کوئی ثانی نہیں۔

فیصل آباد میں کہانی گھر

رپورٹ: عرفان احمد کاہلوں۔ اہتمام: نعمان اقبال۔ کمپیئرنگ: عابد علی

کہانی گھر کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ جس کی سعادت حافظ ذیشان عطاری نے حاصل کی۔ نعت رسول مقبول ﷺ کی سعادت محمد بلال نے حاصل کی۔ کہانی گھر کا موضوع ''حضرت عمرؓ'' تھا۔ سب سے پہلے سبحان علی پاشا نے حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا واقعہ بیان کیا۔ اس کے بعد ذیشان اقبال نے حضرت عمرؓ کی حیات طیبہ سے دو واقعات سنائے۔ سب پھول ساتھیوں نے بڑی توجہ سے سنے۔ اعجاز احمد نے پھول سے کہانی ''چالس اور چوالس'' سنائی۔ پھر عابد علی جو کہ کمپیئرنگ بھی کر رہے تھے نے ''پھول اور زندگی'' سنائی۔ سیکرٹری پھول کہانی گھر نعمان اقبال نے ''او مائی گاڈ'' عمران علی نے ''ضامن'' اور محمد ہارون نے ''سائبان سنائی''۔ صدر پھول کہانی گھر عرفان احمد کاہلوں نے بیڈ ٹائم سٹوری ''آپا گمو'' سنائی اور کہانی گھر کے اغراض و مقاصد بیان کئے۔ سابقہ صدر پھول کہانی گھر ننکانہ صاحب ماجد حسین عاجز نے خصوصی طور پر شرکت کی۔ انہوں نے بتایا کہ پھول واحد میگزین ہے جو بچوں کو تعلیم، تفریح اور تربیت ایک ساتھ فراہم کرتا ہے۔ نعمان کے دادا جان ذرا لیٹ آئے۔ انہوں نے قیام پاکستان کے دوران پیش آنے والے واقعات سنائے۔ انہوں نے بتایا کہ انہوں نے دو سکھوں کو اپنے ہاتھوں سے واصل جہنم کیا۔ اس کے بعد نئے آنے والے ساتھیوں کو پھول کے شمارے پیش کئے گئے اور آخر پر دعائے خیر کی گئی اور تمام مہمانوں کی تواضع چائے اور کیک سے کی گئی۔

قائد پر مظفر گڑھ میں کہانی گھر

رپورٹ و اہتمام: سحرش ناز۔ کمپیئرنگ: سمیرا کنول
خصوصی تعاون: پرنسپل شاہدہ، پاکستان پبلک سکول مظفر گڑھ

مظفر گڑھ میں کہانی گھر کا پروگرام پاکستان پبلک سکول مظفر گڑھ کے خوبصورت ہال میں منعقد ہوا۔ اس کا نام یوم قائد کہانی گھر رکھا گیا۔ جس میں 165 بچوں اور ان کے والدین نے شرکت کی۔ اس کے علاوہ پھول کلب کے ممبرز نے بھی شرکت کی۔ جبکہ مہمان خصوصی پرنسپل شاہدہ تھیں۔ کہانی گھر کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ جس کی سعادت عمیر خان نے حاصل کی۔ نعت رسول مقبولؐ ماورہ ایمن نے پڑھی۔ ثنا ظفر ایوب نے ایک کان والا ہرن کہانی سنائی۔ اقرا نے سات بونے، ماورہ ایمن نے پاکستان کی آزادی، احسن نوید نے سندباد، حمزہ احمد نے علم کی دولت، فریحہ یاسمین نے ہم سب ایک ہیں کہانی سنائی۔ اس کے علاوہ اور کئی بچوں نے کہانیاں سنائیں۔ سحرش ناز نے بیڈ ٹائم سٹوری ابا اور کہانی بچ میں برکت ہے سنائی نیز کہانی گھر کے اغراض و مقاصد بیان کئے۔ ایک ننھی سی بچی ثناء نے اقبال نظم سنائی اور خوب داد وصول کی۔ زرک اویس اور عمیر خان نے حاضرین کو لطیفوں سے لطف اندوز کیا۔ بہت سے بچوں نے ملی نغمے پیش کئے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ سعدیہ فاطمہ، ماورہ ایمن، حرا فاطمہ، نسرین فیاض، گل خان، علی بلوچ، خالد بلوچ، مسعود خان، عاقل لغاری، احمر رسول، آصف خان ہیں۔ ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ پرنسپل شاہدہ نے بچوں کی کاوشوں کو سراہا اور پھول کہانی گھر کی صدر کو شاباش دی۔

نارووال کے کہانی گھر میں مالٹے کھانے کا مقابلہ

رپورٹ: سعدیہ نورین۔ اہتمام: نعیمہ نورین، ورنجر پارک
کمپیئرنگ: زرینہ حق نواز

تلاوت کلام پاک عائشہ نورین اور نعت رسول مقبولؐ پڑھنے کی سعادت سعدیہ نورین نے حاصل کی۔ سب سے پہلے نعیمہ نورین نے اپنی کہانی ''ہم کسی سے کم نہیں'' سنائی۔ سعدیہ نورین نے ''پھول'' رسالے سے کہانی بوجھ سنائی۔ فوج کی وردی میں ملبوس محمد سلیم اختر نے ترانہ ''پاک فوج تو زندہ باد'' سنایا۔ محمد ظفر اقبال نے نظم ''کشمیر بنے گا پاکستان'' سنائی اور حاضرین سے خوب داد وصول کی۔ پھر بچوں میں مالٹے کھانے کا مقابلہ ہوا جس میں اول اسد علی، دوم ہشام احمد اور سوم سلیم اختر آئے۔ آنٹی عابدہ نے بچوں کو آنحضرت محمدؐ کی زندگی کے چند اہم واقعات بتائے۔ صالحہ نے اپنی توتلی زبان میں نظم ''رو لے منے رو لے'' سنائی۔ مہمان خصوصی صوبیدار انکل سردار نے اپنی زندگی کے (جب وہ آرمی میں تھے) کے کچھ واقعات سنائے۔ جسے سب نے بہت مزے سے سنا۔ آخر میں سب بچوں نے فوجی بھائیوں سے عہد کیا کہ اگر خدانخواستہ وطن عزیز پر کوئی مشکل وقت آپڑا تو وہ ہمیں اپنے شانہ بشانہ پائیں گے۔

مصطفیٰ آباد میں سیرت النبیؐ پر کہانی گھر

کہانی گھر کا موضوع ''سیرت النبی ﷺ'' تھا۔ حافظ احسن نے تلاوت کی اور بعد میں ترجمہ بھی پیش کیا۔ ناصر حسین سندھو نے سیرت النبیؐ پر بہت سی سچی کہانیاں سنائیں۔ جنرل سیکرٹری تنویر نے حضور ﷺ کی سیرت پر روشنی ڈالی اور بعد میں صدر صاحب نے حضرت محمد ﷺ کے بارے میں سوالات کئے۔ حافظ احسن نے ام المومنین حضرت خدیجہؓ کی وہ خدمت جو حضورؐ کے لئے تھی وہ بھی سنائی۔ جس کو سن کر ہماری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ بعد میں یاسر علی، شہزاد ساگر، قمر اقبال، رضوان شاکر اور افضال اقبال نے چھوٹی چھوٹی کہانیاں سنائیں۔

چاند رات کو مہندی لگاتے ہوئے کہانی گھر

رپورٹ: عرفان احمد کاہلوں۔ اہتمام: نعمان اقبال۔ کمپیئرنگ: عدنان اشرف

کہانی گھر کا یہ پروگرام صدر پھول کہانی گھر (علامہ اقبال کالونی) عرفان احمد کاہلوں کے گھر پر ترتیب دیا گیا۔ کہانی گھر کے اس پروگرام میں بچوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ محلے میں یہ اعلان کر دیا گیا تھا کہ چاند رات کو بچوں کے لئے فری مہندی لگانے کا انتظام کیا گیا ہے۔ چنانچہ کے نظر آتے ہی بچوں کی کثیر تعداد کہانی گھر کے آفس کے باہر جمع ہو گئی۔ کمپیئرنگ کے لئے نعمان اقبال تھے۔ تلاوت قرآن پاک کے لئے محمد ذیشان عطاری آئے۔ حضور پرنور حضرت محمد ﷺ کے حضور نذرانہ عقیدت بلال احمد کاہلوں نے پیش کیا۔ کہانیوں کا سلسلہ شروع ہونے ہی والا تھا کہ بچوں نے یہ شور مچایا کہ ساتھ ساتھ کہانیاں سنائی جائیں اور مہندی لگائی جائے۔ مہندی لگائی شروع کی تو ساتھ ہی پہلی کہانی سبحان علی نے ''مہندی اور عید'' سنائی۔ عدنان اشرف نے پھول کے شمارے سے ''Happy عید'' سنائی۔ عابد علی جو کہ بہت رنگین رہتے ہیں انہوں نے ''چاند رات کا مزہ'' سنائی۔ مہندی لگانے کا کام عرفان احمد کاہلوں اور ذیشان بھائی نے سنبھالا ہوا تھا۔ بیڈ ٹائم سٹوری ''ابا'' نعمان بھائی نے سنائی۔ عرفان اکرم عرف پٹھان بھائی نے ''سایان'' آصف گل نے ''مزیدار برتھ ڈے پارٹی'' سنائی۔ محمد سرور نے بچوں کو مزاحیہ اشعار سنائے۔ نعیم شہزاد، حیدر علی، رضوان، محمد زاہد، محسن عرف نیان، جہانزیب اقبال نے پروگرام میں شرکت کی۔ یہ پروگرام 4 گھنٹے جاری رہا۔ بچوں کی تواضع چائے اور مٹھائی سے کی گئی۔

ننکانہ صاحب میں لوک کہانیوں پر کہانی گھر

رپورٹ و اہتمام: محمد اکمل حرا۔ کمپیئرنگ: عدیل احمد۔
تعاون: شریف بک ڈپو بیری چوک

کہانی گھر کا یہ پروگرام صدر پھول کہانی گھر محمد اکمل حرا کی رہائش گاہ پر منعقد ہوا۔ جس کی صدارت میاں سلیم ارشد نے کی۔ پروگرام کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی لاریب کتاب سے ہوئی جس کی سعادت ملک ندیم رفیق نے حاصل کی۔ پھر بارگاہ رسالت میں پھول نچھاور کرنے کی سعادت آصف نوید نے حاصل کی۔ سب سے پہلے سرجیت سنگھ نے مادری زبان میں (میں آکھاں وارث شاہ نوں) سنائی اور خوب داد وصول کی ڈاکٹر افکار رضا ڈوگر نے (میں نے زندگی سے کیا سیکھا) شہباز حیدر مغل نے (ٹیپو سلطان)، عمر فاروق کمبوہ نے پروفیسر خالد پرویز کی (اک پیار بھری غلطی) سنائی۔ ارشاد حیدر مغل اور امداد علی نے بابا فرید اور بابا بلھے شاہ کی شاعری سنائی۔ تایا جان نے ہجرت پاکستان کا آنکھوں دیکھا حال سنایا۔ صدر پھول کہانی گھر محمد اکمل حرا نے (شہید زندہ ہیں) سنائی اور خوب داد وصول کی۔ داؤد مقبول عادل ناز سندھو اور شعیب جاوید اور بچوں نے ملی نغمہ سنایا۔ اول دوم سوم آنے والے پھول ساتھیوں کو شریف بک ڈپو کی طرف سے انعامات میاں سلیم ارشد نے دیئے۔

بھیکی میں اکیڈمی کہانی گھر

رپورٹ: جمیل احمد کوکب اہتمام: ذوالفقار علی ندیم کمپیئرنگ: امجد حسین رضوی۔ شرکا: محمد اکرام قمر، محمد فرحان، جمیل احمد کوکب، امجد حسین رضوی، عابد، انیق احمد، محمد عمران ملک، ذوالفقار علی ندیم، ماسٹر شوکت علی شاہین (ایم اے انگلش)، محمد فاروق نیازی، کامران جاوید، کاشف، نعیم افضل، عبدالرحمن، عرفان ملک شیر، یٰسین، عمر، احمد حسن، عثمان، رانا محمد عامر خاں۔ تعاون: مشتاق میڈیکل سٹور ننکانہ موڑ بھیکی

کہانی گھر کا اہتمام ذوالفقار علی ندیم نے اپنی نئی نویلی اکیڈمی میں کیا۔ اس دفعہ بچوں اور بڑوں نے وقت کی پابندی کو ملحوظ خاطر رکھا۔ تلاوت کلام پاک رانا محمد عامر خان نے کی۔ محمد عمران ملک خوبصورت آواز میں نعت پڑھ کے خوب داد وصول کی۔ جمیل احمد کوکب نے اپنی دلکش آواز سے لوگوں کی روحوں کو تازگی بخشی کامران ملک نے ڈراؤنی سٹوری ''زندہ لاش'' سنائی۔ محمد فاروق نیازی نے اچھے اچھے اقوال سنائے۔ اس کے بعد لطائف کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ باری باری ان بچوں نے لطائف سنائے۔ انیق احمد، فرحان سردار اور جمیل احمد کوکب نے مل کر ملی نغمہ گایا۔ پھر ذوالفقار علی ندیم نے ''سیرۃ النبیؐ'' پر تقریر کی، مہمان خصوصی شوکت علی شاہین نے انگلش زبان کے متعلق بتایا۔ اس کے کچھ قواعد و قوانین بتائے اور اختتامی دعا کروائی۔ اس کے بعد طعام کا سلسلہ شروع ہوا۔

We Believe in Values

انعامی خط 1

تقریباً ایک سال [illegible] آیا جب [illegible] گھر میں پھول [illegible] باقاعدگی کے ساتھ [illegible] تقریباً چار پانچ ماہ کو [illegible] بھی [illegible] ہیں کہ میں [illegible] باقاعدگی سے [illegible] رہی ہوں۔ حیرت [illegible] اس [illegible] ہوئی جب میں [illegible] اپنے دو بھائیوں [illegible] ساتھ ابو جان کو بھی بڑے اہتمام [illegible] ساتھ پھول ہر ماہ پڑھتے دیکھا اور اب مہینے کی 28 تاریخ سے پھول کا انتظار [illegible] شروع ہو جاتا ہے۔ دونوں بھائیوں کی بے چینیاں تو دیکھنے سے [illegible] اور پھر پھول کے ملتے ہی پھول کی طرح کھل اٹھتے ہیں۔ تجسس جو [illegible] فطرت کا خاصہ ہے انسان کو کہاں سے کہاں لے جاتا ہے اور اگر [illegible] کے ہاتھوں مجبور تلاش حق و صداقت پر مبنی ہو تو انسانوں کو بلندیوں [illegible] روشناس کرا دیتی ہے ورنہ [illegible] انسان کا مقدر بن جاتے ہیں اور [illegible] تجسس کی [illegible] کیلئے جب پھول پڑھنا شروع کیا تو [illegible] اس کی گرویدہ [illegible] ہوتی [illegible]۔ سب سے پہلے ٹائٹل کی باری [illegible] ٹائٹل ہمیشہ کی طرح انفرادیت لئے ہوئے تھا۔ ہر ماہ ٹائٹل پر پیارے پیارے بچے [illegible] انداز میں سوچتی آنکھوں اور مسکراتے چہروں کے ساتھ ہمیں ہماری ذمہ داریوں کا احساس دلاتے ہیں کہ پاکستان ہمارے وطن کو ہمارے [illegible] محفوظ رکھنا اسے دشمنوں سے بچا کر رکھنا اسے خوب ترقی دینا۔ اداریہ اور بیڈ ٹائم سٹوری ہمیشہ پھول کی جان ہوتے ہیں۔

یہ جان کر خوشی ہوئی کہ باباجی سے ملنا کوئی اتنا مشکل کام بھی نہیں

ہماری غفلت اور بے دھیانی کو [illegible] کے ساتھ جگا دیتے ہیں۔ بڑے سے بڑا سچ بھی اپنی تمام تر [illegible] کے ساتھ شہد کی طرح ہوتا ہے۔ اکثر تو ایسا ہوتا ہے کہ زبردستی ہنسنا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ سپورٹس آئی یہ ہے سائنس کی دنیا' قائد کہانی' Back to Quaid اور زندہ کہانی معلومات کا خزینہ ہوتے ہیں۔ اس دفعہ زندہ کہانی نے روح کی گہرائیوں میں ہلچل مچا دی۔ پھول دوستو! آیئے مل کر دعا کریں کہ کاش اللہ جی ہم سب کو اپنے محبوب پاک کی ایسی محبت عطا کر دیں کہ ہماری دنیا و آخرت سنور جائے (آمین) اللہ جی نے حضرت اویس قرنیؓ کو اپنے محبوب پاک کی محبت کا کیا خوب مقام عطا کیا۔ اس بار ایک نیا [illegible] کیا بات ہے پڑھ کر واقعی ہم کہہ اٹھے واہ کیا بات ہے [illegible] بھی اچھا سلسلہ ہے۔ دونوں ہی سلسلے اچھی کتابیں پڑھنے کا شوق پیدا کرتے ہیں۔ اس [illegible] Let's Share اور Cookery کی [illegible] محسوس ہوئی۔ [illegible] ایک دانا بینا اور توانا [illegible] بھی یہ انداز [illegible] نہیں کر سکے [illegible] ہے آپ بیتی ہے یا داستان [illegible] رپورٹ [illegible] اچھی لگی ایک تو باباجی کی خوبصورت باتیں پڑھنے کو ملیں اور یہ جان کر خوشی ہوئی کہ باباجی سے ملنا کوئی اتنا مشکل کام بھی نہیں بس خواہش اور پھر کوشش کی ضرورت ہوتی ہے۔ فائزہ حسن سیال کو اللہ جی خوش رکھیں کہ ان کی تحریریں ہر بار سوچنے کا ایک نیا انداز دیتی ہیں اور یقیناً پڑھنے والا خود کو تنقید برائے تعمیر کیلئے کھوجنے کی طرف مائل ہوتا ہے اور پھر اس کا حاصل اعتماد اور یقین کے سوا اور کچھ کیا ہو سکتا ہے۔ آپ کون ہیں آج کے انسان کا سب سے بڑا المیہ بے پناہ بے جا خواہشات اور پھر ان کے پیچھے دوڑتے چلے جانا ہے۔ یہ مادیت پرستی پر مبنی خواہشیں انسان کو اپنے حصار میں جکڑ لیتی ہیں اور انسان بے بس ہو کر رہ جاتا ہے۔ جب سے پھول رسالہ پڑھنا شروع کیا ہے ایک اچھی عادت جو میں نے اپنائی باقاعدگی سے [illegible] پڑھنا شروع کر دی ہے۔ سوچا تھا کہ جب خط لکھوں گی تو تعریف و تنقید کا معاملہ ففٹی ففٹی رکھوں گی لیکن نہ تو بلاوجہ تنقید کی جا سکتی ہے اور نہ ہی تعریف [illegible] سے پھول پڑھنا شروع کیا ہے ایسے لگتا ہے جیسے کوئی مہربان شاہراہ حیات کے ہر نئے موڑ پر [illegible] بورڈ لگا جاتا ہے جس سے اناڑی مسافر کے بھٹکنے کے امکانات بہت کم رہ جاتے ہیں ایک اور مشورہ یہ ہے کہ رسالے [illegible] عمل اور [illegible] توازن برقرار رکھنے کیلئے سبق یا نتیجے کے لحاظ سے کہانیوں کی ایک مستقل Division کر لی جائے اور ہر بار رسالے میں ان موضوعات پر کہانیاں ضرور شامل ہوں گی مثلاً دو کہانیاں خالق و مخلوق کے تعلق کے [illegible] رنگ پر مشتمل ہوں۔ دو کہانیاں سماجی و معاشرتی مسائل پر مبنی موضوعات سے متعلق ہوں ایک کہانی دنیا میں جہاں کہیں مسلمانوں پر مظالم ہو رہے ہیں ان سے متعلق ہو ایک کہانی مزاحیہ لیکن سبق آموز طرز کی ہو [illegible] کہانیاں ہلکے پھلکے انداز و موضوعات پر مبنی عام فہم ہوں [illegible] ضرورت [illegible] کمی بیشی بھی کی جا سکتی ہے لیکن اس طرح سے فائدہ یہ ہو گا کہ اس طرح مستقل Division کرنے سے ہر بار یعنی ہر ماہ ہر طرح کے موضوعات پڑھنے کو ملیں گے اور کسی موضوع کی کمی محسوس ہو گی اور نہ ضرورت سے زیادہ شمولیت۔ سعدیہ مجید اوکاڑہ

انعامی خط 2

[illegible] ختم [illegible] کالم ہے جو [illegible] اور رسالہ کھولتے ہی اس کو پہلے پڑھتی ہوں اور پھر "واہ کیا بات ہے" تو اور اس کالم کی تو واقعی [illegible] کیا بات ہے [illegible] اس بارے میں آپ نے بہت ہی اہم موضوع کی طرف اشارہ کیا اور ہمیں یاد کروایا کہ ہر چیز کے نقصانات بھی ہوتے ہیں مگر بھیا غلطی ہماری سوچ کی ہم غلط چیز کی طرف کیوں جاتے ہیں۔ اب کیبل کو ہی لے لیجئے اس پر نیشنل جیوگرافک بھی تو آتا ہے۔ ڈسکوری بھی تو آتا ہے، اس کے دیکھنے سے ہم اپنی معلومات میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ بی بی سی اور سی این این دیکھ کر دنیا کے حالات سے [illegible] ہو سکتے ہیں لیکن ہم وہی کیوں دیکھتے ہیں جس سے منع کیا گیا ہے۔ [illegible] میں ہیں اور کچھ نہیں ہے۔ یہ لاحاصل، حاصل [illegible] اب کوئی [illegible] کہے گا کہ لاحاصل کا "لا" مٹا کر، مگر بھیا [illegible] ہے کہ دعا تقدیر بدل دیتی ہے۔ جس طرح ابھی تھوڑی دیر پہلے اطلاع ملی ہے کہ میرا اسکالرشپ کیلئے [illegible] ہو گیا ہے، جبکہ میں نے اپنا نام بھی نہیں دیا تھا، جہاں تک میرا خیال ہے کہ یہ سب میری ماں کی دعا کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ میری ہر مایوسی [illegible] "اللہ مسبب الاسباب ہے" [illegible] بتایا ہے، وہ زاد سفر بھی [illegible] شاید یہ ان کی دعا کا اثر ہے کہ جہاں مجھے کوئی [illegible] کوئی روشنی نظر نہیں آئی، وہاں میری ماں کی دعا سے اجالا ہو جاتا ہے اور بھیا ایسا تجربہ تو شائد آپ کو بھی اچھی طرح ہو گا۔

"[illegible]" ایک نئی سوچ تھی، ایک لگن تھی ایک امید تھی۔ ویسے اگر اس سے امید کی جائے تو وہ پوری ضرور کرتا ہے، مایوس نہیں لوٹاتا ہے اور اگر ایمان اور یقین مضبوط ہو تو کون [illegible] روک سکتا ہے کہ آپ کی دعا پوری نہ ہو۔ بھیا آپ نے تو یہ سفر کیا ہے نا، اس لئے آپ کو پتہ ہے کہ وہاں کیا سکون ہے اور ہم جیسے ان کا تصور کر کے ہی سکون حاصل کر لیتے ہیں۔ ویسے بھی جس کا نمبر آ جائے اسے کون روک سکتا ہے۔ کاش کہ اللہ جی سب کو توفیق دیں کہ وہ اس کے گھر آئیں، اس کا گھر دیکھیں اور "خوبانیاں پک گئیں" اپنے نام کے لحاظ سے مختلف تھی مگر اس Subject کی کہانیاں کئی مرتبہ پڑھی ہیں۔ خیر جو ہونا ہے اس کو کون روک سکتا ہے، مگر میرے ایک استاد صاحب فرماتے ہیں کہ ہم اپنا راستہ خود بناتے ہیں، یہ قسمت وغیرہ کچھ نہیں ہے۔ تقدیر بھی کوئی نہیں ہے۔ جبکہ میرا خیال یہ ہے کہ یہ سب غلط ہے کیونکہ انسان وہی کچھ کرتا ہے جو اسے عطا کیا جاتا ہے۔ اللہ جی کے پیارے پیغمبر صاحب بھی وہی [illegible] کرتے تھے جس کا انہیں حکم تھا۔ بذات خود انسان، خود تو کچھ بھی نہیں ہے، سب وہی ہے۔ اگر انسان اپنی قسمت خود بنا تا ہوتا تو فریحہ باپ کیا کوشش نہیں کرتا رہا کہ میری بیٹی بچ جائے۔ اگر وہ ایسا کر سکتا تو اپنی بیٹی مرنے ہی کیوں دیتا۔

اب آتے ہیں قائد کہانی اور Back to Quaid کی طرف، بھیا آپ

ہم جیسے ان کا تصور کر کے ہی سکون حاصل کر لیتے ہیں

اقبال کہانی نہیں شروع کر سکتے۔ "یہ ہے سائنس کی دنیا" اسے یہ میں نہیں کہہ رہی بلکہ یہ کالم ہے اور خاصا Informative ہے۔ ہم جیسے بندے جو غیر سائنسی میرا مطلب ہے جن کا اس Field سے کوئی تعلق واسطہ نہیں، ان کی معلومات میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے اور پھر ہم بھی [illegible] کہتے ہیں، ویسے بھیا ہم بھی کیسے تھے مگر B.Com نے دماغ ہی خشک کر دیا۔ کوئی اچھی بات اور سوچ پاس سے گزرتی ہی نہیں ہے، سوائے Business کے اور اب مزید یہ M.Com اللہ خیر کرے ویسے بھی [illegible] اب World Cup کا موسم ہے۔ اگر اتفاق اور اتحاد سے کھیلے تو ضرور جیتیں گے ورنہ۔۔۔ "الف بیتا" تو ہمیشہ سے Grate رہا ہے، اس کے بارے میں کیا کہوں اور بھیا [illegible] لطیفے پڑھ کر کوئی ہنسی کیوں نہیں آتی ہے۔ شائد اس لئے کہ دکھ زیادہ [illegible] ویسے بھیا میرا خیال ہے کہ جب غم زیادہ ہو تا تو انسان کو کچھ اچھا نہیں لگتا۔ ویسے مجھے [illegible] یہ پڑھ کر اس پر عمل کرتے ہوئے میں صرف مسکرائی کیونکہ لطیفے پرانے تھے۔

"طلع البدر علینا" ایک روشنی کا سلسلہ ہے جو تھمنے والا نہیں ہے۔ یہ اس کی روشنی کے متعلق ہے جو دو جہاں کا نور ہے، خدا کا محبوب ہے۔ کل ہمارے سر نے ہمیں Sudden Present کیلئے Topic دیا کہ If you love me love my dog

بے خبری تو بہت بری چیز ہے، اب یہی دیکھیں کہ میں نے ہر کالم اور ہر کہانی ذکر کیا لیکن بیڈ ٹائم تو بھول گئی۔ ویسے بھیا یہ آپ اتنا دل کو چھونے والا کیسے لکھ لیتے ہیں، کوئی خاص قلم ہے آپ کا اور بھیا یہ طریقہ واردات بھی عجیب لگا ہے اس لئے تو بڑے کہتے ہیں کہ اولاد کو "کھلاؤ سونے کا نوالہ پر دیکھو شیر کی آنکھ سے" مگر ثمینہ بی شائد اس کو بھول گئیں، ویسے بھی اللہ جی نے اولاد اور مال کو فتنہ قرار دیا ہے۔

بھیا مجھے کوئی خاص لکھنا نہیں آتا مگر شوق ضرور ہے۔ آپ ہی نے کہا تھا کہ جب تک پیالہ بھرے گا نہیں تو گرے گا کیسے، بھیا میں تو بہت سی کتابیں پڑھتی ہوں مگر میرا پیالہ تو بھرتا ہی نہیں ہے۔

(عارفہ ناہید بہاولپور)

انعامی خط 3

[illegible] پھول سے [illegible] تصویر [illegible] لیکن ان مختصر [illegible] اس کے دفتر کے دفتر بھی ناکافی ہیں اور [illegible] تو یہ ہے کہ خصوصیات کو لفظوں میں سمیٹنا مشکل ہی نہیں تقریباً ناممکن ہے۔ مذاق وہ چیز ہے جسے محسوس تو کیا جا سکتا ہے لیکن الفاظ کے ذریعے ٹھیک ٹھیک بیان نہیں کیا جا سکتا جس طرح گلاب کی خوشبو کو سونگھا تو جا سکتا ہے [illegible] پوری کیفیت کو الفاظ میں ڈھالنا ممکن نہیں۔ اسی طرح ماہنامہ پھول کے مزاج و مذاق کو اس کی تحریروں سے سمجھا تو جا سکتا ہے لیکن ان کی تعبیر ممکن نہیں۔ پھول نے میری زندگی میں انقلاب برپا کیا ہے۔ مجھے اچھے اور برے کے درمیان فرق کرنے کا طریقہ سکھلا دیا ہے۔ ٹائٹل بہت ہی زبردست تھا اور اس پر بیٹھا ہوا بچہ نہ جانے کن سوچوں میں تھا۔ اللہ کرے کوئی اچھی سوچ ہو اپنے وطن پیارے پاکستان کے روشن مستقبل کی فکر ہو بھیا اس ماہ اداریہ اور بیڈ ٹائم سٹوری ان دونوں نے تو کمال ہی کر دیا۔ بھیا آپ کے قلم میں نہ جانے کون سی چیز ہے جس سے ایسی ایسی باتیں نکلتی ہیں اللہ کرے

آج کا نوجوان بڑی تیزی کے ساتھ اپنے ایمان اپنے کردار کو تباہ کر رہا ہے۔

زور قلم اور زیادہ ہو۔ ہمارا آج کا معاشرہ انٹرنیٹ کی لت میں مبتلا ہے۔ کس قدر [illegible] اور افسوس [illegible] ہے کہ ہمارے معاشرے میں اسی مشینی زندگی کا معیار بلند سے بلند تر ہوتا چلا جا رہا ہے مگر سماجی اور اخلاقی طور پر یہ معیار روز بروز گرتا جا رہا ہے۔ حیا اور ایمان ختم ہوتا جا رہا ہے۔ کردار میں بے حیائی کا کیڑا لگ گیا ہے۔ دوسروں کے ساتھ محبت اور بھلائی کا خیال افسانہ بن کر رہ گیا ہے۔ اس انٹرنیٹ اور ڈش کیبل کی ایجاد نے نوجوان نسل کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے۔ آج کا نوجوان بڑی تیزی کے ساتھ اپنے ایمان اپنے کردار کو تباہ کر رہا ہے۔ آخر ہم کس سے شکوہ کریں۔ اداریے اور بیڈ ٹائم کے بعد جس کہانی نے متاثر کیا وہ لاحاصل سے حاصل تھی۔ ماں کا دل بھی [illegible] اسے اپنی اولاد سے کتنا پیار ہوتا ہے۔ اگرچہ اولاد نافرمان ہی کیوں نہ ہو معاف تو اللہ جی کرنے والے ہیں لیکن ماں کی محبت اس کا پیار اس کی دعا انسان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے۔ اس کا انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ نوشین ناز مبارکباد کی مستحق ہیں "بلاوا" میں ایک ایسی لڑکی کی خواہش کو بیان کیا گیا ہے جسے اللہ کے گھر سے محبت و عقیدت حد درجہ انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ بھیا اللہ جی [illegible] محبت حقیقی محبت انسان کی نجات کیلئے کافی ہے۔ اس کی رحمت سے نا امید نہیں ہونا چاہئے۔ کیا معلوم کب اس کی طرف سے بلاوا آ جائے۔ ویسے [illegible] تو [illegible] دل [illegible] زیارت کی ہے [illegible] آنکھیں [illegible] ہو گئیں [illegible] انسانی [illegible] آرزوؤں کا ایک ایسا قبرستان جہاں [illegible] کے [illegible] ہیں انسان سوچتا کچھ ہے اور ہو کچھ جاتا ہے۔ "میں خولہ ہوں" پڑھ کر ایمان تازہ ہو گیا وہ بھی عورتیں تھیں اور آج ہم بھی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اندر بھی ایسا جذبہ پیدا فرمائے آپ کون ہیں' ہمارے معاشرے کی صحیح معنوں میں عکاسی کی۔ دنیا کی حرص اور لالچ میں انسان اپنے گھر سے ہزاروں میل دور تو چلا جاتا ہے لیکن پیچھے یہ خیال نہیں کرتا کہ میری اولاد کا کیا بنے گا جس کا نتیجہ ہمیشہ خراب ہی نکلتا ہے۔ "پچھتاوا" اس نے تو غمگین کر دیا۔ سچ ہے بھیا اولاد کی دیکھ بھال صحیح معنوں میں ماؤں کے بغیر ناممکن ہے۔ دولت سے انسان محبت نہیں خرید سکتا۔ اس کے اندر ہمارے لئے بہت بڑا سبق پنہاں ہے۔ ہمیں چاہئے کہ اپنے ان پھول جیسے بچوں کو خوش رکھیں کہ یہ ہمارے لئے ذخیرہ آخرت ہیں ورنہ پھر پچھتانے کا کیا فائدہ "جب چڑیاں چگ گئیں کھیت" اللہ جی کے گھر کا پوسٹر بہت ہی سویٹ تھا۔ عمران سہیل نہ جانے کہاں سے آ دھمکتے ہیں۔ اتنے دن غیر حاضر رہنے کے بعد ان کو جرمانہ کرنا چاہئے۔ واہ کیا بات ہے ہمیشہ کی طرح زبردست تھا۔ طلع البدر علینا بہت ہی اچھا جا رہا ہے۔ بھیا آپ تو جھولیاں بھر بھر کر نیکیاں اکٹھی کر رہے ہیں ہمیں بھی ساتھ شامل کر لیں' فائزہ سیال کی باتیں ہم جیسوں کیلئے نمونہ ہیں سچ ہے انسان کا کردار اس کی زندگی کا کل سرمایہ ہے نہ جانے یہ لوگ کیسے اور کہاں سے ایسی باتیں لاتے ہیں۔ کوئی شعر نیا، کوئی بات نئی بس گزارا ہی تھا۔ اس کے مقابلے میں ہم بھی شعر کہتے ہیں اچھا تھا۔

خدا معلوم کون ہے دو دانت [illegible] پروفیسر خالد پرویز کی تحریر [illegible] ہے۔ یہ تھا صحابہؓ کا نبیؐ سے عشق و محبت۔ آج ہم بھی ہیں نام کے عاشق

زبیر مدنی۔ حاصل پور

☆ ''آپ کون ہیں'' جو لوگ اپنی پہچان کو چھوڑ کر روپے پیسے کو عزیز جان کر اصل پہچان یعنی پاکستان کو چھوڑ جاتے ہیں تو ان سے یہی کہنا چاہیے کہ آپ کون ہیں۔ ایک قابل قدر سلسلہ طلع البدر علینا میں ستون حنانہ پڑھ کر اس کی قسمت پر رشک آنے لگا کہ کتنا خوش قسمت ہے وہ ستون جس کے رونے کے سبب رحمت عالم نے اسے تسلی دی اور اسکے قریب ہی نماز پڑھی۔ باتیں کچھ کتابوں سے پڑھ کر ہنسی آئی واقعی اپنا ملک اور اپنی زبان بہت بڑی نعمت ہیں جس کا احساس دوسرے ممالک میں بخوبی ہوتا ہے۔ (ریحانہ منیر۔ منڈی بہاؤالدین)

☆ ذکر ایک دانا بینا اور توانا کا بہت مزے کی تحریر تھی اشفاق بابا کی باتیں پڑھ کر بہت لطف آیا۔ فائزہ عروج کا ''طلع البدر علینا'' حسب معمول اپنے اندر نبی کریم ﷺ کے بارے میں معلومات کا سمندر سموئے ہوئے تھی۔ فائز سیال کی تحریر ''یہی زندگی ہے'' اور سیدہ حکیمین کی تحریر آپ ہیں منہ پھٹ فیصلے اور منہ زور ہیں منفرد تحریریں تھیں آپ بیتیاں اور مسکرائیے بس ٹھیک ہی ہے۔ (محمد یسین عبداللہ۔ جڑانوالہ)

☆ دوسروں کیلئے جینے والوں میں ابتک تمام غیر مسلموں کا تذکرہ ہی رہا بھیا کیا چودہ سو سال سے اب تک ایک مسلمان بھی دوسروں کیلئے جینے والا نہیں ہوا۔ آخر اپنی تاریخ چھوڑ کر دوسروں کی پیروی کیوں؟ کہانیوں میں ''لا حاصل سے حاصل'' آپی نوشین کی اچھی کاوش تھی انسان عقیدہ دیکھ کر کہ وہ پروردگار سر پر کھڑا ہے محنت کرتا رہے تو بہت سے ناممکنات کا حصول ہو سکتا ہے۔ (عبدالحمید ساگر۔ رینالہ خورد)

☆ عائشہ کوثر دوسروں کے لئے جینے والوں کی کہانیاں سنا کر ایک نئے مقصد و جذبے سے آشنا کرتی ہیں۔ پھول کونسلنگ سروس کو نئے رنگ اور نئی منزل کا رخ دینے پر میں بھیا اور اس مشن سے وابستہ لوگوں کو ضرور مبارکباد دوں گا۔ آج ہمارے معاشرے میں لاکھوں نوجوان ٹیلنٹ رکھتے ہیں لیکن مناسب رہنمائی نہ ملنے کی وجہ سے وہ ٹیلنٹ ضائع کر بیٹھتے ہیں۔ اگر اچھی رہنمائی ہو تو منزلیں آسان ہو جایا کرتی ہیں اور منزلیں آسان ہو جائیں تو زندگی بھی سہل ہو جاتی ہے اور میرا خیال ہے یہی پھول کونسلنگ سروس کا مقصد ہے۔ فروری و مارچ میں پیدا ہونے والوں کو Best Wishes کیونکہ تول اختری ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو دوسروں کی خوشیوں پہ خوش ہوتے ہیں۔ (رانا محمد شاہد۔ بورے والہ)

☆ فروری کا پھول بہت اچھا لگا بس سرورق کچھ پسند نہ آیا۔ کیوں کہ میرے خیال میں باہر والے بچے کی تصویر مجھے کچھ پسند نہ آئی۔ لاحاصل سے حاصل، بلاوا، خوبانیاں پک گئیں۔ میں خولہ ہوں، پلا، قائد کہانی بے حد پسند آئیں۔ Exclhsive کی تو بات ہی نہ کریں وہ تو اس مرتبہ اپنی مثال آپ ہی تھا خاص طور پر طلع البدر علینا، باتیں کچھ کتابوں سے اور Back To Quaid بے حد پسند آئے۔ (قاسم علی زلفی۔ واہ کینٹ)

☆ ہیڈ ٹائم اور اداریہ ہمیشہ کی طرح نمبرون تھے بے خبری نے تو اندر تک ہلا دیا اللہ جانے ہمارے معاشرے سے ایسے لوگ کب کم ہونگے جو کہ دوسروں کے گھر اجاڑتے ہیں اور انہیں اتنے بڑے بڑے غم دیتے ہیں۔ نوشین نصر اللہ۔ گوجرانوالہ)

☆ اداریہ بہت بڑا زبردست اور اچھا تھا کہ اسے بار بار پڑھنے کو دل چاہا اور اداریہ پڑھ کر ہی تو کہانیاں شروع کرتا اس لئے اداریہ چار دفعہ پڑھ کر بھی اسے بار بار پڑھ رہا ہوں میں نے تقریباً 100 سے زائد پھول شمارے اپنے عزیزوں میں تقسیم کر دیئے دل چاہا کہ اسے اور دوسرے لوگوں میں تقسیم کروں تاکہ لوگ انٹرنیٹ کے برے استعمال سے بچ سکیں۔ (احسان محمود ٹیپو۔ نارووال)

☆ اداریہ ہر دفعہ کی طرح بہت اچھا تھا اور ہیڈ ٹائم سٹوری کو ہم نے بہت پسند کیا اور خانہ کعبہ کا خصوصی پاسپورٹ دیکھ کر ہمارا دل بہت خوش ہوا۔ (محمد فرحان سردار۔ چکی)

☆ پہلی مرتبہ خط لکھ رہا ہوں۔ جنوری اور فروری کے مہینوں میں پھول میگزین خرید کر پڑھا تو واقعی بہت اچھا لگا۔ اس کے تمام سلسلے بہت اچھے ہیں۔ خاص طور پر سلسلہ ''ہم بھی شعر کہتے ہیں'' بہت اچھا ہے۔ میں آجکل بی اے کر رہا ہوں اور فارغ اوقات میں اچھے شاعروں کی شاعری پڑھنے کے ساتھ ساتھ خود بھی نظمیں اور غزلیں کہہ لیتا ہوں۔ (احسان علی شاکر۔ جہلم)

☆ پھول میں اپنی ''غلطی'' دیکھ کر کافی خوش ہوئے۔ پھول تو حسب معمول اچھا تھا۔ لطیفے پسند نہیں آئے اور آپ نے بھی پرانی غلطی جسکو انعام ملا۔ اسی قسم کی بلکہ اسی بات والی آپ نے بھی اور نام سے شائع ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ پڑھ تو سہی بہت ہی زیادہ پسند آیا اور یہی تو زندگی ہے بھی بہت اچھا ہوتا ہے۔ (صائمہ منیر، مدثر منیر، حفیظ طیب، راشد طیب، عمار طیب۔ چونگی)

☆ پھول کا نام تو بہت سنا ہوا تھا۔ لیکن ایک دن پڑھنے کا شوق ہوا اور اپنی دوست سے لے کر پڑھا جو پھول کی گرویدہ ہے۔ پھول پڑھ کر بہت خوشی ہوئی اور میں خط لکھنے پر مجبور ہو گئی ہوں ''کرنیں'' بہت ہی اچھا سلسلہ ہے۔ لطیفے اور آپ بیتیاں بہت پسند آئیں۔ (سدرہ عالم۔ کوٹ رادھا کشن)

☆ لاحاصل سے حاصل اور خاص طور پر بلاوا اور پلا بہت ہی اچھی کہانیاں تھیں جس سے دل رونے کو چاہتا تھا کہانی آپ کون ہیں بہت ہی اچھی رہی خدا معلوم کون سے دو دانت تھے میں اس تحریر کو پڑھتے پڑھتے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ (جنید اقبال۔ بصیر پور)

☆ نوشین ناز کی لاحاصل سے حاصل نے یہ ثابت کر دیا کہ ماں کی دعاؤں میں کتنی جادوئی طاقت ہوتی ہے یہ کہانی میں نے اپنی ماں کو خصوصی طور پر پڑھنے کے لئے دی ہے۔ بلاوا میں سائرہ نذیر کا درس بہت پسند آیا۔ جسکو اپنے مولا پر یقین ہوتا ہے اسکو وہ بلا لیتا ہے۔ وسیلہ بنا دیتا ہے۔ پلا ایک چھوٹی مگر پر اثر تحریر تھی۔ الفاظ کے چناؤ کے ساتھ ساتھ موضوع بھی خوبصورت تھا۔ ثوبیہ خانم کی توسط سے پتہ چلا کہ کرنل اشفاق حسین بھی خوب ہی نہیں بہت خوب لکھتے ہیں۔ (آصف رضا بلوچ۔ ملتان)

☆ ''ہم بھی شعر کہتے ہیں'' اور ''کوئی شعر نیا کوئی بات نئی'' بھی پڑھے اور بہت ہی لطف آیا۔ فائز حسن سیال صاحب کا لیکچر ''یہی تو ہے زندگی'' بہت ہی معلوماتی تھا اس سے ہمیں گفتار و کردار کی اصلاح کیلئے رہنمائی ملتی ہے۔ کھٹے میٹھے خطوط پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ سپورٹس کالم بہت ہی شاندار تھا اور بیش بہا معلومات تھیں۔ (جاوید معاویہ۔ چکی)

☆ اس دفعہ کا رسالہ انتہائی بور تھا رسالے کو ہاتھ تک لگانے کو دل نہیں کر رہا تھا لیکن جس تحریر نے خط لکھنے پر مجبور کیا وہ تحریر تھی ''بلاوا'' یہ تحریر پڑھ کر قلم خود بخود ہمارے ہاتھ میں آ گیا اور خط لکھنے پر مجبور کر دیا۔ یہ تحریر نہ صرف میں نے پڑھی بلکہ تمام گھر والوں کو بھی پڑھائی اور ہمارے گھر میں جس جس نے بھی یہ تحریر پڑھی وہ رائٹر سائرہ نذیر کو داد دیئے بنا نہ رہ سکا۔ یہ تحریر پڑھ کر ہمارے دل میں بھی شدت سے یہ تڑپ پیدا ہو گئی کہ یا اللہ ہمارا بلاوا کب آئے گا اور اس کے ساتھ ہی نعت کا یہ شعر بے اختیاری زبان پر مچل گیا۔

ان کی محفل کے آداب کچھ اور ہیں لب کشائی کی جرأت مناسب نہیں
ان کی سرکار میں التجا کے لئے جنبش لب نہیں چشم تر چاہیے

(نعیمہ نورین۔ نارووال)

☆ کہانیاں بھی اچھی تھیں آپ بیتیاں اور لطیفے پڑھ کر تو ہمیں بہت مزہ آتا ہے۔ کوئی شعر نیا کوئی بات نئی میں ہر ماہ نت نئے شعر پڑھ کر بہت مزہ آتا ہے۔ (افشاں منور، عظمیٰ منور۔ بدوملہی)

☆ ''بلاوا'' پڑھ کر آنکھوں میں آنسو آ گئے بلکہ آپ یقین کریں بھیا! اب تو میں بھی یہی کہتی رہتی ہوں کہ میرا بلاوا کب آئے گا اور میرا نام کب اللہ کے خوش قسمت بندوں میں لکھا جائے گا۔ غرض پھول کی وجہ سے میرا شوق خانہ کعبہ کو دیکھنے کا وہاں جانے کا بڑھ گیا ہے۔ مجھے یہ کہانی بہت پسند آئی اور ایک اور کہانی ''لاحاصل سے حاصل'' پڑھی۔ جس سے میں نے یہ سبق حاصل کیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی دعا ضرور سنتا ہے۔ (عشرت ناز۔ بندہ پیراں)

☆ سب سے پہلے اداریہ پڑھا' کمپیوٹر اس صدی کی اہم ایجاد ہے۔ اس نے زندگی کے تمام معاملات میں اہم کردار ادا کیا اور کر رہا ہے۔ لیکن اس سے آج کل غلط فائدہ اٹھایا جا رہا ہے۔ آپ وقتاً فوقتاً ہمیں ایسے روحانی سبق دیتے رہتے ہیں۔ تمام کہانیوں سمیت گزشتہ شمارے میں ''طلع البدر علینا'' واہ کیا بات ہے' دو دن ملتان میں' فائز کا لیکچر بہترین تھیں۔ (عمران رشید۔ شیخوپورہ)

☆ اداریہ پسند آیا آپ لوگوں کے مسائل کو اتنے اچھے انداز سے سامنے لاتے ہیں کہ آپ کو داد دینا ہی پڑتی ہے۔ انٹرنیٹ کے فائدے ہیں مگر اس کے نقصانات بھی بہت ہیں مگر ہم کو انٹرنیٹ مثبت طرف سے استعمال کرنا چاہیے۔ (عاطف نزیر۔ نارووال)

☆ میری عید اس مرتبہ پھول کے ساتھ گزری۔ کیونکہ آپ نے لکھا تھا کہ Share the moments of Eid with Phool تو ہم نے اس پر عمل کیا۔ پھول کو پڑھنے کے بعد دل سے آپ کے لیے دعائیں نکلی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ایسا ہی ترقی میں بے شمار خوشیاں عطا فرمائے۔ (سعد ملک۔ سرگودھا)

☆ ہیڈ ٹائم سٹوری بھی بہت عمدہ تھی آج کل کے نفسا نفسی کے دور میں جس طرح آپ نوجوان نسل کی تربیت کر رہے ہیں اس کا اجر آپ کو پروردگار ہی دے سکتا ہے۔ ہم لوگ تو صرف دعا ہی کر سکتے ہیں۔ کیلی تو تک کا کالم مجھے بہت دلچسپ لگا ہے۔ خواہش ہے کہ میں بھی کبھی آپ کو فون کروں۔ مگر جب سب کا علم ہو جب ''باتیں کچھ کتابوں سے'' بھی بیادوں اچھوتا کالم ہے۔ (شاہدہ خولہ۔ راولپنڈی)

☆ آپ نے میری بیٹیوں حرا اور روما کی تصاویر کو جگہ دی جو کہ ہاتھل کے اگلے صفحے پر ہے۔ بہت اچھا تھا۔ دونوں کی سالگرہ بھی فروری میں ہے۔ یہ ایک اچھا گفٹ ثابت ہوا آپ کا اس ماہ کا اداریہ بہت عمدہ ہے۔ وقت سے پہلے کسی چیز کی آمد اکثر بربادی کا سبب بھی بن سکتی ہے۔ نہایت حساس موضوع کو عمدہ لفظوں میں پرویا آپ نے۔ (ڈاکٹر شکیل شیخ۔ کراچی)

☆ اداریے اور ہیڈ ٹائم کا تھیم ایک ہی تھا دونوں میں معاشرے کے دو مختلف طبقات کی عمدہ عکاسی کی گئی ہے۔ ماں باپ اپر کلاس کی ہو یا مڈل کلاس کی ہو یا پھر لوئر کلاس کی اسکا کردار اپنے اپنے ماحول کے مطابق ذمہ داریوں کا متقاضی ہوتا ہے۔ ماں کی کھلی آنکھیں جہاں اسکا اپنے وجود کو ٹھوکروں سے بچاتی ہیں وہیں اسکی اولاد کو راہ کے روڑے بننے سے بچاتی ہیں۔ (حنزیلہ یعقوب شمس۔ پنڈی گھیپ)

☆ فائز حسن سیال کا کالم ''یہی تو ہے زندگی'' بہترین تھا۔ جب ہم نے اپنا موازنہ کیا تو ہم نے بھی اپنے آپ میں کچھ خامیاں پائیں۔ انشاء اللہ اب ان کو دور کرنے کی کوشش کروں گی۔ ''پھول'' کی یہی ادا تو نرالی ہے کہ وہ ہمیں اتنے اچھے طریقے سے گائیڈ کرتا ہے۔ نیا کالم ''پڑھ تو سہی'' بھی اچھا تھا۔ البتہ کہانیوں میں ''خوبانیاں پک گئیں'' اور ''پچھتاوا'' خاص متاثر نہ کر سکیں۔ کیا آپ منہ پھٹ فیصلے اور منہ زور ہیں۔ ارے آپ اتنا گھور کے کیوں دیکھ رہے ہیں یہ تو میں سیدہ حکیمین فاطمہ کے کالم کی بات کر رہی ہوں۔ (شگفتہ تصدق۔ غریب والی فیکٹری)

☆ ٹائٹل پہلے کی طرح اچھا ہے۔ کہانیاں تمام ہی ہم کو اچھی اور سبق آموز لگیں ''طلع البدر علینا'' اور باتیں کچھ کتابوں سے' کرنیں' اداریہ' واہ کیا بات ہے' الحدیث تو ہم کو بہت زیادہ پسند آئے ہیں۔ آپ بیتیاں پڑھ کر تو بہت مزا آتا ہے۔ (عظمیٰ نورین۔ چک نمبر 120 سلانوالی)

☆ ہیڈ ٹائم سٹوری کا Theme بہت اچھا تھا۔ اس دفعہ کا اداریہ تو پہلی مرتبہ پڑھتے ہی سمجھ میں آ گیا۔ لطائف پہلے کی نسبت بہت اچھے تھے۔ (عمیر احمد۔ رینالہ خورد)

☆ ''پڑھ تو سہی'' پسند آیا۔ سب سے زیادہ لطف ''ذکر ایک دانا، بینا اور توانا'' پڑھ کر آیا۔ اشفاق احمد کی باتوں کا جواب نہیں۔ اداریہ اور ہیڈ ٹائم کی تعریف کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ تعریف کے لئے الفاظ نہیں ملتے۔ (عالیہ ملک۔ سوہاوہ)

☆ ''میں خولہ ہوں'' سید شہباز بخاری کی دل میں ایمان تازہ کرنے والی کہانی تھی۔ نوشین ناز کی کہانی ''لاحاصل سے حاصل'' اور سائرہ نذیر کی کہانی ''بلاوا'' نہایت سبق آموز اور اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسے کی بہترین مثالیں تھیں۔ اس کے علاوہ محمد اسعد بشیر کا ''اللہ ہی اللہ'' بہت اچھا تھا۔ جسے پڑھتے ہی ''واہ کیا بات ہے'' کہنے کو جی چاہتا ہے۔ (محمد رمضان الطاف الہ آباد، وزیر آباد)

☆ ہیڈ ٹائم سٹوری بھی اچھی تھی بلکہ آج کل کی نسل کے لئے بہت ہی نصیحت آموز اور سبق آموز تحریر تھی۔ میں نے بہت عرصے کے بعد پھول پڑھا ہے اب اس میں ایک بھی قسط دار کہانی نہیں۔ قسط وار کہانی ضرور شائع کیا کریں تاکہ سسپنس میں رہتے ہوئے اگلی قسط کا انتظار کرتے ہوئے مزہ بھی آئے اور صبر کی پریکٹس بھی ہو۔

(ضیاء اللہ صائم بھمبر (قائد کہانی قسط وار ہی شائع ہو رہی ہے)

☆ ''لاحاصل سے حاصل'' بہت ہی پسند آئی۔ واقعی ماں کی دعا تو آسمان کا سینہ چیرتی ہوئی خدا کے پاس پہنچتی ہے اور بہت جلد قبول ہوتی ہے۔ ''بے خبری'' پڑھ کر بہت ہی دکھ ہوا۔ انسان کو اتنا بھی بے خبر نہیں ہونا چاہئے کہ بعد میں پچھتاوے کے سوا کچھ بھی نہ بچے۔ ''میں خولہ ہوں'' بہت ہی زبردست کہانی تھی۔ ''خدا معلوم کون سے دو دانت تھے'' نے بہت ہی متاثر کیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضور اکرم ﷺ سے ایسا ہی عشق کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (شبانہ فرحانہ کوٹ رادھا کشن)

☆ ''دوسروں کیلئے جینے والوں کی کہانیاں'' یہ بتا گئیں کہ وہی لوگ خاص مقام حاصل کرتے ہیں جو دوسروں کے لئے جیتے ہیں۔ نیا کالم ''پڑھ تو سہی'' پھول کی خوشبو اور بھی تر و تازہ کر رہا تھا۔ ''فائز حسن سیال'' ہمیشہ کی طرح ''یہی تو ہے زندگی'' سمجھا گئے۔ واقعی کردار ہماری زندگی کا اصل سرمایہ ہوتا ہے۔ ''واہ کیا بات ہے'' پڑھ کر دل واہ کیا بات ہے کہہ اٹھا۔

(نسرینہ نثار تربت)

☆ فروری 2003ء کا شمارہ حسب معمول دلکش سرورق کے ہمراہ ملا۔ اداریہ بے حد پسند آیا کیونکہ سارے کا سارا سبق آموز تھا، جبکہ بیڈ ٹائم سٹوری "بے خبری" پڑھ کر ان باتوں سے بھی آگاہی ہوئی جن سے پہلے میں بے خبر تھی۔ بیسٹ سٹوری آف دی منتھ نوشین ناز کی "لا حاصل سے حاصل" رہی۔ جبکہ "پاپا" اور "خوبانیاں پک گئیں" بالترتیب دوسرے تیسرے نمبر پر ہیں۔ (میرا ایلیم [illegible])

☆ میں لبیب بھائی کی وجہ سے "پھول" سے متعارف ہوا ہوں۔ پھول کا ایک خاص مزاج ہے جو مجھے بہت پسند ہے۔ لیکن ان میں چند سلسلے مجھے بہت پسند ہیں۔ جیسے "کمرنیں" "حدیث کوئز" "یہ ہے سائنس کی دنیا" اور "واہ کیا بات ہے" میں لبیب بھائی کا بہت مشکور ہوں کہ انہوں نے مجھے "پھول" سے متعارف کرایا ہے۔ (محمد ذوالقرنین جتوئی جھوک اترا)

●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●

☆ شہباز بخاری کی "میں خولہ ہوں" بہت ہی دلچسپ تھی اور سبق آموز تھی۔ سعدیہ خان کی پاپا بھی بہت ہی زبردست تھی فائزہ عروج کا طلع البدر علینا پڑھ کر دل کو مسرت ہوئی اور اس سے مستفید ہوئے میرے دوستوں کے نام ضرور شائع کریں۔ (محمد عدنان، محمد فیصل، کاشف فیصل، شبیر احمد راجڑ، بشیر احمد، جہانگیر احمد راجڑ، شاہد اقبال راجڑ، سیف اللہ امان اللہ راجڑ)

●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●

☆ اس ماہ کا رسالہ بس گزارہ ہی تھا۔ ٹائٹل بھی فضول سا تھا۔ ہاں البتہ سنٹر میں جو عظمت شیخ صاحب کا پوسٹر تو دل جیت لینے والا تھا وہ ہمیں بہت پسند آئے۔ شکریہ۔ عظمت شیخ انکل آپ نے ہمیں اتنا اچھا تحفہ دیا۔ کہانیاں سب فضول تھیں لیکن جو زبردست ترین تحریر تھی وہ تھی "بلاوا" اور اسی تحریر نے ہمیں خط لکھنے پر مجبور کیا۔ میری طرف سے رائٹر سائرہ نذیر آپی کو اتنی اچھی تحریر پر ڈھیروں مبارکباد۔ (سعدیہ نورین نارووال)

☆ میں نے پہلے بھی "پھول" کیں خط لکھا تھا اب پھر لکھ رہا ہوں۔ میں کلاس SIX میں پڑھتا ہوں اور مجھے پھول سے میری باجی نعیمہ نورین جو نارووال میں رہتی ہیں نے متعارف کروایا ہے۔ اس میں کہانیاں زیادہ تر بڑوں والی ہوتی ہیں پلیز آپ اس میں بچوں والی کہانیاں بھی دیا کریں (اعجاز الحق پسرور)

☆ مجھے تقریباً تمام کہانیاں بہت اچھی لگیں خاص طور پر خدا جانے وہ کون سے دو دولت تھے؟ پچھتاوا، لاحاصل سے حاصل بہت زبردست تھیں۔ لطائف میں کوئی خاص مزہ نہ تھا البتہ آپ بیتیاں بہت اچھی لگیں۔ پڑھ تو سہی، ایک اچھا سلسلہ ہے۔ واہ کیا بات ہے، پڑھ کر تو واقعی واہ کیا بات کہہ اٹھے۔ بیڈ ٹائم سٹوری (بے خبری) ہمیشہ کی طرح آبدیدہ تھی Yes its me بہت اچھا لگا۔ (آسیہ رحمت جہانیہ)

☆ "پڑھ تو سہی" نیا سلسلہ اچھا لگا۔ "میں خولہ ہوں" اس بار کہانیوں میں ٹاپ پر رہی۔ کاش ہم بھی ایسی بہادر بن سکیں۔ "طلع البدر علینا" اور الحدیث بہت ہی زبردست جا رہا ہے۔ (فائزہ عروج ملتان)

☆ پھول کا فروری کا شمارہ سامنے پڑا ہے۔ میں جب تک اسے مکمل نہ پڑھ لوں مجھے چین نہیں آتا۔ ٹائٹل پر معصوم بچے کو دیکھ کر دل خوش ہو گیا۔ کرنیں پڑھ کر ایمان تازہ ہو گیا۔ اداریہ حسب سابق پہلے نمبر پر رہا۔ ہم مغرب کی بظاہر نظر آنے والی روشنی میں گم ہو کر اپنی روایات، اقدار کو بھول جاتے ہیں۔ اس کے بعد نمبر "لاحاصل سے حاصل" کو ملا۔ اگر ہم درد دل کے ساتھ مانگیں تو اللہ ضرور نوازتا ہے۔ وہ اپنے بندے کو خالی نہیں موڑتا۔ (عظمیٰ عادل [illegible] بخار)

☆ بلاوا کہانی بھی کافی زبردست تھی۔ اس کہانی سے یہی درس حاصل ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور یقین ہوتا ہے وہی لوگ کبھی نہ کبھی اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ خوبانیاں پک گئیں اور میں خولہ ہوں یہ دونوں کہانیاں بھی کافی اچھی تھیں۔ سعدیہ خان کی کہانی پاپا تو میگزین کی جان تھی۔ یہ کہانی مجھے بے حد پسند آئیں۔ اس کہانی کے بارے میں تو میں یہی کہوں گی کہ

کیا قیامت ہے اس دور ترقی میں جگر

آدمی سے آدمی کا حق ادا ہوتا نہیں (زکیہ منہاس تور ڈھیر صوابی)

☆ ہما فروری 2003ء کا پھول شمارہ بہت خوب لگا۔ تحریروں میں "لاحاصل سے حاصل" "خوبانیاں پک گئیں" "میں خولہ ہوں" "پاپا" "آپ کون ہیں" "خدا معلوم کون سے دو دانت تھے" اچھی لگیں۔ "اداریہ" بیڈ ٹائم سٹوری (بے خبری) اور پچھتاوا کافی سبق آموز تھیں۔ ان تینوں تحریروں میں ان والدین کے لئے خاص طور پر سبق موجود ہے، جو اپنے بچوں کی طرف سے لاپرواہ رہتے ہیں۔ (ایم بشیر احمد جڑانوالہ)

☆ پھول کا اجمالی جائزہ لیتے ہوئے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ فروری کا پھول شمارہ سارے کا سارا ہی قابل تعریف و توصیف تھا اور عیدالاضحی کے مبارک موقع پر پوسٹر کا "خوبصورت تحفہ" اس کی تو بات ہی کچھ اور تھی۔ (صاحبزادہ عمار احمد جمال مغل دیپالپور)

☆ آپ منہ پھٹ فیصلے منہ زور ہیں۔ یہ ہے سائنس کی دنیا۔ سپورٹس آپ کی بھی زندگی ہے۔ Back to Quaid قائد کہانی اور کوئز کی دنیا ہمارے دنیاوی علم میں خاطر خواہ اضافہ کر رہی ہیں۔ یعنی پھول میں ہر چیز بہتر انداز میں پیش کی گئی ہے۔ (شاہد اختر [illegible] ملتان)

☆ عاقب سلیم کا کہنا ہے کہ اگر تم پابندگی سے ایک سال تک پھول پڑھو تو تمہاری زندگی میں انقلاب آ جائے گا اور تمہاری زندگی بدل جائے گی۔ پھول میں دین اور وطن سے محبت کا درس بڑے کمال طریقے سے دیا جا رہا ہے جو ہماری زندگیوں کو صحیح راستے پر گامزن کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ (عامر عباس آف لیدھر کلاں (پھالیہ))

☆ فروری کا رسالہ بھی پہلے کی طرح بہت اچھا تھا کرنیں اور اداریہ بھی اچھا تھا۔ سب کہانیاں پسند آئیں لیکن خاص طور پر [illegible] بہت پسند آئی باقی سب کالم بھی ہمیشہ کی طرح لاجواب تھے خانہ خدا کا پوسٹر بھی بہت پسند آیا۔ (اسامہ تارڑ عمہ ڈیم)

☆ اس [illegible] سائرہ نذیر کی کہانی "بلاوا" [illegible] پر مجبور کر دیا۔ [illegible] تو لگتا ہے جیسے ہمارے اور [illegible] مسلمانوں کے جذبات کی عکاسی کرتی [illegible] لیکن [illegible] وہ نظر چاہیے جس میں [illegible] آپ ہو [illegible] صاحبہ [illegible] جبین نارووال)

☆ خوبانیاں پک گئیں۔ ساجد محمد ساجد کی بہت اچھی کہانی تھی۔ بعض اوقات انسان بہت بے بس ہو جاتا ہے۔ اس [illegible] موجود [illegible] قیمتی چیز اولاد جیسی نعمت کو بھی نہیں بچا سکتا۔ خوبانیاں [illegible] دنیا اجڑ جائے تو جو والدین کے دل میں قیامت آتی ہے اس [illegible] شاید ہی ہو۔ میں خولہ ہوں یہ والی Story تو میں نے پہلے بھی کئی مرتبہ پڑھی ہوئی ہے، بہت خوبصورت ہے لیکن اس دفعہ میگزین میں [illegible] بہت اچھا لگا۔ "پاپا" کتے سے زیادہ وفادار جانور اور کوئی نہیں ہے۔ انسان تو فراموش کر دیتے ہیں لیکن جانور اپنے اوپر ہونے والے احسان کو کبھی فراموش نہیں کرتے ہیں۔ (ہما جبین [illegible]۔ جھنگ)

☆ سب سے پہلے کرنیں اور اداریہ پڑھا۔ اس دفعہ بیڈ ٹائم کا اچانک اختتام حیران کن تھا۔ حضرت خولہ کی بہادری ہم چودھویں صدی کے مسلمانوں کے سر شرم سے جھکا رہی ہے۔ ہم تو جہاد کے اکبر اور اصغر کی تقسیم میں پڑے ہیں۔ (سمیع اللہ راجڑ [illegible] خان)

●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●

☆ ہمارے گھر میں پھول کو پسندیدہ رسالے کی حیثیت حاصل ہے۔ کرنیں [illegible] آب و تاب کے ساتھ چمک رہی [illegible] پڑھا تو [illegible] ملا۔ "لاحاصل سے حاصل" نے [illegible] کر دیا۔ میری دعا ہے کہ آپ کا اللہ کی طرف سے بلاوا آئے۔ کشمیر اور فلسطین کے موضوع پر کہانیاں دیا کریں تاکہ جذبہ ایمان تازہ ہو سکے۔ (نصر اللہ راجڑ۔ چاہ منصور والا)

●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●

☆ 3 سال سے پھول پڑھ رہی ہوں ایک بات جو کئی بار [illegible] چاہی لیکن نہیں پوچھ سکی وہ اقوال اختری کے بارے میں ہے۔ یہ اقوال [illegible] کم علمی کا اعتراف کرتی ہوں اور جاننا چاہتی ہوں۔ پلیز ضرور بتایئے گا۔ [illegible] کے بارے میں آپ ہی کے اقوال [illegible] تھی لیکن پھر یہ خیال آیا کہ ایسا ہوتا تو [illegible] جاننے کی ضرورت نہ رہتی کہ یہ قول اختری ہے۔ کہانیوں میں سب سے اچھی "لاحاصل سے حاصل" رہی۔ [illegible] سے ثابت ہوا کہ اللہ [illegible] مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ دوسرے نمبر پر آپ کون ہیں [illegible] نمبر پر بے خبری اور پاپا رہیں۔ یہی زندگی ہے۔ فائزہ کمال کی باتیں بہت ہی اچھی لگیں۔ (نازیہ پروین۔ بدو ملہی)

☆ نازیہ رانی "یہ قول اختری بھی خوب ہیں۔ [illegible] اختر کے سمجھتے رہے ہیں۔ اور ہماری بیگم کو ہی اختری سمجھتے [illegible] صورت یہ ہے کہ [illegible] میں لکھنا شروع کیا تھا۔ ہولے ہولے [illegible] سنجیدہ ہو گئی اب [illegible] خاصی بات ہے۔ قول اختری نہ لکھا ہو تو اسے قول نہیں سمجھتی [illegible] میں نے لکھنا بند کر دیا تھا تاکہ خود ہی جملے پسند کر کے غور کر لیا کریں [illegible] ابھی جاری ہے مگر قوم کا اصرار بھی جاری ہے۔

☆ "[illegible]" کا سلسلہ آج کل غائب ہے نئے سلسلوں کے ساتھ ساتھ پرانے سلسلوں کی یاد بھی تازہ ہوتی رہنی چاہیے۔ آخر میں [illegible] 1996ء کے اداریے سے ایک اقتباس جو مجھے اس وقت اچھا لگا تھا اور میں نے اسے اپنی ڈائری میں لکھ لیا۔ "قطرہ قطرہ اگر دریا بنتا ہے تو ذرہ ذرہ مٹی کی مٹھیاں پانی کے بند بناتی ہیں بند پانی کے آگے ہو تو اسے روک دیتا ہے اور مزاج اور کردار کے آگے ہو تو اسے ضائع ہونے سے بچاتا ہے۔" (راجہ [illegible] اوکاڑہ)

☆ مجھے آپ کا یہ رسالہ بہت پسند ہے میں اس کا نیا قاری ہوں۔ اس کی تمام کہانیاں اور سلسلے بڑے دلچسپ اور سبق آموز ہوتے ہیں۔ خاص کر واہ کیا بات ہے کی تو واہ کیا بات ہے۔ آپ حدیث کوئز اور کوئز کی دنیا میں انعام یافتگان کے صرف نام ہی شائع کرتے ہیں۔ آپ اس کے ساتھ درست جواب بھی شائع کیا کریں کیونکہ یہ بہت اچھا سلسلہ ہے۔ اس سے بہت سی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ (اظہر بشیر [illegible] ڈسکہ)

☆ پھول کی تعریف کے لئے الفاظ نہیں ملتے۔ ٹائٹل بہت خوبصورت تھا کرنیں ہمیشہ کی طرح روشن اور اداریہ لاجواب تھا۔ لاحاصل سے حاصل اور [illegible] بہت خوبصورت انداز میں لکھی گئی تحریریں تھیں۔ باقی سب کہانیاں بھی دل کو چھو گئیں۔ (رابعہ اصغر۔ ڈسکہ)

☆ ٹائٹل زبردست تھا سب سے پہلے کرنیں اداریہ پڑھا اس کے بعد میں خولہ ہوں آپ کون ہیں طلع البدر علینا بیک ٹو قائداعظم سے میاں [illegible] آپ بیتیاں زبردست سلسلے ہیں خاص طور پر خانہ خدا کا پوسٹر اچھا لگا۔ (حافظ محمد اشفاق ساقی، حافظ محمد مشتاق۔ ضلع بہاولنگر)

●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●

☆ "پاپا" حساس موضوع پہ لکھی گئی کہانی جو انسانیت کے منہ پر کڑا طمانچہ ہے اور ایک تلخ حقیقت بھی وہیل ڈن سعدیہ "مادام میری کیوری" "[illegible]" اور کام سے محبت ہی انسان کو تاریخ کا روشن باب بنا دیتی ہے انسانیت کی معراج ایسے ہی لوگ ہوا کرتے ہیں اپنی ذات سے بالاتر ہو کر سوچنے والے "نوید بھائی" کچھ سنجیدہ [illegible] مسکراتے [illegible] سالگرہ مبارک کہہ رہے تھے ہم بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے آپ کون ہیں؟ [illegible] میں نہیں عروسہ یونس [illegible] ہیں انسان اپنی خواہشات [illegible] سوال کی نوبت [illegible] زیادہ سے زیادہ کی طلب [illegible] سے دور کر دیتی ہے طلع البدر علینا کی جگہ [illegible] باتوں سے لطف اٹھایا۔ [illegible] اللہ [illegible] سے انتخاب بہت مزے کا تھا۔ (افروز۔ جھنگ)

●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●

☆ فائزہ حسن سیال کا "زندگی" کے بارے میں لیکچر بہت خوب تھا۔ "ذکر ایک دانا بینا اور توانا کا" قابل ذکر تھا۔ اشفاق صاحب کی باتیں اور علم بھی زبردست ہے۔ عمران نبیل بوبی کے کارٹون کمال کے تھے یہ بھی دیر سے تو آتے ہیں مگر کارٹون کے ذریعے خوب داد لیتے ہیں لطیفے بہت اچھے تھے۔ آپ بیتیاں تو لطیفوں سے بھی زیادہ مزاحیہ تھیں۔ (قیصر علی چودھری۔ کالی منڈی)

☆ ایک مشورہ پیش کر رہی ہوں کہ کالم "ہم بھی شعر کہتے ہیں" کچھ اور چلنے دیں ایسا نہ ہو کہ اسے جلد ہی ختم کر دیا جائے اور یہ بتائیں کہ اگر میں اپنی تحریروں کے ساتھ جوابی لفافہ بھیج دوں تو کیا آپ تحریریں قابل اشاعت ہیں یا نہیں اس بارے میں جوابی لفافے میں بتا سکتے ہیں تاکہ زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے اور ہمیں جلد ہی یہ بات معلوم ہو جائے کہ ہماری تحریر شائع ہو گی یا نہیں۔ کیونکہ پھول ہمارے بچوں کے لئے ہے اس لئے کالم ہم بھی شعر کہتے ہیں میں نظموں کے علاوہ اور نا پک پہ شعر اور غزلیں بھی شامل کیا کریں تو کیا ہی اچھا ہو۔ (فرزانہ افضل نادیہ ارشد۔ بلال کالونی چونی) (مشورہ اچھا ہے اور قابل عمل بھی)

☆ میرا پھول سے رشتہ چار پانچ سال پرانا ہے مگر کبھی براہ راست آپ سے مخاطب نہیں ہوا مگر اس دفعہ آپ کے اداریے نے مجھے مجبور کر دیا محمد عبدالجبار صاحب جو کہ میرے بہت اچھے دوست ہیں میری دعائیں ہمیشہ ان کے ساتھ ہیں انہوں نے میری ہمت بندھائی کہ آپ اپنی جو فیلنگ ہیں آپ بھیا جی سے شیئر کریں۔ آپ نے جس ٹاپک پر ہماری رہنمائی کی ہے میرا خیال ہے آجکل اس کی بہت ضرورت تھی کیونکہ والدین سمجھتے ہیں کہ ہم نے اپنے بچوں کی بہت اچھی تربیت کی ہے انہیں اچھے برے کا پتہ ہے مگر صرف یہی کافی نہیں ہوتا اپنے بچوں کی ہر ایکٹوٹی پر نظر رکھنی چاہیے۔ (محمد اشتیاق سلیمی۔ قبولہ شریف)

☆ پھول میں سلسلوں کی تعداد ملک کی آبادی کی طرح بڑھتی جا رہی ہے۔ "طلع البدر علینا" کتنا خوبصورت نام ہے [illegible] سلسلے کا اور [illegible] سلسلے کا انتخاب پڑھ کر اللہ اور اس کے رسول سے محبت کا [illegible] احساس پیدا ہوتا ہے۔ مسجد نبوی کے بارے میں معلومات میں اضافہ ہوا [illegible] کا خانہ خدا کے پوسٹر کا گفٹ پسند آیا۔ پھول کی ہر کہانی کا مین آئیڈیا تو اچھا ہوتا ہے لیکن تحریر سنجیدگی میں ڈوبی ہوتی ہے۔ ہلکی لائٹ انداز میں بھی اچھی بات کہی جا سکتی ہے۔ ([illegible] بنار۔ گوجرانوالہ)

☆ باتیں کچھ کتابوں سے "یہ بھی کافی مزاحیہ تحریر تھی۔ پڑھ کر مزا آیا۔ "پچھتاوا" پڑھ کر دل کو بہت پچھتاوا ہوا۔ ماں باپ کو بچوں کی ہر ضرورت کا خیال رکھنا چاہیے [illegible] قائداعظم" ایک اچھا سلسلہ ہے۔ قائد کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ (عدنان سرور۔ چونی)

☆ ناممکن کو ممکن [illegible] ایک ماں کی کہانی "لاحاصل سے حاصل" "بلاوا" میں خولہ ہوں" اندر تک اتر جانے والی اسٹوریز تھیں۔ خانہ خدا کی تصویر دیکھ کر روح اور ایمان میں تازگی آ گئی [illegible] پڑھ کر دل سے "واہ" کی صدا اٹھی۔ (جمیل احمد کوکب۔ بھکی)

☆ میں کہانیاں شاذ و نادر ہی پڑھتی ہوں کیونکہ پھول میں جن کہانیوں کو

جگہ دی جاتی ہے وہ اداسی سے بھرپور ہوتی ہیں اور میں اداس ہونا نہیں چاہتی۔ آپ سے گزارش ہے کہ ہلکی پھلکی اور Comic کہانیوں کو زیادہ جگہ دیں ہو سکے تو مزاحیہ سٹوری پر انعام رکھ دیں۔ بیڈ ٹائم سٹوری میں "بے خبری" آپ کی اچھی تحریر تھی۔ دوستی خوب سوچ سمجھ کر کرنی چاہیے والدین کو چاہیے کہ اپنی اولاد کے فرینڈز پر بھی نظر رکھیں۔ بعض اوقات دوستی گلے میں پڑ جاتی ہے جیسا کہ ثمینہ بی کی بیٹی کے ساتھ ہوا۔ (سیمرا وہار۔ گوجرانوالہ)

☆ ــــ فائزہ حسن سیال والا کالم ضرور ہر بار دیا کریں۔ ہم لوگ بہت سی اچھی چیزیں سیکھ لیتے ہیں۔ بیڈ ٹائم سٹوری اور اداریہ تو رسالے کی جان ہیں بے خبری بہت اچھی تحریر تھی انٹرنیٹ اور کمپیوٹر وغیرہ مفید ایجادات ہیں لیکن زیادہ تر لوگ اس کا غلط استعمال کرتے ہیں ہمارے ہاں بچوں کو اس طرح کی چیزیں تو دے دی جاتی ہیں بعد میں والدین بھول جاتے ہیں کہ وہ اسے کس طرح استعمال کرتے ہیں اداریہ اور بے خبری دونوں کا موضوع ایک ہی تھا دونوں ہی دکھی کر دینے والی تحریریں تھیں اداریہ میں بھیا آپ نے بہت تلخ موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ (کلثوم عندلیب۔ میلسی)

☆ ــــ "میں خولہ ہوں" بہت اچھا انتخاب تھا۔ "آپ کون ہیں"
خوبانیاں پک گئیں اور بلاوا انسپتا اچھی کوشش تھیں باقی تو بھی
سلسلے اچھے چل رہے ہیں مگر اشعار کو ہضم کرنا خاصا مشکل ہوتا ہے۔
خاص طور پر جو ساتھیوں کی اپنی تخلیقات ہوتی ہیں (معذرت کے ساتھ)
پلیز اسکا کوئی معیار بنا ئیں۔ "واہ کیا بات ہے" مزہ آتا ہے
پڑھ کر منہ سے بے ساختہ سبحان اللہ نکلتا ہے۔ فائزہ سیال اور
اشفاق بابا کی باتیں زندگی کی نئی راہیں دکھاتی ہیں۔
عمل کرنا سکھاتی ہیں۔ اشفاق بابا کی باتیں بہت دلچسپ ہوتی ہیں۔
ان میں غور کرنے کا پہلو بھی نمایاں ہوتا ہے۔
(عنبرین اعجاز۔ ڈی جی خان)

☆ ــــ "امی میں ہوں" والی آپ بیتی مزہ دے گئی۔ بوبی صاحب نے بھی لگتا ہے کہ کرکٹ دیکھنے کی خاصی تیاری کی ہوئی ہے۔ "صلحہ بتایئے" میں اپنا نام ڈھونڈا نظر نہیں آیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ خط بھیجا ہی نہیں خط تکیے کے نیچے پڑا رہ گیا۔ "آپ کون ہیں" آج کے پیرنٹس کا المیہ ہے کہ ساری زندگی بچوں کے لئے صرف کر دیتے ہیں اور جب بوڑھے ہوتے ہیں اور آرام کے دن آتے ہیں تو اولاد فرماتی ہے کہ آپ کون ہیں۔ باقی تمام سلسلے ہمیشہ کی طرح جاندار رہے۔ جن میں سرفہرست "طلع البدر علینا" رہا۔ نبی پاکؐ اور دوسرے صحابہ کرامؓ کے بارے میں کافی کچھ جاننے کو مل جاتا ہے اور انکی باتوں پر عمل کر کے تو انسان دین و دنیا دونوں میں سرخرو ہو سکتا ہے۔ (عائشہ کنول۔ ساہیوال)

☆ ــــ پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی ٹائٹل اچھا تھا۔ کرنیں پڑھیں تو ان کی وجہ سے دماغ منور ہو گیا۔ اداریہ پڑھا تو آپ کا دل سے شکریہ ادا کیا ہے کہ آپ نے اس غلط نقطے کی تصیح کی اور یہ بیماری جو کہ معاشرے میں ناسور کی طرح پھیل رہی تھی کہانیوں میں سب کہانیاں اچھی تھی لیکن "میں خولہ ہوں" اور "پچھتاوا" سب سے فیورٹ رہی۔ (ضیا حسین قریشی مانسہرہ)

☆ ــــ قائد کہانی کا اینڈ اب ہو جانا چاہئے کیونکہ جو واقعات اس میں ہوتے ہیں وہ پہلے بک تو قائد میں پڑھے ہیں اور بار بار ایک ہی چیز پڑھنے کا مزا نہیں آتا "منے میاں" ایسے لوگ ہمارے ہاں بہت پائے جاتے ہیں اور انکی حرکتوں سے ایک زمانہ محظوظ ہوتا ہے شکر ہے آپ نے کوئی مزاحیہ کہانی دی "پڑھ تو سہی" اس جیسے کالمز پہلے بھی کافی ہے انکی جگہ کوئی عمدہ سی کہانی ہونی چاہئے۔ ملتان کے دورے کی رپورٹ ابھی پڑھنی ہے۔ کارٹون ورلڈ کپ کی نسبت سے خوب تھے مجھے میچ سے ذرا دلچسپی نہیں ہے بس اتنا ہی جان لینا کافی ہے کہ پاکستان جیت گیا۔ سمیعہ نثار گوجرانوالہ

☆ ــــ نوشین آپی کی کہانی "لاحاصل سے حاصل" آپ کون ہیں۔ بہت پسند آئی۔ قائد کہانی تو Perfact جا رہی ہے۔ نوید بھائی کی شاعری دل کو بھاتی ہے۔ Back to Quaid تو بڑی دلچسپی سے پڑھتا ہوں اور اسے پڑھ پڑھ کر اس قابل ہو گیا ہوں کہ اگر قائداعظم پر مضمون لکھتا ہو تو 20 صفحے تو آسانی سے لکھ سکتا ہوں۔ عرفان احمد کاہلوں فیصل آباد

☆ ــــ پھول ہمارے گھر میں نہ صرف میں پسند کرتا ہوں بلکہ میرے تین بھائی اور والدین بھی پسند کرتے ہیں پھول چھوٹے ہوں یا بڑے بہت مقبول ہے یہ تعارف کا محتاج نہیں اکی جتنی تعریف بھی کی جائے وہ کم ہے۔ ہمارے گھر میں روزنامہ نوائے وقت روز پڑھا جاتا ہے اسی کے ذریعے پھول کا تعارف ہوا۔ اداریہ، کرنیں کا سلسلہ بہت اچھا ہے طلع البدر علینا اور الحدیث کا سلسلہ بھی قابل احترام ہے۔ اس کے ذریعے بہت سی اسلامی معلومات حاصل ہوتی ہیں اور یہ سلسلہ قلوب کو منور کر دیتا ہے۔ عبدالقادر شیرازی کراچی

☆ ــــ سب سے پہلے کرنیں پڑھیں جو اندر تک منور کر گئیں۔ ثوبیہ خانم کا انتخاب اچھا تھا اس کے بعد اداریہ پڑھا جو پہلا نمبر لے گیا۔ کہانی لاحاصل سے حاصل نوشین آپی کی اچھی کاوش تھی۔ Yes its me میں بچوں اور ان کی پیاری باتوں کو دیکھ کر بڑا خوش ہوا خاص طور پر وہ بچہ جو کرسی کے مزے لے رہا تھا۔ بلاوا اور خوبانیاں پک گئیں اچھی رہیں میں خولہ ہوں ایک مسلمان بہن کی طاقت یاد دلاتی ہے جس ملک میں ایک بہن ہوں تو اس ملک پر آنچ نہیں آ سکتی آپ کون ہیں عروسہ یونس نے ایک اچھے موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔
سفیر حسین شاہ اوگی مانسہرہ

☆ ــــ "بلا" ایک ننھے بلے کی کہانی تھی جس پر ایک ایسے شخص کا بوجھ تھا جسے لوگ دھرتی پر بوجھ سمجھتے ہیں۔ بھیا یہ ایک معاشرتی المیہ ہے بہت سے صاحب استطاعت لوگوں نے اس پیشے کو اپنا رکھا ہے یہ بھی کام کچھ کم محنت طلب نہیں گلی گلی جگہ جگہ چکر لگانا اور ہاتھ پھیلانا پڑتا ہے خود کما کر کھا سکنے والے لوگ اپنا وقار اور انسانی قدر و قیمت کو گنوا کر اس پیشہ پر راج کئے بیٹھے ہیں جس کی وجہ سے مستحق فقرا کا بھی حق پامال ہو چکا ہے۔ ماسرہ مجید بھائی پھیرو

☆ ــــ آپ نے جس موضوع پر قلم اٹھایا ہے وہ نہایت ہی حساس اور اہم موضوع ہے۔ بے شک آپ نے اداریے اور بیڈ ٹائم سٹوری میں انٹرنیٹ کے غلط استعمال کے نقصان کے بارے میں پھول کے قارئین کو احسن طریقے سے اپنا پیغام پہنچایا ہے جس کی جتنی تعریف بھی کی جائے کم ہے۔
حمزہ شہزاد سرائے سدھو

☆ ــــ اداریہ اپنے اندر کچھ مختلف ہی سمیٹے ہوا تھا۔ ایسا مختلف جو ہمارے ہاں مختلف اور اجنبی نہیں ہے۔ ایسا بہت سے مقامات اور لوگوں کے ساتھ ہو رہا ہے۔ مگر مختلف اس لئے ہے کہ ایسے واقعات و معاملات کو منظر عام پر نہیں لایا جاتا۔ یقیناً بہت سے بھٹکے ان نازک اور شیشے کی طرح صاف و شفاف عکاسی کرنے والے الفاظ سے سبق حاصل کریں گے۔ عجب نہیں کہ ہدایت پا لیں۔ رانا مدثر علی ملتان

☆ ــــ آپ کون ہیں عروسہ یونس نے کیا خوب لکھا ہے ہمارے نوجوان تو بس باہر جانے کے خواب ہی دیکھتے ہیں انہیں کیا معلوم کہ جو مٹھاس یہاں کی روکھی سوکھی میں ہے وہ باہر کے چکن برگر میں کہاں پھیکی چیزیں اور پھیکے لوگ احساس سے عاری اور محبت کی خوشبو سے انجان نجانے یہاں سے کتنے لوگ بچوں کی خواہشات پوری کرنے کے لئے جاتے ہیں اور جب وہ اپنے پیاروں کو دیکھنے ان سے ملنے آتے ہیں تو جواب ملتا ہے آپ کون ہیں؟ قائد کہانی اپنے عروج پر ہے ہر ماہ ڈاکٹر صاحب قائد کی زندگی کے بہت سے گوشے بے نقاب کر جاتے ہیں۔ بہت سی دکھی کہانیاں پڑھنے کے بعد پروفیسر ظریف صاحب ہنسنے پر مجبور کر گئے ہیں منے میاں ایسے منے میاں کی کہانی جو تین بچوں کے باپ کے ہونے کے باوجود منے کے منے ہی ہیں۔ سو روپے کے غلام والا واقعہ خاص طور پر مزے کا لگا اور اس بات کی بھی سمجھ آ گئی کہ عقل بڑی یا بھینس قراۃ العین کنجاہ

☆ ــــ سرورق سے نظریں پھسلی اور جا کر اٹک گئیں
کرنوں کرنوں نے ایمان کو تازہ کرنے کا فریضہ
سرانجام دیا اداریہ تو واقعی کمال کا لکھا گیا تھا خاص طور پر "بازاروں میں
کھڑے بازاری لڑکے دوسروں کی بہو بیٹیوں کو چھونے کی کوشش
کرتے ہیں جیسے بسوں میں چڑھتے اترتے سکول و کالج جاتی لڑکیوں کو بھی
کندھے اور کبھی ہاتھوں سے بے دھیانی برے دھیان سے مس کرتے ہیں
بہت ہی زبردست تھا بہت پسند آیا۔ کیونکہ یہ ایک بڑا المیہ ہے "لاحاصل سے
حاصل" اچھی تحریر تھی۔ "بلاوا" میں سائرہ باجی نے خدا سے مانگنے کا طریقہ بتایا
ہے واقعی جب خلوص نیت سے دعا کی جائے تو وہ ضرور پوری ہوتی ہے خوبانیاں
پک گئیں میں انکل جمال کی کوششیں بار آور نہ ہو سکیں لیکن پھر بھی وہ عظیم
لوگوں میں شامل ہیں۔ توصیف الرحمن آفاقی کوٹلی آزاد کشمیر

☆ ــــ پھول بچوں کا بہت مقبول رسالہ ہے جسے تمام بچے بڑے شوق اور دلچسپی سے پڑھتے ہیں اس میں شائع ہونے والی تصاویر اور سرورق بہت نادر شاہکار پر مبنی ہوتے ہیں ہر اقسام کے مضامین کا واحد جریدہ ہے بہت بے چینی سے ہر ماہ اسکا انتظار رہتا ہے۔ واجد نگینوی۔ کراچی

☆ ــــ بلاوا ایک آرزو کی کہانی تھی اگرچہ "ایمان" کی خواہش بہت بڑی تھی۔ اتنی کہ دنیا و آخرت دونوں کو اپنے اندر سموئے تھی لیکن دینے والا بھی تو کم نہیں۔ ہماری اسلامیات کی ٹیچر مس خدیجہ کہتی ہیں کہ کبھی کبھی مانگنے والے کا انداز اللہ کو اتنا بھاتا ہے کہ وہ اس کی دعا قبول کرنے میں تاخیر کرتے ہیں تا کہ ان کا بندہ بار بار ان کے پاس آئے خوبانیاں پک گئیں تو مزید اداس کر گئی آپ کون ہیں واقعی ایک فکر انگیز تحریر تھی ہم اپنی اور اپنے پیاروں کی خوشی کے لئے اپنا وطن چھوڑتے ہیں ان کی آسائشوں اور خوشیوں کے دیئے کو اپنی زندگی کا تیل ڈال کر روشن رکھتے ہیں مگر اس روشن دیئے کے تلے اندھیرا ہمیں

جب نظر آتا ہے جب بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے۔ عامر احمد رحیم یار خان

☆ ــــ سائنس کی دنیا کی سیر کر کے فارغ ہوئے تو آگے ایک دانا بینا اور توانا کا ذکر تھا جو کچھ منفرد انداز غور و فکر کی دعوت لئے ہوئے تھا۔ "واہ کیا بات ہے" اچھا جا رہا ہے مگر کچھ حد تک یکسانیت زدہ معلوم ہوتا ہے۔ "نیکی نوٹ کالم" پسندیدہ ترین سلسلہ جات میں سے ایک ہے اور ہر لحاظ سے مکمل اور مضبوطی سے بھرپور ہے۔ "ہم بھی شعر کہتے ہیں" نے کم مدت میں اپنی افادیت و اہمیت کا لوہا منوایا ہے۔ اور مختلف شاندار اور "وزن" سے بھرپور نظمیں و غزلیں خوب اثر کرتی ہیں۔ فائزہ سیال کا خصوصی لیکچر "یہی تو ہے زندگی" بہت کچھ سکھا رہا تھا۔ یقیناً ہمارا کردار ہی ہماری شناخت اور سرمایہ ہے ایسا سرمایہ جس میں نفع ہی نفع ہے۔ فاروق ملک ملتان

☆ ــــ آپ بیتیاں مزے پڑھ کر بہت مزا آیا پھول کی جتنی تعریف کی جائے کم واہ کیا بات ہے سب نے اچھا لکھا ہوا تھا۔ Yes its me میں سب تصویریں اچھی تھیں خانہ کعبہ کی تصویر بہت اچھی تھی۔ انشاءاللہ ہم بھاگٹانوالہ میں ساتھیوں کو پھول سے متعارف کروائیں گے۔
طیبہ خالد اعوان بھاگٹانوالہ

☆ ــــ اس ماہ کا رسالہ بہت ہی زبردست تھا میں پھول رسالہ کا کئی سالوں سے مطالعہ کر رہا ہوں مگر خط پہلی دفعہ لکھ رہا ہوں اس ماہ کی کہانیاں لاحاصل سے حاصل آپ کون ہیں خوبانیاں پک گئیں اداریہ وغیرہ بہت اچھی تھیں۔ محمد عابد خانزادہ نواب شاہ

☆ ــــ سیدہ حسین فاطمہ کے کالم Tip to control your anger نے میرا بہت بڑا مسئلہ حل کر دیا ہے۔ طلع البدر علینا نے دل و دماغ پر پڑی گرد کو صاف کر دیا "پڑھ تو سہی" نے معاشرے کے حقائق اور خصوصاً ہری مرچیں واقعی موجودہ عوامی حالت کا کڑوا سچ بیان کرتے ہیں۔ ذکر ایک دانا بینا اور توانا کا پڑھ کر لگا کہ شاید ہم ہی اشفاق بابا سے ملنے گئے تھے "واہ کیا بات ہے" پڑھ کر بے اختیار منہ سے نکلا سبحان اللہ واہ کیا بات ہے ہم بھی شعر کہتے ہیں میں ہمارا اپیٹ واقعی لگتا ہے کہ کسی کا شادی اور چالیسویں کا آنکھوں دیکھا حال ہے۔ ماہ رخ سونیا پاکپتن

☆ ــــ پھول نے خانہ خدا کا اچھا سا پوسٹر دے کر تمام ریکارڈ ہی توڑ دیئے ہیں اتنا اچھا پوسٹر واہ جی پھول کی تو کیا بات ہے۔ سرورق دیکھ کر دل بہت خوش ہوا اداریہ پڑھ کر ہمارے بھی فیوز ہی اڑ گئے۔ ہمیں بھی چاہئے کہ اچھی چیز کا استعمال بھی کسی اچھی اور معلومات افزا چیز کیلئے کرنا چاہئے۔ ڈاکٹر محمد عمران کی چک نمبر 525 شیخوپورہ

☆ ــــ میں خولہ ہوں پڑھ کر بہت اچھا لگا طلع البدر علینا بہت اچھا سلسلہ ہے کچھ آپ بیتیاں مزے پڑھ کر بہت مزا آیا مسکرایئے آپ کے چہرے کی قدر بڑھے گی۔ پڑھ کر بہت ہنسی آئی اور اپنے پرائے نام پر لطیفہ پڑھ کر اچھا لگا اور سوچا کبھی ہم بھی ناروال میں رہتے تھے سبحان اللہ خانہ کعبہ کی تصویر دیکھ کر دل میں خواہش ابھری اللہ تعالیٰ ہم کو کب اپنے گھر کی زیارت کروائے گا۔ کفیلہ نعیم اعوان بھاگٹانوالہ

☆ ــــ ہمیشہ کی طرح کہانیاں بہت اچھی تھیں ایڈیٹر بھیا آپ کا بہت شکریہ ہے کہ خانہ کعبہ کا پوسٹر بھی ساتھ شائع کیا۔ پڑھ تو سہی بہت اچھا کالم ہے کچھ آپ بیتیاں مزے کی بہت اچھی تھیں۔ عرفانہ حنیف پنڈ سلطانی

☆ ــــ Back to Quaid اور قائد کہانی ساتھ ساتھ بہت اچھا۔ دونوں میں ہی پیارے قائد کی زندگی کو ہمارے سامنے نہایت اچھے انداز سے پیش کیا جا رہا ہے۔ ہوں کبھی نیا کالم شروع ہو گیا ہے پڑھ تو سہی بھئی کیا بات ہے کیا یہ تڑی ہے چلو پھر ایسا ہے تو پڑھ لیتے ہیں ہوں بھئی یہ تو بہت زبردست ہے "کچھ آپ بیتیاں مزے کی" میں ثوبیہ عالم کی ادھار مزے کی تھی لطیفے ٹھیک ہی تھے ہاں "حرام کھاتے ہیں" والا لطیفہ بہت اچھا ہے۔ سمیرا انجم ساہیوال

☆ ــــ اسلامی تاریخ سے ایک ورق یعنی "میں خولہ ہوں" نے خوب یاد دلایا عہد رفتہ "بلا" آپ کون ہیں؟ "پچھتاوا" اور دیگر کہانیاں بھی خوب ہیں۔ اداریہ پڑھ کر واقعی رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ یہ سفید چمڑی والے اب ہمارے دلوں سے رشتوں کی پہچان اور ادب و احترام کو یکسر موقوف کرنا چاہتے ہیں۔ ممتاز حبیب مردان

☆ ــــ میں پھول تقریباً تین چار ماہ سے پڑھ رہا ہوں اور میرا دل اس نے اپنی پیاری اور دلچسپ کہانیوں سے موہ لیا ہے اس سے پہلے میں پھول کلیاں میں بھی اپنی تحریریں بھیجتا ہوں اور اب میرے دل میں اشتیاق پیدا ہوا ہے کہ میں پھول میں بھی کوئی تحریر بھیجوں اس ماہ کے شمارے میں اداریہ بہت مزے کا تھا اور بہت دلچسپ بھی کہانی لاحاصل سے حاصل نوشین ناز کی بہت ہی زبردست رہی شہباز بخاری کی میں خولہ ہوں بھی بہت اچھی تھی۔
عمران اعظم شکرگڑھ

Phool World cup Special

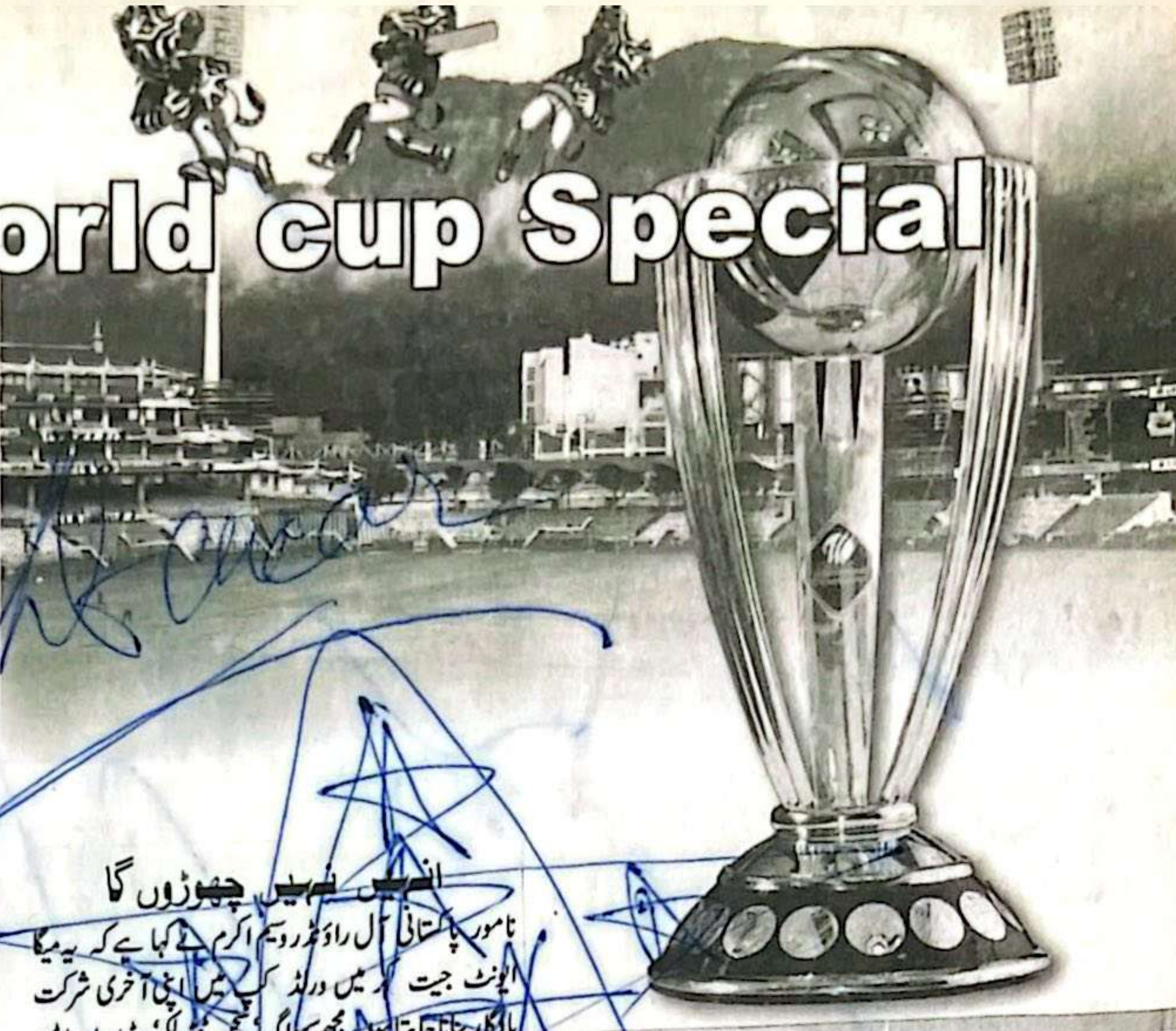

ورلڈ کپ کے بعد

پاکستان کرکٹ بورڈ نے سابق کپتان اور مایہ ناز آل راؤنڈر وسیم اکرم کے خلاف میچ فکسنگ کے الزامات کے متعلق لاہور ہائیکورٹ کے حکم کے بعد پی سی بی کے جنرل منیجر ذاکر خان کی سربراہی میں ایک رکنی کمیٹی قائم کی ہے جو ورلڈ کپ کے بعد وسیم اکرم کے دلائل سنے گی اور وسیم اکرم پر لگے میچ فکسنگ کے تمام الزامات جنہیں وسیم اکرم نے لاہور ہائیکورٹ میں چیلنج کیا تھا اس کے متعلق ثبوت کارروائی کر کے جلد فیصلہ سنائے گی۔

صدارتی مذاق

جنوبی افریقہ کے ورلڈ کپ سکواڈ نے ملک کے صدر تھابو امبیکی سے ملاقات کی، ٹیم کے کپتان شان پولاک نے صدر کو 7 نمبر کی شرٹ پیش کی، پولاک نے مذاق کے طور پر صدر کو ٹیم کا ممبر بننے پر مبارک باد بھی دی۔ صدر نے شان پولاک پر جوابی حملہ کرتے ہوئے کہا کہ میں اپنی کابینہ سے مطمئن نہیں ہوں اگر ٹیم ورلڈ کپ جیت گئی تو میں شان پولاک کو وزیر خزانہ اور ہرشل گبز کو وزیر دفاع مقرر کروں گا۔

شین وارن کی چھٹی

ممنوعہ ادویات کے استعمال پر آسٹریلوی لیگ سپنر شین وارن ورلڈ کپ سے آؤٹ ہو گئے اور انہیں واپس وطن جانا پڑا۔ اطلاعات کے مطابق وارن اپنے زخمی کندھے کے علاج کیلئے ایسی ادویات استعمال کرتے رہے جو ممنوعہ کے زمرے میں آتی ہیں۔ شین وارن ورلڈ کپ کے بعد ریٹائرمنٹ کا بھی ارادہ رکھتے ہیں۔ وارن نے اس فیصلے پر ردعمل ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں نے کارکردگی بڑھانے کی دوا کا سہارا نہیں لیا۔

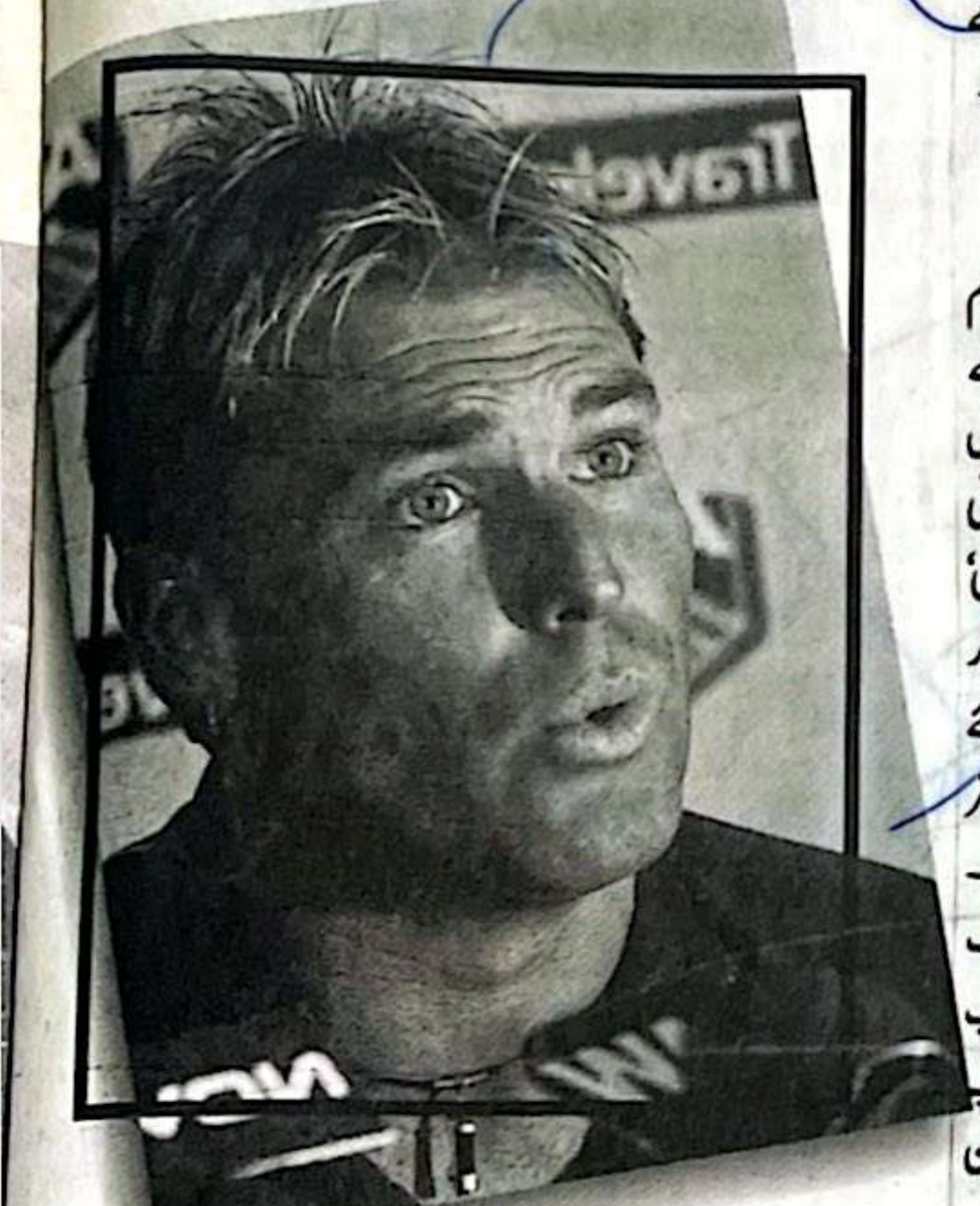

انہیں نہیں چھوڑوں گا

نامور پاکستانی آل راؤنڈر وسیم اکرم نے کہا ہے کہ یہ میگا ایونٹ جیت کر میں ورلڈ کپ میں اپنی آخری شرکت یادگار بنانا چاہتا ہوں مجھے سچن ٹنڈولکر، ہیڈن اور ایڈم گلکرسٹ کی صلاحیتوں سے آگاہی ہے انہیں اپنا ہدف ضرور بناؤں گا۔

جنوبی افریقہ کے بعد ....

جنوبی افریقہ کے بعد ورلڈ کپ میں پاکستان کو مقبول ترین ٹیم قرار دیا جا رہا ہے جس کی بڑی وجہ وسیم اور وقار کا تجربہ بیان کی جاتی ہے۔ جنوبی افریقہ کے اخبارات نے پیش گوئی کی ہے کہ 23 مارچ کو فائنل نیوزی لینڈ اور پاکستان کی ٹیموں کے درمیان ہوگا۔ پاکستان کیلئے 23 مارچ کی تاریخ بہت اہمیت کی حامل ہے۔ آسٹریلیا کے کپتان پونٹنگ نے بھی اقرار کیا ہے کہ پاکستانی ٹیم کراؤڈ کیلئے فیورٹ ہوگی۔

پوری قوم کو آپ سے امید ہے

وزیراعظم ظفراللہ جمالی نے کرکٹ ٹیم کے کپتان کے نام ایک پیغام میں کہا ہے کہ ورلڈ کپ میں آپ کی شمولیت کے موقع پر تمام قوم آپ سے امید لگائے بیٹھی ہے کہ آپ اس موقع پر سرخرو ہو کر لوٹیں گے۔ پاکستانی ٹیم پر قوم کا اعتماد کوئی نئی بات نہیں۔ ہمارے کھلاڑیوں نے ہمیشہ جس جوانمردی، ہمت اور صلاحیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے پاکستان کا وقار بلند کیا ہے۔ اگر آپ قوم کی امنگوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں گے تو دنیا کی بہتر سے بہتر ٹیم آپ کی صلاحیتوں کے سامنے ٹھہر نہیں سکے گی۔ مسلسل ہمت، ڈسپلن اور ٹیم سپرٹ کسی بھی ٹیم کو ہمیشہ ایک باوقار کامیابی سے ہمکنار کرتی ہے۔ انہوں نے کہا آپ یقیناً جانتے ہوں گے کہ دنیا بھر کے تجزیہ نگاروں نے آپ کو دنیا بھر کی ٹیموں میں اولیت کا درجہ دیا ہے۔ آپ نے ان تجزیہ نگاروں کی آرا کو حقیقت ثابت کرنا ہے۔

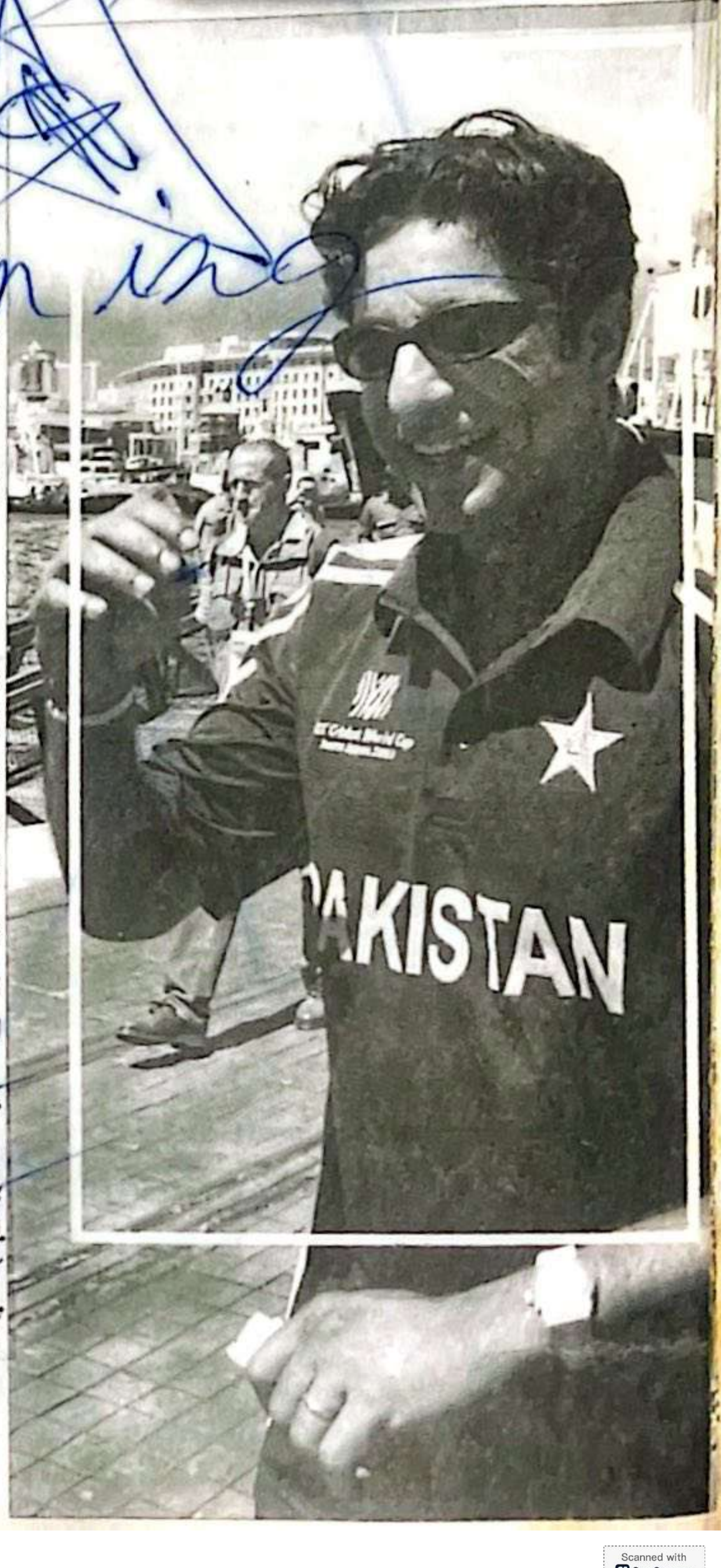

Scanned with CamScanner

Phool World cup Special

انگلینڈ کا انکار زمبابوے کی موجیں

انگلینڈ کے ہرارے میں میچ کھیلنے سے انکار نے جنوبی افریقہ کو 4 پوائنٹ دلوادیے آئی سی سی کی ایونٹ ٹیکنیکل کمیٹی نے انگلینڈ کے خلاف فیصلہ سنایا۔ انگلینڈ کو 4 پوائنٹس سے ہاتھ دھونے کے ساتھ ساتھ میچ منعقد نہ ہونے کی وجہ سے ہونے والے مالی نقصان کا ازالہ بھی کرنا ہوگا۔

میں نے گر بتا کر بھیجا ہے

92ء کا ورلڈ کپ جیتنے والے کپتان عمران خان نے کہا ہے کہ میں نے وقار یونس اور انضمام کو ٹپس دے کر بھیجا ہے قومی ٹیم سپر سکس میں پہنچ گئی تو ورلڈ کپ جیتنے کا چانس بن جائے گا۔ آج تک ورلڈ کپ میں فیورٹ ٹیم کامیاب نہیں ہوئی کیونکہ فیورٹ ہونے کی بنا پر اس پر بڑا پریشر ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر مجھے موقع دیا جاتا تو میں ٹیم میں جذبہ پیدا کر سکتا تھا۔

ٹنڈولکر کا بیٹ لارا کی گڈلک

ویسٹ انڈین بیٹسمین برائن لارا کیلئے بھارت کے سچن ٹنڈولکر کی طرف سے دیا گیا آٹوگراف بیٹ خوش بختی کی علامت بن گیا۔ برائن لارا نے اس بیٹ سے جنوبی افریقہ کے خلاف سنچری کی ٹنڈولکر نے اس بیٹ پر اپنے آٹوگراف کے ساتھ ان کیلئے نیک تمناؤں کا اظہار کیا تھا جس پر لارا نے سچن کو مایوس نہیں کیا۔

خدا حافظ کرکٹ

جنوبی افریقہ کے مایہ ناز کرکٹر جونٹی روڈ نے کرکٹ کو خیرآباد کہہ دیا ہے۔ وہ کینیا کیخلاف ورلڈ کپ میچ کھیلتے ہوئے اپنا ہاتھ تڑوا بیٹھے تھے جس کے باعث اگلے ہی روز انہیں ٹیم سے ڈراپ کردیا گیا۔ جونٹی نے بتایا کہ میں ورلڈ کپ کے بعد ریٹائر ہونے کا پہلے ہی پکا ارادہ رکھتا تھا اب یہ کچھ قبل از وقت کرنا پڑا ہے۔ مگر جب تک کسی دوسرے شخص کے ساتھ کوئی واقعہ نہیں ہوتا تو پھر ریٹائرمنٹ اٹل ہی ہے۔ روڈز دنیا کے بہترین فیلڈر اور اچھے مستند بلے باز شمار کئے جاتے تھے انہیں سلیکٹرز نے اس انکشاف پر ڈراپ کردیا تھا کہ وہ تین ہفتے تک کرکٹ نہیں کھیل سکیں گے۔ جونٹی روڈ ہاکی کے انٹرنیشنل کھلاڑی بھی رہ چکے ہیں 3 سال قبل ٹیسٹ کرکٹ سے کنارہ کش ہو گئے تھے۔ انہوں نے جنوبی افریقہ کی سب سے زیادہ 345 ون ڈے میچوں میں نمائندگی کے علاوہ 52 ٹیسٹ کھیلے۔

ورلڈ کپ کی تیز ترین گیند

شعیب اختر ورلڈ کپ کی تاریخ میں تیز ترین بولنگ کرانے والے باؤلر بن گئے ہیں انہوں نے نمیبیا کے خلاف میچ میں 98.5 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گیند پھینکی، یہ گیند انہوں نے نمیبیا کے آخری بیٹسمین روڈی وان ورن کو کرائی، میچ میں انہوں نے 4 وکٹیں حاصل کیں۔ میچ کے بعد 27 سالہ فاسٹ باؤلر نے ایک انٹرویو میں کہا کہ مجھے ورلڈ کپ تاریخ کی تیز ترین گیند کرانے پر بہت خوشی ہے لیکن میرا اصل مقصد وکٹیں حاصل کرنا ہے۔ میں اپنی ٹیم کو ورلڈ کپ جیتتا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں۔ میرے لئے تیز ترین گیندیں کروانے سے زیادہ وکٹیں حاصل کرنا اہم ہے۔

پہلا پہلا ....

آٹھویں ورلڈ کپ کا افتتاحی میچ کیپ ٹاؤن سٹیڈیم میں کھیلا گیا، ٹورنامنٹ کا پہلا ٹاس ویسٹ انڈیز کے کپتان کارل ہوپر نے جیتا جبکہ صدی کے پہلے میگا ایونٹ کی پہلی گیند جنوبی افریقہ کے کپتان شان پولاک نے کرائی جس کو کھیلنے کا اعزاز ویسٹ انڈین اوپنر کرس گیل کو حاصل ہوا۔ ویسٹ انڈیز کے کرس گیل نے پہلا رنز بنانے کا اعزاز حاصل کیا۔ پہلا چوکا اور پہلا چھکا برائن لارا نے لگایا۔ ویسٹ انڈیز کے ویول ہائینڈز ٹورنامنٹ میں پہلے آؤٹ ہونے والے کھلاڑی بنے جبکہ ان کی وکٹ جنوبی افریقہ کے کپتان شان پولاک نے حاصل کی۔ ایونٹ کا پہلا کیچ مارک باؤچر نے لیا۔ ٹورنامنٹ کی پہلی نصف سنچری گیری کرسٹن اور پہلی سنچری ویسٹ انڈیز کے برائن لارا کے حصے میں آئی۔

Phool World cup Special

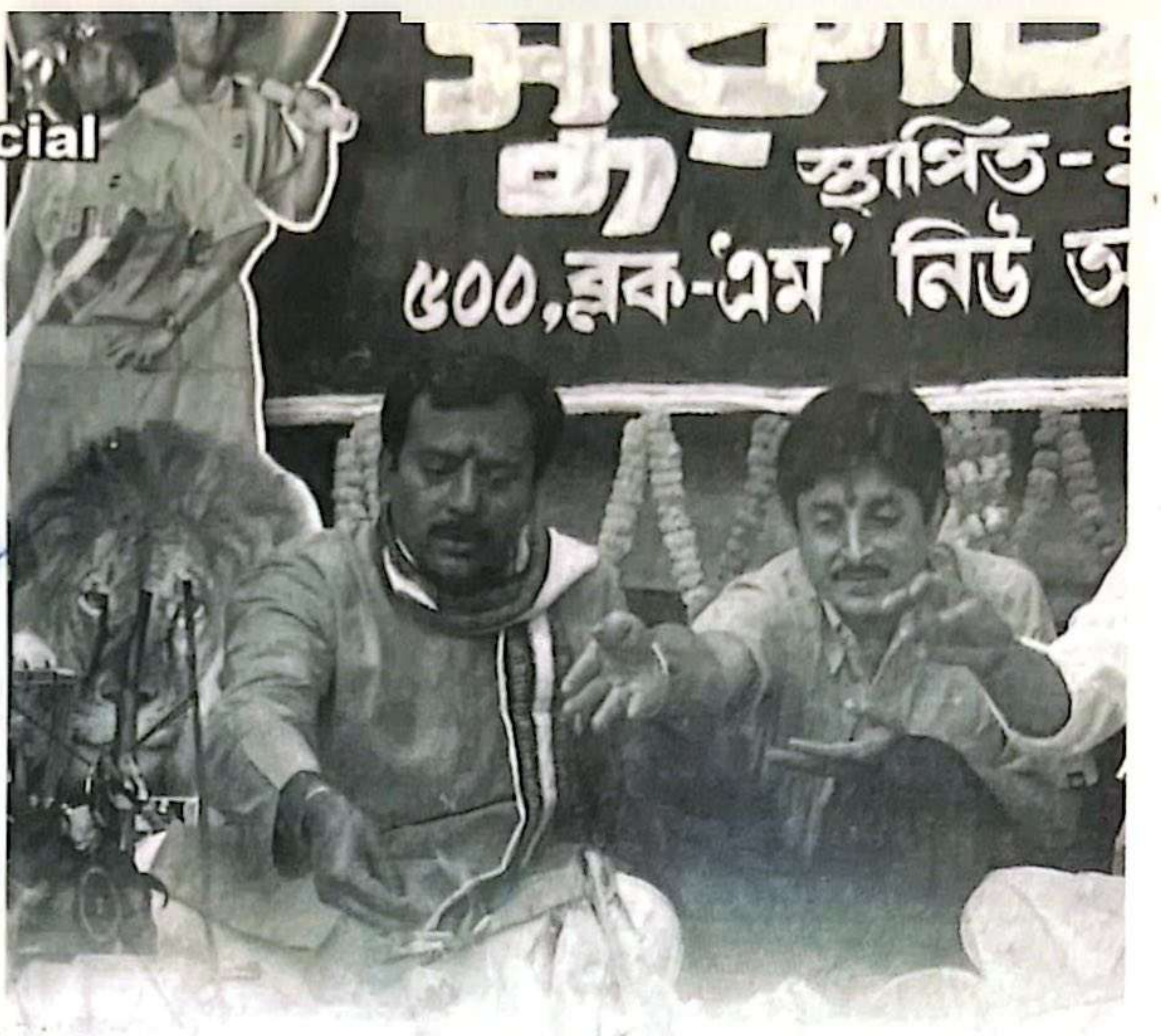

پیش گوئی مشکل ہے

پاکستان کی کرکٹ ٹیم کے سابق کپتان معین خان کا کہنا ہے کہ آئی سی سی ورلڈ کپ کرکٹ ٹورنامنٹ میں شرکت کرنے والی پاکستانی ٹیم اس ٹیم سے بہتر ہے جس نے عمران خان کی قیادت میں کرکٹ ورلڈ کپ جیتا تھا۔ معین خان نے کہا کہ موجودہ ٹیم میں کئی ایسے سینئر کھلاڑی ہیں جو دنیائے کرکٹ میں متعدد ریکارڈز کے حامل ہیں اس کے ساتھ نئے ٹیلنٹ کی بھی کمی نہیں اور اس طرح تجربے اور ٹیلنٹ کا خوبصورت امتزاج سامنے آیا ہے۔ معین خان نے کہا کہ اگر یہ ٹیم اپنی استعداد کے مطابق کارکردگی کا مظاہرہ کرنے میں کامیاب ہوگئی تو کوئی وجہ نہیں کہ پاکستانی ٹیم ورلڈ کپ نہ جیت سکے۔ معین خان نے کہا کہ پاکستان کو ایک مشکل پول میں رکھا گیا ہے جس میں زیادہ تر میچ سخت ہوں گے انہوں نے کہا کہ آسٹریلیا، انڈیا، انگلینڈ اور زمبابوے کے خلاف پاکستان کے میچ بہت اہم ہیں اگر پول میچوں میں پاکستان کی کارکردگی اچھی رہی تو ٹیم کیلئے ٹورنامنٹ اچھا رہے گا۔

آسٹریلیا کے خلاف کھیلا جانے والا پول میچ پاکستانی ٹیم کیلئے اہم میچ ثابت ہوا اس میچ سے پہلے ٹیم کے کپتان عمران خان اور سینئر کھلاڑی جاوید میانداد نے کھلاڑیوں کی ایک میٹنگ کی اور انہیں باور کرایا کہ یہ میچ ٹیم کیلئے بہت ہی اہم ہے اور اگر وہ اس میچ میں ہار گئے تو ٹیم ٹورنامنٹ سے باہر ہو جائے گی۔ معین خان کے بقول ان سینئر کھلاڑیوں کی نصیحت کا دیگر کھلاڑیوں پر بہت اثر پڑا اور وہ ایک نئے جذبے کے ساتھ میدان میں اترے اور نتیجہ سب کے سامنے ہے۔ مختلف ٹیموں کے جیتنے کے امکانات کے بارے میں معین خان نے کہا کہ اگرچہ حالیہ کارکردگی کی بنا پر آسٹریلیا اور جنوبی افریقہ کی ٹیموں کو فیورٹ قرار دیا جا رہا ہے لیکن ٹورنامنٹ کی فاتح ٹیم کے بارے میں پیش گوئی کرنا بہت مشکل ہے۔

بھارتی کپتان گنگولی بیمار ہو گئے

بھارتی کپتان سارو گنگولی نے اس وقت اپنے ساتھی کھلاڑیوں کو خوف سے دوچار کر دیا جب وہ سو کر اٹھنے پر وائرل انفیکشن اور گلے کی خرابی میں مبتلا پائے گئے۔ تاہم گنگولی نے بخار کی پرواہ کئے بغیر ورلڈ کپ قوانین کا جائزہ لینے کیلئے کپتانوں اور ٹیم منیجرز کے اجلاس میں شریک ہوئے جس کا اہتمام آئی سی سی نے کیا تھا۔ بھارتی ٹیم کے ایک آفیشل نے بتایا کہ گنگولی صبح جب نیند سے بیدار ہوئے تو ان کی حالت بڑی خراب تھی مگر اس کے باوجود اس نے اجلاس میں شرکت پر اصرار کیا۔ دراصل ٹیم منیجر باجپائی نائب کپتان ڈیورڈ کو اس اجلاس میں بھیجنے پر تیار تھے مگر گنگولی نے خود جانا پسند کیا۔

شکست کہیں شامت کہیں

بھارت میں کرکٹ کے پرستاروں نے آسٹریلیا کے خلاف ٹیم کی مایوس کن پرفارمنس پر ناراضی کا اظہار موبل آئل اور سیاہ پینٹ بھری پلاسٹک کی تھیلیاں بیٹسمین محمد کیف کے گھر کی دیوار پر مار کر کیا۔ آؤٹ آف فارم محمد کیف کو آسٹریلیا کے خلاف بھی صرف ایک رن پر آؤٹ ہوا جبکہ پوری بھارتی ٹیم 125 رنز پر ڈھیر ہو کر نو وکٹ سے ہار گئی۔ چند ماہ قبل محمد کیف کی بے مثال بیٹنگ کی بدولت بھارت نے نیٹ ویسٹ ٹرافی فائنل میں انگلینڈ کا 325 رنز کا بڑا ہدف عبور کیا تھا تو کیف اپنے شہر کی آنکھوں کا تارہ بن گیا تھا' لیکن حالیہ ناکامیوں کے بعد پورا شہر اس سے ناراض ہے۔ کیف کے بھائی محمد سیف نے کہا کہ ہم لوگ نعروں کی وجہ سے پوری رات سو نہیں سکے۔ فیملی نے اس واقعے کی بنا پر پولیس سے مدد طلب کی ہے۔ ادھر کلکتہ میں کپتان سارو گنگولی کے گھر پر بڑی تعداد میں لوگوں نے مظاہرہ کیا جو گنگولی کیخلاف نعرے اور طنزیہ جملے ادا کر رہے تھے اور اسی قسم کے بینرز بھی اٹھائے ہوئے تھے۔ مظاہرین کا مطالبہ تھا کہ گنگولی فوری طور پر قیادت چھوڑ دے۔ نوجوانوں کے اس مظاہرے کے بعد حفاظت کیلئے گنگولی کے گھر کے باہر پولیس تعینات کر دی گئی ہے۔

خوش قسمت واس

سری لنکا کے فاسٹ باؤلر چمندا واس ثقلین مشتاق اور چیتن شرما کے بعد ورلڈ کپ میں ہیٹ ٹرک کرنے والے دنیا کے تیسرے کھلاڑی بن گئے ہیں۔ انہوں نے ورلڈ کپ کی تاریخ میں نیا ریکارڈ قائم کیا ہے۔ انہوں نے پہلے ہی اوور میں 4 کھلاڑی آؤٹ کئے اس سے پہلے اوور میں دو کھلاڑیوں کو آؤٹ کرنے کا ریکارڈ ہے بنگلہ دیش کے خلاف میچ میں واس نے 9.1 اوورز میں 25 رنز دیکر 6 کھلاڑی آؤٹ کئے۔

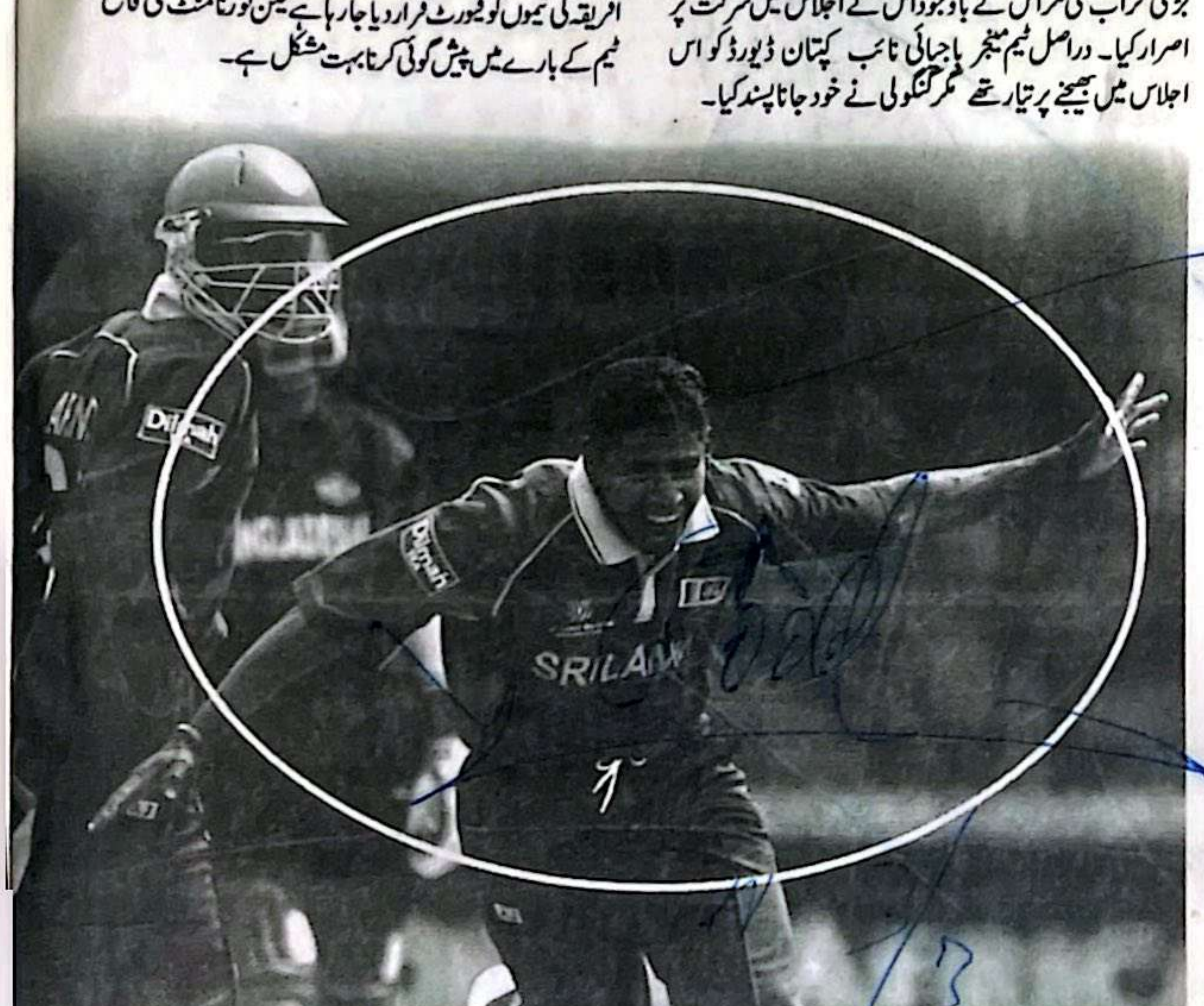

→ high indices of refraction or good transmittance in the infrared part of the spectrum.

زندگی کے سارے سُکھ صحت اور تن درستی سے ہیں

Stabilizers are oxides of calcium, aluminium ( ) zinc

→ makes the glass more stable.

Silica + Sod oxide produce water glass dissolves in

Oxides of boron phosphorous, germanium arsenic

A flux acts to form mixture with formers

Fluxes or Modifiers are oxides of Sod; barium and lithium.

ایلوویرا اور منتخب نباتات کا صحت افزا مرکب

تن سُکھ سے تن درست

تن سُکھ جسم و جاں کو تقویت پہنچاتی ہے، نظامِ ہضم اور افعالِ جگر کی اصلاح کرتی ہے۔

ہمدرد

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:

www.hamdard.com.pk

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعاتِ ہمدرد خریدتے ہیں۔ جائز منافع بین الاقوامی شہرِ علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

Adarts-HTS-12/97

or can be used as an adhesive or protective coating or any other type of glass. These are → chemical compounds

→ Intermediates are added to reduce the reactivity of glass.

مرچ اور مارچ

ہمیں منزل کی طرف مارچ کرتے رہنا چاہیے چاہے ہندوؤں کو مرچیں لگیں

تنویر حسین

ہم لکھنے بیٹھے تو پنسل ماتھے پر مار مار کر سوچنے لگے کہ مارچ سے کیا مراد ہے اور یہ لفظ آخر کہاں سے نکلا ہے؟ بہت سے لفظ ایسے ہیں جو گھر یعنی ڈکشنری یا منہ سے بلا سوچے سمجھے نکل پڑتے ہیں۔ آخر کیا ہوتا ہے، وہی لفظ بندے کے گلے میں پڑ ڈلوا دیتے ہیں۔ پھر بندے کو سانس لینا دشوار ہو جاتا ہے۔ مارچ کا لفظ گھر سے بڑا سوچ سمجھ کر نکلا تھا۔ کیونکہ یہ لفظ اس وقت گھر سے نکلا' جب مسلم لیگ نے آزادی کی خاطر بڑے بڑے جلوس نکالنے شروع کئے۔ مارچ بہت غریب تھا۔ اتنا غریب کہ پیدل ہی چلا کرتا تھا۔ انگریز اور ہندو کہا کرتے تھے کہ ''مارچ'' بہت ہی مفلس اور قلاش ہے۔ اس کے پاس تو سائیکل تک نہیں۔ پھر یہ خوراک سے بھی محروم ہے اسلئے یہ جلد تھک ہار کر بیٹھ جائے گا اور گھر کی چاردیواری میں رہ کر اپنی ٹانگیں دبوایا کرے گا۔ مارچ اتنا سمجھدار اور دوراندیش تھا کہ وہ قائداعظم محمد علی جناح' محترمہ فاطمہ جناح اور دیگر مسلم لیگی رہنماؤں کے ساتھ چلنے لگا۔ اس نے دن دیکھا نہ رات۔ چلنا چلنا مدام چلنا اس کا مقصد تھا۔ مارچ نے پیاس برداشت کی اور بھوک بھی۔ بالآخر 1940ء کا زمانہ آ گیا۔ مسلم لیگی قافلہ مارچ کرتے ہوئے منٹو پارک میں پہنچ گیا۔ پیارے بزرگو اور بہت ہی پیارے بچو! مارچ کو پیدل چل چل کر قرار ہی نہیں آ رہا تھا۔ قائداعظمؒ اور دوسرے مسلمان رہنماؤں نے مارچ کی ٹانگیں اور اس کے پاؤں دیکھے۔ ان پر زخم بھی تھے اور ان سے سفر کی مشکلات اور تکالیف کا خون بھی رس رہا تھا۔ سب رہنماؤں نے سوچا کہ مارچ کو قرار کی اشد ضرورت ہے اسلئے 23 مارچ کو قرار پہنچانے کیلئے ایک قرارداد منظور کی گئی۔ مارچ کو چونکہ لاہور ''مینار پاکستان'' میں قرار ملا تھا' اسلئے اسے قرارداد لاہور یا قرارداد پاکستان کا نام دے دیا گیا۔

پیارے بچو اور پیارے بزرگو! جس طرح دوائیوں اور مرچوں کے مابعد اثرات ہوتے ہیں اسی طرح مارچ کے بھی کچھ اثرات ظاہر ہوئے۔ ہندوؤں کو مارچ سے خصوصاً 23 مارچ سے بہت سی مرچیں لگیں۔ ہندوؤں کا خیال تھا کہ مرچوں کو بیچنا اور مسلمانوں کے زخموں پر مرچیں لگانا ان کا پیدائشی حق ہے۔ ہندو ظالم مسلمانوں کو اکثر مرچیں لگاتے تھے۔ کبھی مسلمانوں پر نوکریوں کے دروازے بند کروا دیتے تھے۔ کبھی فرقہ ورانہ فسادات شروع کروا کر مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگ لیتے۔ کبھی مسجدوں کے سامنے باجے بجاتے اور کبھی بندے ماترم کا ترانہ ایجاد کرتے مگر مرچیں اتنی بے وقوف نہیں تھیں۔ مرچ ہماری تھی کیونکہ اس کا رنگ سبز ہوتا ہے۔ جب مرچ جلال میں آ جاتی ہے تو اس کا رنگ سرخ ہو جاتا ہے۔ 23 مارچ کو اس کا جلال دیدنی تھا۔ انگریزوں کا چہرہ مرچوں کے بغیر ہی سرخ ہوتا ہے لیکن 23 مارچ کو لگنے والی مرچیں ہندوؤں کو ابھی تک لگ رہی ہیں۔ ہندو لیڈر جس طرح کے بیان دیتے رہتے ہیں' یہ 23 مارچ والی مرچوں ہی کا کمال ہے۔

جب ہندوؤں کو 23 مارچ کو مرچیں لگیں تو انہوں نے چینی اور شکر کا استعمال زیادہ کر دیا۔۔ پھر 14 اگست 1947ء کو پاکستان بن گیا۔ ہندوؤں کو ایک بار پھر مرچیں لگنا شروع ہو گئیں۔ پیارے بچو! مطالعہ پاکستان ایک لازمی مضمون ہے امتحانات ہوتے رہتے ہیں۔ ہندوستان نے جس قسم کے حالات پیدا کر رکھے ہیں۔ کوئی بعید نہیں کہ کل کلاں امتحانات میں اس نوعیت کے سوالات پوچھے جایا کریں۔ نہرو رپورٹ کے جواب میں ہندوؤں کو جن نکات کے ذریعے مرچیں لگیں۔ وہ بیان کیجئے۔ 23 مارچ والی مرچیں ہندوؤں کو کس بھاؤ پڑیں۔ جب ہمارے قومی شاعر علامہ اقبالؒ نے خطبہ الہ آباد دیا تو ہندوؤں کو کتنے سال تک مرچیں محسوس ہوتی رہیں۔ جب لیاقت علی خاں نے ہندوؤں کو اپنا مکا دکھایا تو انہیں مرچوں کا کون کون سا رنگ نظر آیا تھا۔ جب پاکستان نے ایٹمی دھماکہ کیا تو ہندوؤں کو مرچوں کے ساتھ کچھ مصالحہ بھی لگا تھا۔ وہ مرچ اور مصالحہ کس علاقے میں پیدا ہوتا ہے۔ پیارے بچو اور پیارے بزرگو! ہمیں منزل کی طرف مارچ کرتے رہنا چاہیے' خواہ ہندوؤں کو مرچیں لگیں یا کسی اور کو۔

Let's share

پھول ساتھیوں کے تعلیمی، نفسیاتی مسائل، نوشین آپی کے مشورے اور حل زندگی یوں بھی تو آسان ہوا کرتی ہے۔

السلام علیکم پھول دوستو!۔

آپ سب سدا خوش رہیں اور دوسروں کے لئے بھی خوشی کا باعث بنیں (آمین)۔ تو سب سے پہلے Lets share میں ایک اچھی بات شیئر کر لی جائے پھر چلتے ہیں آپ کے کچھ پرابلمز کی طرف۔

ایک بہت مالدار شخص اپنی تمام کامیابیوں کے باوجود خوشیوں سے محروم تھا۔ وہ ایک بزرگ کے پاس دعا کیلئے گیا۔ بزرگ اپنی جگہ سے اٹھے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر دریچے کے پاس لے گئے۔

بتلاؤ باہر کیا نظر آ رہا ہے؟ انہوں نے پوچھا۔

بہت سے لوگ چل پھر رہے ہیں۔ مالدار شخص نے جواب دیا۔ اس کے بعد بزرگ نے اسے لے جا کر آئینے کے سامنے کھڑا کر دیا اور اب تم کو کیا نظر آ رہا ہے؟'' انہوں نے پوچھا۔ اب صرف میں نظر آ رہا ہوں؟ اس نے حیران ہو کر جواب دیا۔ ''اب میں تمہیں ان سوالات کا اصل مفہوم بتلا رہا ہوں'' بزرگ نے جواب دیا۔ جس دریچے سے تم ابھی جھانک رہے تھے۔ اس میں شیشہ لگا ہوا ہے اور یہ آئینہ بھی شیشے کا بنا ہوا ہے۔ جب تم نے سادے شیشہ سے باہر جھانکا تو بہت سے آدمی نظر آئے لیکن جب اس شیشہ میں جھانکا جسے ایک سمت سے بند کر دیا گیا ہے۔'' تو صرف اپنی جھلک نظر آئی'' جب تک اپنی ذات کے لئے سرگرم رہو گے' اپنی فلاح و بہبود کے لئے فکر مند رہو گے اور صرف اپنی مسرتوں کے لئے سرگرداں رہو گے سچی خوشی سے محروم رہو گے کیونکہ تم تنہا رہو گے اپنے سامنے بنائی ہوئی دیوار کے آئینے میں تم کو صرف اپنی جھلک نظر آتی رہے گی لیکن جب اس دیوار کو توڑ کر باہر دیکھو گے تو تمہیں دنیا نظر آ جائے گی۔ وہ چہرے نظر آ جائیں گے جو تم سے زیادہ ''دکھی محروم اور مغموم ہیں۔'' وہ چہرے نظر آئیں گے جن کے لبوں پر مسکراہٹ ہے جن کی آنکھوں میں عزم و حوصلے کی چمک ہے۔

مسرت ایک تتلی کے مانند ہے تم جب تک اس کے پیچھے بھاگو گے یہ ہاتھ نہ آئے گی اور جب تم اس کے لئے سرگرداں ہونا چھوڑ کر اپنا کام کرنا شروع کر دو گے تو یہ خود بخود تمہارے ہاتھ پر آ کر بیٹھ جائے گی۔

☆☆ سمیرا (جگہ نامعلوم) کا خط ملا جو کہ دو صفحوں پر مشتمل تھا۔ ''اگر کوئی مجھ سے غلط بات کر جائے تو میں گھبرا جاتی ہوں۔ میرا دل بہت تیز تیز دھڑکنے لگتا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے دم گھٹ رہا ہے کچھ سوچا نہیں جاتا پھر شاید مجھے خوف آنے لگتا ہے۔ سانسیں تیز تیز چلتی ہیں اور پھر میں رونا شروع کر دیتی ہوں'' اکثر بی پی لو رہتا ہے۔ امی کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس گئی تو اس نے ڈرپ لگا دی۔ جس سے صرف چند دن فرق رہا۔

دوست کی امی کی ڈیتھ کی خبر سن کر حالت بالکل قابو سے باہر ہو گئی۔ گھر میں کبھی کوئی چھوٹی موٹی بات ہو یا کوئی بڑا مسئلہ میری حالت خراب ہو جاتی ہے۔

گزشتہ روز امی ابو میں لڑائی ہوئی تو مجھے غشی سی طاری ہو گئی۔ بھائی ڈاکٹر کو لے کر آیا تو اس نے مجھے کہا کہ میں ہسٹریا کی مریض ہوں اس کے دورے پڑتے ہیں۔

آپی میں چاہتی ہوں کہ میں بے حس ہو جاؤں۔ کچھ بھی ہو بس میں نارمل رہنا چاہتی ہوں۔ یہ سارے تماشے مجھے اچھے نہیں لگتے۔ مجھے جواب ضرور دیجیے گا۔ اس سے پہلے کہ میں پاگل ہو جاؤں!

☆☆ اچھی سمیرا! Lets share کے Start کو ضرور پڑھنا۔ اور ہاں تم کو کس نے کہہ دیا ہے کہ تم نفسیاتی مریضہ ہو۔ بس اتنا ہے کہ کچھ لوگ کم حساس ہوتے ہیں اور کچھ زیادہ تم دوسری Catagory میں شامل ہوتی ہو۔

نماز تم باقاعدگی سے پڑھتی ہو۔ لیکن اس ساری خرابی کی وجہ ہے کہ تم نماز تو پڑھتی ہو لیکن اس پر Believe نہیں کرتی ہو۔ جس رب پاک سے دعا کی جاتی ہے تو ساری ذمہ داری بھی اس پر چھوڑ دینی چاہئے۔ اپنے آپ کو چھوٹا موٹا خدا جان کر اپنے مسائل حل کرنے کا سارا پریشر انسان جب خود لیتا ہے تو وہ ہمیشہ بے بس ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ قادر ذات وہ ہی ہے۔

ایک بہت خوبصورت بات ہے جو تم سے شیئر کرنا چاہوں گی۔ ''ہر کام جو کرتا ہے وہ اللہ ہی کرتا ہے۔ اور اللہ ہمیشہ اچھے ہی کیلئے کرتا ہے''

سہیلی کی والدہ فوت ہو گئیں تو اللہ کی رضا ہے۔ اگر کسی کو منہ توڑ جواب دینے کی آرزو دل میں رہ گئی تو اس میں رونے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ نے خوامخواہ ''لڑاکا'' ضرور کہلوانا ہے۔ جواب دینے کیلئے تو اللہ جی فرشتے رکھتے ہیں جو آپ کے خاموش رہنے پر بولتے ہیں۔ ورنہ چلے جاتے ہیں حضرت ابو بکر کا واقعہ بھول گئیں کیا۔ بہن بھائیوں میں لڑائیاں ہوتی رہتی ہیں۔ بہن بھائیوں سے اولاد جیسی فرمانبرداری کی توقع رکھنا سراسر غلطی ہے۔ وہ بھی تو اپنے ایج فیلوز ہوتے ہیں۔ اس لئے خوامخواہ کی Respect کی demand کرنا غلطی ہے۔ ان سے دوستانہ رویہ رکھیں جتنا آپ کو اس کا Result ملتا ہے وہ کافی ہونا چاہئے۔ بہتری کی گنجائش تو خیر ہر جگہ ہوتی ہے۔

اگر امی ابو کی لڑائی ہوتی ہے تو اس کو اتنا زیادہ سر پر نہ سوار کریں آخر کو دوسرے بہن بھائی بھی تو نارمل رہتے ہیں اور اکثر تو وہ خود بھی لڑ کر نارمل ہو جاتے ہوں گے اس کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ گھر میں سکون ہو۔ اور گھر کا ہر فرد کوشش کرے کہ صبح اٹھ کر ایک دوسرے کو سلام کرے اور اگر باہر سے بھی کوئی گھر میں داخل ہو چاہے گھر خالی ہو وہاں سلام کرے۔ گھر کے اندر کی ناچاقی ختم ہو جائے گی۔

آپ کے لئے کچھ خاص قسم کی ہدایات ہیں ان پر سختی سے عمل کریں۔ صبح صبح اٹھ کر صحن میں ناک سے سانس کھینچ کر منہ سے باہر نکلیں۔ آنکھیں بند کر لیں۔ مسلسل ''یاحی یاقیوم'' کا ورد دل میں دہرائیں۔ اپنے جسم کو ڈھیلا ڈھالا چھوڑ کر مسلسل پندرہ منٹ یہ مشق کریں۔

لباس میں نیلا اور گہرا سبز رنگ استعمال کریں۔ رات کو نیم گرم دودھ کا گلاس لیا کریں۔ کھانوں میں تیز مسالا نہ استعمال کریں۔ ابلے انڈے کو ہلکا سا نمک لگا کر استعمال کریں۔ اور جب خدانخواستہ دورہ سا پڑے تو گھر والوں کو تلقین کریں کہ کوئی الٹا سیدھا ٹوٹکا آپ پر نہ آزمائیں۔ بلکہ ٹھنڈا پانی پلائیں۔ ہاتھ پاؤں الٹے ہو جانا یا بے تحاشا اعصابی دباؤ لے کر غشی میں چلے جانے کے دوسرے نقصانات بھی ہیں۔

۔ یہ آپ کے Selfcontrel سے ہی ممکن ہے کہ اس کا سدباب ہو۔ رات کو سونے سے پہلے یہ الفاظ دہرایا کریں۔

''میں ایک بہادر لڑکی ہوں۔ مجھے اللہ پر پورا توکل ہے۔ وہ جو بھی کرے گا میں اس پر راضی ہوں۔ میں ہر روز اپنے آپ کو پہلے سے بہتر محسوس کرتی ہوں۔ میں سب سے بہتر ہوں'' ان الفاظ کو کم از کم چالیس بار دہراتے ہوئے سو جائیں۔ انشاءاللہ بہتری ہوگی اور یہ یاد رکھیں کہ آپ ہرگز ایک نفسیاتی مریضہ نہیں ہیں۔ آئندہ مجھے خط مکمل پتے کے ساتھ لکھیے گا۔

Special appericition Clapping

شکیلہ منظور۔ رودسہ چک نمبر 1 (ضلع قصور)

گزشتہ کالم میں پھول ساتھیوں سے گذارش کی گئی تھی کہ اپنی زندگیوں میں مثبت عمل کا صدقہ جاریہ شروع کریں۔ کوئی بھی اچھا کام کریں۔ چاہے چھوٹا ہو یا بڑا اور اس کو ہم اپنے کالم میں شیئر بھی کریں گے۔

تو ساتھیوں اے بگ ہینڈ فار دی شکیلہ منظور!

☆☆ بیالوجی کی پریکٹیکل کی کاپیاں چونیاں میں دستیاب نہ تھیں۔ اس لئے ان کو منگوا کر لڑکیوں کا پرابلم حل کیا۔

☆☆ کلاس میں کلاس فیلو کو پڑھائی میں مدد کی' عید کی تیاریوں میں امی کے ساتھ مل کر کام کیا' اپنی پاکٹ منی سے امی کو جوڑا خرید کر دیا کہ کسی غریب کو دے دیں اور کالج کے اقبال ڈے پر مل کر اور اپنی دوستوں کو بلا کر باجیوں کی مدد کی۔

تو شکیلہ چندا آپ کی سوچ میں کچھ اچھا کرنے کی جو تبدیلی آئی اس کے لئے ہم سب کی طرف سے ڈھیر ساری مبارک باد۔ امید ہے کہ آئندہ اور روز آپ اس عمل کو جاری رکھیں گیں۔

☆☆ گلناز قیصر۔ فیصل آباد سے

السلام علیکم نوشین آپی میں گلناز قیصر ہوں۔ فیصل آباد سے آپ نے میرا قد والا مسئلہ حل کر کے مجھے ساری زندگی کیلئے پراعتماد بنا دیا۔ ورنہ میں احساس کمتری کا شکار ہو جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دونوں جہان میں خوش رکھے۔ ہر دم کامیابی آپ کے قدم چومے۔ دنیا آخرت میں آپ کامیابی سے سرخرو ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتوں کی بارش کرے (آمین) آپی میرے تین مسئلے اور ہیں۔

(1) میں پیٹ کے بل سوتی ہوں۔

(2) پڑھائی میں لائق ہوں۔ لیکن لاپروا بہت ہوں۔

(3) نماز میں کوتاہی ہو جاتی ہے۔

☆☆ گلناز چندا مسئلہ حل ہوا اس کو جان کر خوشی ہوئی۔ ان تینوں مسئلوں کا حل صرف اور صرف ہمارے سیلف کنٹرول پر ہے۔ اگر ہم کسی چیز کو ناپسند کرنے لگیں تو خود بخود وہ ہم سے دور ہو جاتی ہے اسی طرح کچھ عادتیں ہوتی ہیں۔ الٹا سونے کے ڈھیروں ڈھیر نقصانات ہیں دل پر دباؤ پڑتا ہے۔ شیطان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ اوندھا لیٹتا ہے۔ ہمارے پیارے آقا نبی کریم ﷺ ہمیشہ دائیں کروٹ پر سوتے تھے۔ آپ خود سے اس عمل کو پسند کر کے مشق کرنے کی کوشش کریں۔ اس کے علاوہ اپنے سلیپنگ ڈریس کی قمیص کے آگے موٹے بٹنوں کا استعمال کریں۔

آپی میں چاہتی ہوں کہ بے حس ہو جاؤں

تم نے خوامخواہ لڑاکا بننا ہے

ان تینوں مسئلوں کا حل ایک ہی ہے

صحافتی دنیا میں بچوں کا پہلا نیوز پیپر

پھول اخبار
لاہور
ایڈیٹر اختر عباس

انٹرنیٹ پر فلٹر کی لازمی پابندی حکومت نئی نسل کو یوم پاکستان کا تحفہ دے

فلٹر لگا کر بے راہ روی کے سیلاب کو روکا جائے: ماہرین نفسیات اور والدین کا مطالبہ

لاہور (نمائندہ خصوصی) ماہنامہ پھول نے نئی نسل کے مستقبل سے کھیلنے والے انٹرنیٹ کلبوں اور انٹرنیٹ یوزر کے حوالے سے آگاہی مہم کو ملک بھر میں سراہا جا رہا ہے۔ ممتاز ماہر نفسیات پروفیسر ارشد جاوید نے ایڈیٹر پھول کی اس تجویز سے پرزور اتفاق کیا ہے کہ حکومت فوری طور پر انٹرنیٹ پر فلٹر لگائے ـــ اور انٹرنیٹ کلبوں میں بے کیبن ختم کرے۔ عظمت شیخ اور سیکرٹری اکرم زبیر کے علاوہ پھول پیرنٹس کونسل کے چیئرمین نسیم اختر شیخ وائس چیئرمین ممتاز ماہر تعلیم' ڈاکٹر شکیل احمد نے حکومت پر زور دیا ہے کہ پھول کی اس قومی خدمت میں حکومت اپنا حصہ ڈالے اور یوم پاکستان پر سعودی عرب اور ایران کی طرح فلٹر کی پابندی لازم کر دے

باقی صفحہ 71 پر

پھول کلب ملتان کے نئے عہدیداروں کا چناؤ

پھول کلب ملتان کا انتظامی اجلاس صدر پھول کلب پنجاب خواجہ مظہر نواز صدیقی کی زیر صدارت مقامی ہوٹل میں منعقد ہوا جس میں پھول کلب ملتان کے سال 2003ء کے نئے عہدیداران کا چناؤ کیا گیا۔ اجلاس میں کیے گئے فیصلوں کے مطابق سید ارتضیٰ حیدر (جنرل سیکرٹری پھول کلب پنجاب) محمد فاروق ملک (رابطہ سیکرٹری پھول کلب پنجاب) نعیم اقبال' دعرفات ظہور (سینئر ایڈوائزرز)' زبیر ارشد بھٹہ (صدر پھول کلب ملتان سٹی) عبدالحسیب (نائب صدر)' عابد حسن عباسی (جنرل سیکرٹری)' علی ساجد (ایڈیشنل جنرل سیکرٹری) کامران سلیم (انچارج پھول ہیلتھ کیئر) نامزد کیا گیا۔ اجلاس میں مستقبل کا لائحہ عمل بھی زیر بحث

باقی صفحہ 71 پر

پاکستان میں چائلڈ جرنلزم امکانات اور جائزہ
ملتان میں پھول کا یادگار سیمینار

پھول ایک رسالہ نہیں تحریک کا کام کر رہا ہے۔ بچوں اور نوجوانوں میں شعوری بیداری کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔ ڈاکٹر کریم ملک ذرا سی محنت بڑی کامیابی تک لے جاتی ہے۔ ایڈیٹر بھیا

رپورٹ: عبدالحسیب (شعبہ کمپیوٹر سائنس بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان) 4 جنوری 2003ء کو بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان کے شعبہ ابلاغیات کے سیمینار ہال میں خصوصی سیمینار بعنوان "پاکستان میں چائلڈ جرنلزم کے امکانات اور جائزہ" منعقد ہوا۔ تقریب کی صدارت ڈاکٹر کریم ملک (سربراہ شعبہ ابلاغیات زکریا یونیورسٹی ملتان) نے کی۔ مہمان خصوصی اختر عباس (ایڈیٹر ماہنامہ پھول) اور مہمان اعزاز خواجہ مظہر صدیقی (صدر پھول کلب پنجاب) تھے۔ 4 جنوری 2003ء کی صبح

باقی صفحہ 71 پر

المسلم پبلک سکول فیصل ٹاؤن کی سالانہ تقریب تقسیم انعامات کے موقع پر انعام پانے والے طلبہ وطالبات

یوم یکجہتی کشمیر پر پھول کلب نارووال کی ہیٹ ٹرک

ریلی میں طلباء کی بھرپور شرکت پروگرام 2 گھنٹے جاری رہا۔ کشمیر پر فلم بھی دکھائی گئی۔

رپورٹ: ابرار الحق خوشیہ' محمد لطیف سیال۔ انتظامیہ: احسان محمود چیمہ' سعید شباب' محمد انیس' دانش' عدنان افضل' نعیم احمد' احمد قمر' عمران گوندل' ذیشان ملک' نعیم اقبال نعیم [illegible] پروفیسر عبدالعزیز' پرواز' احسان محمود چیمہ خصوصی تعاون: دانش فوٹو سٹوڈیو ریلوے روڈ نارووال [illegible] بازار نارووال۔ اس مرتبہ بھی پھول کلب نارووال نے یوم [illegible]

باقی صفحہ 71 پر

حافظ آباد میں پھول کلب کا سب سے لمبا پروگرام

رپورٹ: محمد عاصم رضا تعاون! جناح پبلک سکول حافظ آباد پھول کلب حافظ آباد کے اجلاس میں 6 جنوری کو ہونے والے چلڈرن میلے میں سٹال لگانے کا فیصلہ کیا گیا۔ تاکہ پھول کی خوشبو کو ضلع بھر میں پھیلایا جا سکے۔ تمام پھول ممبرز 6 جنوری کو صبح دس بجے میونسپل پارک میں جمع ہو گئے۔ اس چلڈرن میلے میں ٹی وی اور سٹیج کے فنکاروں کو مدعو کیا گیا تھا۔ سخت سردی کے باوجود ضلع بھر کے سکولوں کے بچے اس میلے میں شرکت کے لئے آئے۔ پروگرام کا آغاز ٹھیک گیارہ بجے تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ پھر ایک بچے نے نعت رسول مقبول پڑھی۔ اس کے بعد نسیم علی شیرازی نے چائلڈ لیبر پر تقریر کی۔ اس پروگرام کی کمپیئرنگ کے فرائض عبدالجبار رضا نے سرانجام دیئے۔

سیدن شاہ کالونی میں کہانی گھر

بزم ادب گورنمنٹ کالج مظفر آباد کے پروگرام کے شرکا

”پھول آگے بڑھنے کا حوصلہ دیتا ہے“: بچیکی میں عید ملن

بچوں نے پھول کے بارے میں تاثرات بیان کئے۔ پھول خوشیاں شیئر کرتا ہے: فلک شیر مجاہد

رپورٹ جمیل احمد کوکب بچیکی' نقابت' فلک شیر مجاہد مہمانان خصوصی' صوفی عبدالجبار اینڈ حاجی امداد علی خان پھول کسی نہ کسی صورت میں ہم سے خوشیاں شیئر کرتا رہتا ہے۔ مختلف پروگراموں کے ذریعے سے پھول بچوں میں خوشبو بکھیرتا ہے۔ پھول آپ کو آگے بڑھنے کا حوصلہ دیتا ہے۔ منزل تک پہنچنے کا درست رستہ بتاتا ہے۔ یہ فلک شیر مجاہد صاحب کے ابتدائی کلمات تھے جو نقابت کے فرائض کو دلپذیر طریقے سے سرانجام دے رہے تھے اور مزید بتاتے ہیں کہ عید ملن پارٹی میں ہم سب اکٹھے ہوئے ہیں ہم میں محبت بڑھی ہے اور عید کے بعد بھی عید کا سماں پیدا ہو گیا ہے۔ عید ملن پارٹی کی باقاعدہ شروعات کلام الٰہی سے ہوئی۔ اس کی سعادت ”حافظ احسان اللہ“ نے حاصل کی۔ جنہوں نے اپنے خوبصورت انداز تلاوت سے حاضرین کے دلوں کو گرمایا۔ تاجدار مدینہ کے حضور گلہائے عقیدت پیش کرنے کیلئے ملک عمران نفیس کو دعوت دی گئی۔ جنہوں نے اپنی پرترنم آواز میں نعت شریف ”میرے سینے میں ہیں یاد محمد' میرے ہونٹوں پہ ذکر مدینہ“ پڑھ کر حاضرین کے دل موہ لئے۔ اس کے بعد ایک دفعہ پھر نعت رسول مقبول پیش کرنے کیلئے ”عثمان جبار“ کو دعوت دی گئی۔ جاوید معاویہ اسٹیج پر نمودار ہوئے اور انہوں نے حاضرین سے پھول کے متعلق چند سوالات پوچھے اور جنہوں نے درست جواب دیئے ان کو پھول کے شمارے ”تحفتاً“ دیئے گئے۔ محمد راشد نے اپنی دلنشین آواز میں ”تغیر کے میدانوں تک ہمیں بڑھتے ہی جانا ہے“ ترانہ سنایا اس کے بعد چند بچوں کو پھول کے متعلق اپنے تاثرات بیان کرنے کی دعوت دی گئی۔ ان میں ثناء اللہ رفیق نے کہا کہ پھول سیکھنے کو حاصل کرنے کا ایک عظیم راستہ ہے۔ منزل تک پہنچنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ محمد بخش نے پھول کے متعلق کہا کہ پھول ہمیں معاشرے میں رہنے کا سلیقہ سکھاتا ہے۔ امجد حسین رضوی نے کہا کہ پھول انسان کی روحانی طاقت کو حوصلہ بخشتا ہے۔ فلاحی جذبے کو ابھارتا ہے اور پھول کی پہلی کاوش یہ ہے کہ بات کو' خوشی کو ایک دوسرے سے شیئر کرنا ہے۔ محمد اکرم قمر نے پھول کے بارے میں بتایا۔ کہ پھول سارا ہی خوشبوؤں سے لبریز ہوتا ہے۔ مہمان خصوصی صوفی عبدالجبار کو اسٹیج پر آنے کی دعوت دی گئی۔ انہوں نے اپنے دلنشین طرز بیان میں کہا کہ اللہ کریم نے ہمیں سننے' سنانے' سمجھنے' سمجھانے' سیکھنے' سکھانے' اچھی اچھی باتیں کرنے' کروانے' اپنے اچھے خیالات کا اظہار کرنے' کروانے' مہکنے' مہکانے کیلئے اس پارٹی میں آنے کی توفیق عطاء فرمائی' کوئی کام بھی اللہ کی مشاء کے بغیر ممکن نہیں' اللہ کی رضا ہی سے ہم یہاں اکٹھے ہوئے ہیں اور اس پارٹی کو پھولوں کی وادی بتایا۔

حافظ آباد پھول کلب کے ممبران مہمان خصوصی کے ساتھ

ماہنامہ پھول اور نور رائٹرز کلب دیپالپور کے زیر اہتمام محفل نعت

دیپالپور (عائشہ خلیل سے) دیپالپور میں ماہنامہ پھول اور نور رائٹرز کلب دیپالپور کے زیر اہتمام سال نو کی خیر و برکت کیلئے محفل نعت کا انعقاد کیا گیا۔ مہمانان خصوصی سابق چیئرمین بلدیہ سید زاہد علی شاہ گیلانی اور سید موج دریا تھے جبکہ محفل نعت کی نقابت کے فرائض نور رائٹرز کلب دیپالپور کے صدر صاحبزادہ مختار احمد جمال مغل نے سرانجام دیئے اور محفل نعت میں ہدیہ عقیدت آصف رفیق احمد' عائشہ خلیل' شمیم جمال' فوزی جمال' زین العابدین' عدنان جمال اور مختار احمد جمال نے پیش کیا

بقیہ: انتخاب

آیا۔ اس موقع پر خواجہ مظہر صدیقی نے کہا کہ انشاءاللہ نومنتخب عہدیداران اپنی صلاحیتوں کا بہتر استعمال کرتے ہوئے اپنی تعلیم کے ساتھ ساتھ پھول کے مقصد اور نظریہ پاکستان کے فروغ کیلئے دلجمعی سے کام کریں گے۔ نئے عہدیداران نے اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ پھول کے مقصد کو عام کرتے ہوئے دین اور وطن سے محبت کو فروغ دیں گے اور ایسے کام کریں گے جس سے ہمارے بڑے خوش ہوں اور اللہ جی راضی ہوں۔

بقیہ: فلٹر

تاکہ کوئی جانا بھی چاہے تو سیکس سائٹس پر جانے سکے یوں بے راہروی کے سیلاب کو روکا جا سکتا ہے۔ ملک میں قائم پھول کلبوں کے صدور نیو فاقیوز ریر مواصلات اویس لغاری پر زور دیا ہے کہ پھول کی اس تحریک کو حکومت پایہ تکمیل تک لیجا کر لاکھوں والدین کی دعاؤں کا حصہ بنے۔ باخبر ذرائع سے پتا چلا ہے کہ حکومتی سطح پر اس تجویز پر عمل درآمد کیلئے فوری اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ ایڈیٹر پھول نے اس جانب توجہ پر حکومت کا شکریہ ادا کیا ہے اور جلد سے جلد عمل درآمد پر زور دیا ہے۔ نیز اس طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ انٹرنیٹ کلبوں میں بچوں کے داخلے کی عمر بھی طے ہونی چاہئے اور ضرورت کے بغیر استعمال کی حوصلہ شکنی کی ضرورت ہے۔

بقیہ: سیمینار

انتہائی شدید سردی اور دھند میں جب میں یونیورسٹی پہنچا تو اختر بھیا یونیورسٹی پہنچ چکے تھے۔۔ بھیا کے ساتھ مظہر بھائی ارتضیٰ عبیدالرحمان تھے۔ ڈاکٹر کریم ملک نے پھولوں کا پھولوں سے استقبال کیا۔ ان مثبت سوچ پیدا کر رہا ہے جو کام بڑی عمر کے لوگوں کو کرنا چاہئے تھا۔ احساس کر رہا ہے۔ پھول کے فکر گم ہو گئے ہیں اس میں عمر سے رنگ بھر دیے جائیں۔ مظہر بھائی نے اپنے خطاب میں کہا کہ میں یہ دعوے سے کہتا ہوں کہ جب بھی کوئی پھول کا ایک دفعہ مطالعہ کر لیتا ہے وہ اس کا ہو جاتا ہے۔ اس میں تمام لوگوں کیلئے سب کچھ ہے۔ پاکستان میں بچوں کی صحافت ناپید ہے۔ ماہنامہ پھول نے پاکستان میں پہلی مرتبہ بچوں کا اخبار متعارف کروایا ہے۔ ڈاکٹر کریم ملک نے پھول کے ایڈیٹر کو زکریا یونیورسٹی ملتان میں خوش آمدید کہا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے آج کوشش کی ہے کہ پھول جو تعلیم دے رہا ہے اس سے اپنے بچوں کو اس سیمینار کے ذریعے اپنے طالب علموں کو آگاہ کریں۔ اختر عباس کا شکریہ کہ وہ یہاں تشریف لائے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں پہلی مرتبہ یونیورسٹی کی سطح پر چائلڈ جرنلزم کا اجراء ہوا ہے اور یہ اس سلسلے کا پہلا سیمینار ہے جس میں طلبہ و طالبات نے سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ پھول ایک رسالہ ہی نہیں بلکہ ایک تحریک کا کام کر رہا ہے جو بچوں اور نوجوانوں میں شعوری بیداری کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے۔ جب اختر بھیا کو دعوت خطاب دی گئی تو انہوں نے سیمینار میں جان ڈال دی۔ اپنی شگفتہ اور شیریں گفتگو کا آغاز انہوں نے ایک واقعے سے کیا کہ ایک نوجوان صحافی نے خبر بنائی کہ ایک آدمی سردی کی رات میں فٹ پاتھ پر سویا جب صبح بیدار ہوا تو مرا ہوا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ ذرا سی محنت انسان کو بڑی کامیابی تک لے جاتی ہیں۔ اپنے شکووں اور گلوں سے بھرے ہوئے لوگ کبھی شکر گزاری کی لذت کو نہیں پہنچ سکتے۔ کم محنت پر زیادہ صلہ مانگنا بے عقلی کی دلیل ہے۔ ہماری تاریخ ہمارے اسلاف کے کارنامے اس بات کی روشن دلیل ہیں کہ خلوص نیت' لگن اور دل و جان سے کئے ہوئے کام اپنا ثمر لاتے ہیں۔ ایسی بے شمار مثالیں بھیا نے دیں کہ کم وسائل میں لوگوں نے بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کیں۔ انہوں نے ڈھاکہ یونیورسٹی کے اس استاد کا ذکر بھی کیا کہ جس نے غریب اور نادار لوگوں کی فلاح و بہبود کیلئے ان کو چھوٹے چھوٹے قرضے دیئے اور اس وقت اس کا شمار دنیا کے چند بڑے بینکاروں میں ہوتا ہے۔ بھیا نے اس بات پر زور دیا کہ ہمیں مثبت طرز عمل اپنانا چاہئے اس سے اللہ کی رضا حاصل ہو سکتی ہے۔ اور ہمارے بڑے بھی خوش ہو سکتے ہیں۔

بقیہ: نارووال

موقع پر ریلی کرنے کی منصوبہ بندی کی تاکہ یہ ثابت کیا جا سکے کہ پھول کلب نارووال کا شمار چوٹی کے پھول کلبوں میں ہوتا ہے۔ ریلی اللہ تعالیٰ کے بابرکت نام سے ظفروال بائی پاس سے شروع ہوئی۔ ریلی کی قیادت ضلعی ناظم کرنل جاوید صفدر کاہلوں نارووال نے کی۔ ریلی میں ضلع بھر کے پرائیویٹ اداروں کے علاوہ گورنمنٹ ایلیمنٹری سکول نارووال' گورنمنٹ مسلم ہائی سکول نارووال' ایم سی ایس سکول نارووال' سیکنڈری سکول اور گورنمنٹ ہائی سکول نارووال کے علاوہ گورنمنٹ اسلامیہ ڈگری کالج اور مختلف کالجوں کے طلباء نے بھرپور شرکت کی۔ ریلی کے شرکاء نے ہاتھوں میں پلے کارڈ اور کتبے اٹھا رکھے تھے۔ اس کے علاوہ بچوں نے واجپائی کا پتلا اور بھارتی حکمرانوں کے خلاف لکھے گئے بینرز اٹھا رکھے تھے اور ہزاروں کی تعداد میں ایک فوج کی طرح قطاروں میں بازاروں اور مختلف مقامات سے گزرتی ہوئی کچہری چوک تحصیل ناظم کے آفس کے سبزہ زار میں پہنچی اور کچھ دیر قیام کیا۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا جس کی سعادت حافظ محمد طیب صالح نے حاصل کی۔ جبکہ نعت رسول مقبول محمد انور نے پڑھی۔ گورنمنٹ اسلامیہ ڈگری کالج کے شعبہ اردو کے پروفیسر عبدالعزیز پرواز نے ریلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کشمیری بچے پاکستان کے بچے ہیں ان کا مستقبل پاکستان سے وابستہ ہے۔ مہمان خصوصی کرنل جاوید صفدر کاہلوں نے کہا کہ ہم کشمیر کے مسئلے پر تین جنگیں لڑ چکے ہیں۔ 53 برس سے یہ مسئلہ حل طلب ہے مجھے بچوں کی پرفارمنس اور کشمیر سے محبت دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی ہے گورنمنٹ اسلامیہ ڈگری کالج کے پرنسپل محمد انور تقوی نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کا ہر بچہ کشمیر کے نہتے مسلمانوں کے ساتھ ہے ان کی آزادی تک ہم سب لڑیں گے۔ آخر میں ریلی سے خطاب کرتے ہوئے پھول کلب نارووال کے صدر چوہدری احسان محمود بھیم نے مختلف سکولز کالجز کے بچوں نے جو نظمیں پڑھیں ان کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ اکیسویں صدی کے آغاز میں نوجوانوں کا ولولہ' جوش' جذبہ' محبت اپنی مثال آپ ہے انشاءاللہ بہت جلد کشمیر فتح ہوگا کشمیر پر بہت معیاری' اصلاحی اور اچھی نظم دکھائی گئی۔ اس کے بعد پروگرام کا اختتام ہوا۔ ننھے بچوں کے فلک شگاف نعروں سے گونجتی بچوں کا جوش و جذبہ قابل دید تھا۔

کچھ باقی ہو تو فوری لاؤ!

زندہ کہانی

پروفیسر خالد پرویز ملتان

وہ مسجد میں لحہ لحہ یادالٰہی میں مصروف تھے۔ کبھی سجدے میں جاتے تو کبھی قیام میں رکتے۔ کبھی لبوں پر حروف دعا تو کبھی آنکھیں خوف خدا سے بھیگی ہوئیں۔اک عجیب عالم کیف طاری کہ یہی ہے لطف انکساری اتنے میں ایک شخص دوڑا ہوا آیا اور کہنے لگا ''حضرت! آپ کا وعظ صرف شہر میں ہی کام کرتا ہے یا جنگل میں بھی کچھ تاثیر رکھتا ہے! انہوں نے پوچھا ''اے اجنبی! کہو جنگل میں ایسا کیا ہو گیا؟''

اس نے بتایا ''حضرت! چند افراد جنگل میں ایک مقام پر ذور شراب سے مخمور اور رقص و سرود سے معمور ہیں۔ وہ اگر راہ راست پر آ جائیں تو ایک بہت بڑی خرابی کا خاتمہ ہو جائے۔ انہیں سیدھا راستہ دکھانے کی کوشش آپ نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا۔''

جیسے ہی انہوں نے یہ اطلاع پائی تو فوراً مسجد سے نکلے اور منہ لپیٹ کر جنگل کی راہ لی۔ جب اس مقام پر پہنچے جہاں بھٹکے ہوئے محفل جمائے بیٹھے تھے تو وہ لوگ گھبرا کر بھاگنے لگے کہ خدا معلوم کون شخص ہے اور کس غرض سے یہاں تک پہنچا ہے مگر انہوں نے ان سے مخاطب ہو کر کہا ''اے بھائیو'' بھاگو مت میں تمہارا ہم مشرب ہوں۔ مجھے بھی پینے پلانے کی عادت ہے۔ میں اسی واسطے تو یہاں آیا ہوں۔ لاؤ مجھے بھی پلاؤ۔ شہر میں تو پی نہیں سکتا تھا اسی لئے چھپتا چھپاتا یہاں تک پہنچا ہوں۔ کچھ باقی ہو تو فوری لاؤ تا کہ میں بھی دل راضی کرلوں۔''

ان لوگوں نے جب ایسی باتیں سنیں تو ان کا خوف جاتا رہا اور انہوں نے اسے اپنا ساتھی سمجھ کر اسے قریب بٹھایا اور کہنے لگے ''یار! افسوس ہے کہ اس وقت شراب باقی نہیں رہی۔ جتنی لائے تھے ساری پی چکے۔ کہو تو ایک آدمی بھیج کر آپ کے لیے شہر سے منگوا دیں۔''

اس نیک سیرت شخص نے کہا ''تم بھی عجیب لوگ ہو۔ کیا تمہیں کوئی ایسا طریقہ نہیں آتا کہ شراب خود بخود آجایا کرے اور اسے جا کر شہر سے نہ لانا پڑے۔'' وہ حیران ہو کر بولے ''اے بندہ خدا! یہ کمال تو ہم میں نہیں۔ اگر تم جانتے ہو تو ہمیں بھی بتاؤ'' اس نے کہا ''آؤ آج میں تمہیں ایک ایسی بات سکھا دوں کہ شراب خود بخود بھی آئے اور پھر اس شراب کا مزہ بھی ایسا کہ نہ پہلے کبھی سنا' نہ چکھا''

وہ لوگ مزید حیران ہوئے اور منت سماجت کرنے لگے کہ ایسا طریقہ انہیں بھی بتاؤ اور ابھی بتاؤ۔ اس پاکیزہ صفت انسان نے کہا ''چلو تم بھی کیا یاد کرو گے میں تمہیں بتائے ہی دیتا ہوں لیکن اس کے لئے ایک شرط ہے کہ پہلے غسل کرو۔ پھر کپڑے بدل کر میرے پاس آؤ۔''

سب افراد نے فوراً اس بات پر عمل کیا اور نہا دھو کر صاف ستھرے کپڑے بدل کر تھوڑی دیر میں آ موجود ہوئے۔ پوچھنے لگے ''ہاں تو وہ طریقہ کیا ہے؟'' اس مرد مومن نے کہا ''ایک شرط اور بھی ہے۔'' انہوں نے پوچھا ''وہ کیا؟'' اس نے کہا ''پہلے سب وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھو۔'' انہوں نے ایسا ہی کیا اور دو رکعت نماز پڑھنا شروع کر دی۔

جب وہ نماز میں مشغول ہوئے تو اللہ کے ولی نے مالک صراط مستقیم سے دعا مانگی ''یا الٰہی! میرا تو اتنا ہی اختیار تھا کہ تیرے حضور ان کو لا کھڑا کیا۔ اب یہ تیرے اختیار میں ہے کہ انہیں ہدایت بخش دے۔''

چنانچہ حضرت جنید بغدادیؒ کی دعا مقبول و منظور ہوئی اور جب وہ لوگ دو رکعت نماز سے فارغ ہوئے تو ہدایت کامل سے فیض یاب ہو چکے تھے۔

ننھے ہاتھ

ایک تقریری مقابلے کا ماجرا

سید حمیم الحسن شاہ۔ مانسہرہ

ایک بچے نے سامعین کی بجائے اپنے ہی والد کو ہدف بنالیا تھا

اسمبلی ہال کی طرف جاتے ہوئے علی اور احسن ٹھٹک کر رک گئے۔ ان کی نظریں نوٹس بورڈ کے گرد اکٹھے ہجوم پر پڑیں۔ "یہ یہاں کیا ہو رہا ہے؟" علی نے احسن سے پوچھا۔ "لگتا ہے میٹرک کا رزلٹ نکل آیا ہے"۔ احسن نے اندازہ لگایا لیکن ابھی تو میٹرک کا امتحان بھی نہیں ہوا" علی نے احسن کو گھورا۔ "اوہ" احسن شرمندہ سا ہو گیا" چلو تو پھر چل کر دیکھتے ہیں"

"یار تنویر یہاں کیا ہو رہا ہے؟" علی نے اپنے کلاس فیلو سے استفسار کیا۔ "یار اگلے ہفتے یوم والدین ہو رہا ہے نا" تنویر نے کہا "اس میں اس مرتبہ تقریری مقابلہ ہو رہا ہے"

"اچھا" علی نے خوشی کا اظہار کیا۔

اس کے ساتھ ہی اسمبلی کی گھنٹی بج پڑی۔

"چلو چلو پرنسپل آ جائیں گے" احسن علی کو گھسیٹتے ہوئے بولا اور دونوں اسمبلی ہال کی طرف بھاگ پڑے۔

"جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ اگلے ہفتے یوم والدین ہو رہا ہے"۔ پرنسپل نے تلاوت قرآن پاک اور نعت کے بعد تقریر کرتے ہوئے کہا" اس لئے ہم نے سوچا کہ کیوں نہ اس دفعہ بچوں اور بڑوں کے درمیان رابطہ پیدا کیا جائے۔ اس لئے اس دفعہ یوم والدین پر تقریری مقابلے کا انعقاد کیا جا رہا ہے"۔ پرنسپل سانس لینے کو رکے" آپ سوچئے کہ کہیں آپ کی تربیت میں کوئی کمی تو نہیں رہ گئی۔ کہیں آپ کو نظر انداز تو نہیں کیا جا رہا۔ اگر ایسا ہے تو آپ اس مقابلے میں اپنے دل کی بات کہہ سکتے ہیں"۔

اس دوران وائس پرنسپل نے پرنسپل کے کان میں کچھ سرگوشی کی" ہاں بھئی اس مقابلے کا عنوان تو میں بتانا بھول ہی گیا' عنوان ہے" بچے بڑوں کے بارے میں کیا سوچتے ہیں"۔ ہمارے علاقے کے ڈی سی او خرم جاہ مہمان خصوصی ہونگے۔

تقریری مقابلے کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں۔ بہت سے بچے تیاریوں میں لگے ہوئے تھے اور اساتذہ بھی ان کی مدد کر رہے تھے۔ "یار احسن تم کیوں نہیں اس مقابلے میں حصہ لیتے؟" علی نے احسن سے پوچھا" نہ بھئی مجھے نہیں لینا کوئی حصہ میری تو ویسے بھی سٹیج پر جان نکلتی ہے اور جہاں مہمان خصوصی ابو ہونگے۔ ابو کے سامنے تو کہیں میرا دم ہی نہ نکل جائے"۔ احسن نے صاف انکار کیا" بھئی تمہارے لئے تو یہ مقابلہ ہو رہا ہے۔ سنہری موقع ہے کہ اپنے دل کی بات کہہ سکو"..... "لیکن وہ ابو....." احسن کچھ کہنا چاہ رہا تھا۔ "کچھ نہیں ہوگا یار! بس تم تیاری پکڑو۔ میں تقریر لکھنے میں تمہاری مدد کروں گا"۔ علی احسن کو سمجھاتے ہوئے بولا۔

احسن کی آنکھوں کے سامنے وہ تمام مناظر لہرا گئے۔

کتنے سخت تھے اس کے ابو! کبھی پیار تو درکنار شفقت سے سر پر ہاتھ تک نہیں پھیرا۔ ان کا خیال تھا کہ یوں لاڈ پیار سے بچے بگڑ جاتے ہیں جیسے حکمرانوں کی نرمی سے پبلک بگڑ جاتی ہے۔

مقابلہ بڑے زور و شور سے جاری تھا۔ بچے اپنی دل کی بات کہہ رہے تھے۔ کسی نے کہا" اگر بڑوں کو بچوں کی اچھی تربیت کرنی ہے تو خود اچھے بن جائیں بچے خود بخود ٹھیک ہو جائیں گے"۔ زیادہ بچوں نے یہ شکایت کی کہ بڑے خود تو جھوٹ بولتے ہیں اور انہیں جھوٹ بولنے سے منع کرتے ہیں۔ ایک بچے نے بڑی اچھی مثال پیش کرتے ہوئے کہا" جناب والا! اگر کوئی متعدی مرض ختم کرنا ہو تو یہی کوشش کی جاتی ہے کہ ایک نسل میں اس مرض کے جراثیم ختم کر دیے جائیں تاکہ اگلی نسل اس بیماری سے پاک ہو جائے۔ کچھ بچوں نے موقع سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی پاکٹ منی بڑھانے کی اپیل بھی کر دی۔ اس کے ساتھ ہی احسن کی باری آ گئی۔ احسن نے بڑے سلجھے انداز میں آغاز کیا" جناب والا! بچے تو اس مٹی کی مانند ہوتے ہیں جس سے کمہار جو چاہے برتن بنالے یا بچے تو اس لکڑی کی مانند ہوتے ہیں جس سے بڑھئی جو چاہے بنالے یا کرسی؟ جناب والا! بچے تو اس پگھلے ہوئے لوہے کی مانند ہوتے ہیں جس کو جس شکل میں چاہو ڈھال لو لیکن جناب والا! جس طرح لوہے کو پگھلانے کیلئے آگ کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح بچوں کو بھی پیار و محبت کی ضرورت ہوتی ہے"۔ اس کے ساتھ ہی ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ احسن نے اپنا سلسلہ کلام دوبارہ جوڑتے ہوئے کہا" جناب والا! اکثر بچوں کی تربیت کیلئے مار پیٹ کا سہارا لیا جاتا ہے۔ دراصل ایک ہوتا ہے سدھارنا اور ایک چیز ہوتی ہے تربیت۔ سدھارا جانوروں کو جاتا ہے اور اس دوران مار پیٹ بھی کی جاتی ہے اور اگر کبھی سدھارے ہوئے جانور دوبارہ جنگل میں چھوڑ دیے جائیں تو یہ پھر وحشی ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح تربیت بچوں کی کی جاتی ہے مگر اس عمل میں پیار و محبت کا ہتھیار زیادہ موثر رہتا ہے۔ اب یہ بڑوں پر منحصر ہے کہ وہ بچوں کی تربیت کرنا چاہتے ہیں یا انہیں سدھارنا چاہتے ہیں"۔ اس کے ساتھ ایک دفعہ پھر ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ اس کے بعد احسن تقریر ختم کر کے سٹیج سے اتر آیا۔

پرنسپل نے سالانہ رپورٹ پیش کرنے کے بعد بچوں کے والدین سے خطاب کرتے ہوئے کہا" بچے نصیحت سے زیادہ اپنے ماحول کا اثر لیتے ہیں۔ ظاہر ہے پھولوں کی دکان پر کوئی جائے گا تو اس سے خوشبو آئے گی اور اگر کوئلے کی دکان پر جائے گا تو کپڑوں سے کوئلے کی کالک سے ہی اندازہ ہو جائے گا کہ بندہ کہاں سے آ رہا ہے۔ اسی طرح بچے بھی وہی سیکھتے ہیں اور اسی چیز کا اثر لیتے ہیں جو ان کے گردوپیش کے ماحول میں ہو رہا ہوتا ہے اور یقیناً بچے اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ ان کے بڑے کیسے ہیں۔

نصیحت تو ان بیل بوٹوں کی مانند ہے جو کمہار اپنے برتنوں پر بناتا ہے۔ جب تک برتن ہی نہ بنے ہوں گے بیل بوٹے کیسے ....؟" جب تک بچوں کی تربیت ہی نہ ہوگی ..... نصیحت کس کام کی"

آخر میں مہمان خصوصی نے انعامات تقسیم کیے۔ احسن کو تقریری مقابلے میں اول انعام دیا گیا مگر احسن کو انعام سے زیادہ اس بات کی خوشی تھی کہ آج اس نے اپنے ابو کو اپنے دل کی بات کہہ دی تھی۔

آئو بھیا چلیں بازار

سیدہ نسرین سحرش

آؤ بھیا چلیں بازار
اور پھر کھائیں ہم اچار
ناں ناں بہنا یہ نہیں کھانا
پڑ نہ جاؤ کہیں بیمار
کھٹی چیزیں کھانے سے
گلے میں سوزش ہوتی ہے
چڑھ جاتا ہے پھر بخار
اچھا بھیا ٹافی لیں گے
ساتھ میں ایک دو چاکلیٹ لیں گے
ناں ناں بہنا یہ نہیں کھاتے

ٹافی چاکلیٹ کھانے سے
دانت متاثر ہوتے ہیں
دانتوں کی تکلیف کے باعث
بچے اوں اوں روتے ہیں
ڈاکٹر پھر ان دانتوں کو
جڑ سے دیتا ہے اکھاڑ
اچھا بھیا کھائیں گے قلفی
ٹھنڈی ٹھنڈی رنگ برنگی
پیاری بہنا یہ نہیں کھاتے
ٹھنڈی قلفی کھانے سے
رنگ جو اس میں ہوتا ہے

رنگ یہ خون میں شامل ہوکر
دیتا ہے اک زہر اتار
اچھا بھیا پھر کیا کھائیں؟
اچھی چیزیں کہاں سے لائیں؟
اچھی بہنا اچھی چیزیں
امی ابو لاتے ہیں
پیار سے ہم کو پاس بٹھا کر
ہاتھ سے خود کھلاتے ہیں
امی ابو لائیں گے ہم
کھائیں گے پھر سیب انار

13

آدھا ادھورا

بیڈ ٹائم سٹوری

اختر عباس

ایک آدھے ادھورے پروفیسر کی کہانی
ایک خوف کو تین سالوں سے وہ جیب میں چھپائے پھر رہا تھا......
خوشی کا راز تلاش کرنے والوں کے لئے تحفہ خاص اکثر یہ کیچ میں پڑی مل جاتی ہے۔

یونیورسٹی سے واپسی پر اس کا جسم ہی نہیں روح بھی تھکی ہوئی تھی۔ آنکھیں کسی گہرے غار جیسی ہو رہی تھیں اور ہونٹ پیاسی دھرتی کی طرح سوکھے اور خشک۔ اسے اپنے 10 سالہ بیٹے کے انتظار کا احساس نہ ہوتا تو شاید اپنے دفتر میں ہی آنکھیں بند کر کے لیٹ رہتا۔ وہ اپنا بایاں ہاتھ حسب معمول پینٹ کی جیب میں ڈالے اور دائیں ہاتھ میں کار کی چابیاں پکڑے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا پارکنگ میں کھڑی اپنی گاڑی کی طرف جا رہا تھا جب اچانک لڑکوں کے ایک گروپ نے اسے گھیر لیا۔ وہ اپنے طلبہ کی آنکھوں میں چھپی حیرت، ہونٹوں پر آئے سوالوں اور جملوں میں دبی حسرتوں کو پڑھنے پر قادر تھا۔ یونیورسٹی میں پڑھاتے ہوئے اسے تیسرا سال تھا۔ یہ تین سال کسی صحرا کو عبور کر کے نخلستان میں آ کے ڈیرہ ڈالنے جیسے تھے۔ اس نخلستان میں اس نے صرف ٹھنڈک پائی ہی نہیں، بانٹی بھی خوب۔ ٹیچر کہا کرتے تھے، احسان الٰہی کسی بند گلی جیسے ہیں۔ طلبہ کا خیال اس کے بالکل برعکس تھا۔ ایک جملہ ہی کسی آنے والے کا خوب تعارف کروا دیتا ہے کبھی ایک جملہ...... ایک لفظ اور کبھی ایک نگاہ ہی۔ تعارف کی لفٹ کا وہ بٹن بن جاتی ہے جسے دباتے ہی پلک جھپکتے ہی تعلقات کی بلند و بالا عمارت کی ساری منزلیں طے ہو جاتی ہیں۔

تین سال پہلے کا وہ دن خوب روشن تھا۔ احسان الٰہی نے یونیورسٹی جوائن کرتے ہی بیچلر ہوم لینے کی بجائے ایک سینئر پروفیسر کے ساتھ رہنا پسند کیا تھا۔ اس کی وجہ اس کا بیٹا تھا۔ صرف 7 سال کا ظہیر احسان۔ اس نے سوچا تھا یونیورسٹی ہو گا تو بچے کی فکر نہیں ستائے گی اور وہ بھی گھر میں محفوظ اور مطمئن ہو گا۔ پروفیسر رضی کے پانچ بچوں میں سے 3 بچے ظہیر کے ہم عمر نہ سہی ہم جولی ضرور بن سکتے تھے۔ بیچلر ہوم کے چند روز ہی اس کے لئے ڈراؤنے خواب کی دوسری قسط جیسے تھے۔ ایک روز ظہیر اس کی غیر موجودگی میں دودھ کی پوری دیگچی اپنے اوپر گرا چکا تھا اور دوسری بار بجلی کا کرنٹ لگوا کر اس کی آدھی جان نکال چکا تھا۔ تیسری بار ایسا صدمہ سہنے کا وہ اپنے اندر حوصلہ نہیں پا رہا تھا۔ وہ جان گیا تھا کہ انسانی حوصلے چٹانوں جیسے نہیں ہوتے۔ چٹانیں پہاڑی سلسلوں میں ہی اچھی لگتی ہیں۔ انسانی بستیوں میں دلوں کی توڑ پھوڑ ان کی برداشت اور ظرف سے کہیں زیادہ ہو جاتی ہے۔

اسی شام وہ پروفیسر رضی کے گھر اسی پریشانی کے حل کے لئے موجود تھا۔ اس کا ماننا تھا کہ مسئلہ پیدا ہی تب ہوتا ہے جب اس کا حل ملنے والا ہو۔ جیسے بادل گرجتے ہی تب ہیں جب برسنے والے ہوں۔ بن برسے گزرنے والے بادل اور حل نہ ہونے والے مسئلے اور طرح کے ہوتے ہیں۔ ان سے بارش کی توقع لگانے اور حل کے لئے ٹکریں مارنے کی نوبت آنے سے پہلے ہی ان کی خبر نہ ہو تو بصیرت کس کام کی۔ حادثے سے بہت دن پہلے اسے لگنے لگا تھا کہ یہ دھرتی اب اس کے لئے ماں جیسی نہیں رہی۔ گرم ہو کر اس قدر تپنے لگی ہے کہ ننگے پاؤں چلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور ہوا بھی ایسے ہی وہ زمین جو پہلے اس کا پسینہ جذب کرنے سے پہلے راز اگل دیتی تھی۔ اپنی معدنیات کے خزانے تک رسائی آسان کر دیتی تھی۔ اس روز جب وہ سروے آف پاکستان کی ٹیم کے ساتھ بلوچستان کے ضلع چاغی کی پہاڑیوں پر ایک کھدائی کا معائنہ کر رہا تھا۔ جانے اسے کیا سوجھی اس نے ایک اسسٹنٹ سے مشین کا کنٹرول لیا اور خود ڈرل کرنے لگا۔ اسے بہت امید تھی کہ آج جب زمین اپنا سینہ کھولے گی تو اس میں ایسے ایسے راز ملیں گے کہ ملک کی قسمت سنور جائے گی مگر اس کی نوبت ہی نہ آ سکی۔ مشین کے بلیڈ ساتھ کوئی مسئلہ ہوا تھا۔ یا انجن میں خرابی ہوئی تھی۔ وہ اچانک بے قابو ہو کر اس کے ہاتھ سے چھوٹی اور اسے اپنی لپیٹ میں لے کر بہت بری طرح سے گھومی اور پھر اسے لیتی ہوئی ایک قریبی کھڈ میں جا گری وہی دھرتی تھی جو اس کے اشاروں پر سونا اگلتی تھی اب اس کے جسم سے ابلتے خون کو کس قدر اطمینان سے پئے جا رہی تھی۔ ہسپتال میں اسے دوسرا دن تھا جب ڈاکٹروں کے بتائے بغیر ہی وہ جان گیا کہ باقی زندگی اسے ایک ہاتھ کے ساتھ گزارنی ہو گی بایاں ہاتھ اس کے جسم کے ساتھ باقی نہ رہا تھا۔ جب وہ اپنے دائیں بازو سے اس ادھ بچے بازو کو ہلا رہا تھا تو ڈاکٹر اپنے سٹاف کے ساتھ اچانک ہی اندر داخل ہو گیا۔ اس کے ساتھ فیلڈ آفیسر ہی نہیں ریجنل ڈائریکٹر بھی ہمراہ تھا۔ ڈاکٹر کے بولنے سے پہلے ہی باس بولا تھا۔ احسان الٰہی! کچھ نہیں ہوا تم پہلے کی طرح ٹھیک ہو جاؤ گے۔ تمہارا کٹا ہوا بازو بالکل محفوظ ہے آپریشن کے ذریعے جوڑ دیا جائے گا۔ تب احسان الٰہی دکھ اور تکلیف کے سارے احساسات کو ایک دم بھلا کر بولا تھا

سر! جب کوئی بغیر سوال کے وضاحتیں کرنے لگے تو کم ہی سچ ہوتا ہے۔ یہ میرا ماننا ہے۔ تجربہ بھی، مشاہدہ بھی اور قول بھی۔ رویئے ہوں، باتیں، مشورے یا سوال سب کے ساتھ ایک بیرومیٹر لگا ہوتا ہے جو بغیر وجہ کے وضاحت پر فوراً کھٹک جاتا ہے۔ ایک جھوٹ کو چھپانے والے دس جھوٹوں کو وہ آسانی سے ٹریس کر لیتا ہے۔ تبھی تو کہتے ہیں جھوٹ مت بولو۔ جھوٹوں میں لکھے جاؤ گے۔

ٹھیک کہتے ہیں آپ احسان الٰہی۔ ریجنل ڈائریکٹر نے فوراً ہی شکست مان لی تھی۔

بچپن میں میری ماں بنٹے گولیاں کھیلنے سے منع کرتی تھیں۔ ایک روز خوب کھیلا اور گھر آنے سے پہلے ہاتھ منہ مل مل کر دھو لیا۔ آتے ہی سلام بعد میں کیا اور ہاتھ پھیلا کر ماں سے کہا دیکھو! اب تو میں کنچے نہیں کھیلتا۔ تب اس نے یہی بات کہی تھی کہ بیٹا بغیر سوالوں کے وضاحتیں اکثر جھوٹے لوگ ہی دیتے ہیں اب اپنے ہاتھوں کو دیکھو۔ تیرے ناخن تیری اپنی زبان کی نسبت کوئی اور کہانی کہہ رہے ہیں تو ناخنوں کے اندر سے مٹی نکالنا جو بھول گیا تھا۔ آج میں تیرا جھوٹ سن کر چھپا بھی لوں مگر تیرا اپنا جسم نہیں چھپا رہا۔

مٹی تو سات پردوں میں بھی پڑی ہو تو بولتی ہے۔

کوئٹہ سے اسلام آباد اور اسلام آباد سے لاہور...... گھنٹوں کا سفر اس نے ایک سال میں طے کیا تھا۔ سفر کی اس رفتار کا تعلق اسی مٹی سے تھا جہاں سے اس کی بیوی نے جنم لیا تھا۔ اسے حادثے کی خبر نہیں دی گئی۔ احسان الٰہی کو یاد تھا کہ جب وہ اسلام آباد ائرپورٹ پر اترا تو بیوی سے زیادہ معصوم سے بچے نے توتلی زبان سے پوچھا تھا۔ دیدی تیا ہوا۔ (ڈیڈی کیا ہوا) کچھ نہیں بچے! ابو کے چوٹ لگی ہے۔ باپ کی بجائے ماں نے جواب دیا تھا۔

بیتے دنوں کی باتیں کبھی مکئی کے دانوں ایسی ہوتی ہیں جو دل کی گرم ریت میں اپنے آپ بھنی جانے لگتی ہیں۔ کچھ گرمی سے پھول جاتی ہیں اور کچھ سخت ہو کر دانے کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ احسان الٰہی کو اپنی بیوی مکئی کے بھنے دانوں میں آئے کسی پتھر کے اس روڑ کی طرح لگتی تھی جو منہ میں آ کر سارے ذائقے اور مزے کو ہی خراب کر جائے۔ بری یادیں ہمیشہ سلگتے انگاروں جیسی ہوتی ہیں۔ وقت بے وقت کوئی نہ کوئی چنگاری ان سے اڑتی اور سلگتی رہتی ہے۔ کبھی دامن جلاتی ہیں اور کبھی دامن دل۔ احسان الٰہی کی تو پوری کتاب زندگی جل اٹھی تھی۔

جہاز کی پشت سے ٹیک لگائے احسان الٰہی نے سوچا تھا۔ وہ گھر جا کر اپنی بیوی اور بیٹے کو یہ خبر فوراً نہیں سنائے گا۔ آہستہ آہستہ تیار کر کے بتائے گا۔ زندگی کے اس مشکل مرحلے میں جب کہ وہ اندر سے خود بے حد دکھی اور ڈرا ہوا تھا اور اسے اپنا ڈر اور دکھ چھپانے اور ہنسی کو چہرے پر سجانے کیلئے دگنی محنت کرنی پڑ رہی تھی...... اس نے سوچا تھا گھر جا کر کسی روز وہ اکیلے کمرے میں خود سے اس دکھ پر روئے گا۔ بوجھ کم ہوگا۔ کچھ آنسوؤں میں بہہ جائے گا کچھ کو وہ بھول جائے گا......

ایئر پورٹ سے گھر کے لئے رخصت ہوئے تو بیوی اور بچہ اس کے دائیں بائیں بیٹھ گئے......

آپ دوبارہ کوئٹہ مت جائیے گا۔ بیوی نے ذرا روکھا سا منہ بنا کر کہا تھا۔ ادھر ہم اکیلے رہتے ہیں۔ امی لوگ کتنی بار آ کر پوچھ سکتے ہیں۔ آپ کو وہاں جا کر فکر ہی نہیں ہوتی...... اب آئے ہیں تو چوٹ لگوا لائے ہیں۔ جو خوشی کے چار دن اکٹھے گزارنے ہوتے ہیں اب آپ وہ کمرے میں لیٹ کر گزاریں گے نہ کسی پارٹی میں جائیں گے نہ کسی دوست کی طرف میرا کیا قصور ہے ساری سوشل لائف ہی ختم ہوگئی ہے...... میری زندگی صرف انتظار میں ہی کٹے گی کیا؟......

احسان الٰہی کو جھٹکا سا لگا۔ اس کا خیال تھا یہ تعلق اور ساتھ تو ایسا ہے کہ طوفانوں میں بھی ہمت بندھاتا ہے مشکل میں پار لگاتا ہے۔ عمر بھر کا تعلق کوئی کچے دھاگے سے تھوڑا بندھا ہوتا ہے...... وہ باقاعدہ بدمزہ ہوا تھا منہ بنا کر بولا...... بابا! میں کوئی سیر سپاٹے کیلئے تو نہیں جاتا نا...... جب جب تُو رہتا ہے تم لوگوں کی خوشی کیلئے ہی تو اتنی دور جاتا ہوں...... کماتا ہوں...... تحفے لاتا ہوں...... آدھا...... وہ بات نامکمل رہ گئی۔ اچانک پیچھے سے آنے والے ایک ٹرک نے اتنے زور سے ٹکر ماری تھی کہ گاڑی الٹ کر سڑک سے نیچے جا گری...... ڈرائیور سب سے پہلے باہر نکلا اس نے پہلے صاحب کو نکالا۔ بیوی اس دوران اپنے روتے بیٹے کو گاڑی سے نکال کر سینے سے لگائے خود بھی سہمی کھڑی تھی...... احسان الٰہی کا ہاتھ جس بڑی سے پٹی میں لٹکا کر سینے سے باندھا ہوا تھا وہ نیچے گر چکی تھی اور احسان الٰہی کا آدھا بازو بے آسرا لٹکا ہوا تھا

اوہ نو...... بیوی نے بیٹے کو قریباً زمین پر پٹخ ہی ڈالا تھا...... اوہ نو...... احسان الٰہی...... تمہارا بازو...... آدھا رہ گیا...... ادھورا...... اس نے سر تھام لیا......

ڈرائیور گاڑی کا معائنہ کر رہا تھا۔ جانے کیلئے متبادل انتظام کی سوچ رہا تھا احسان الٰہی کا جسم اس ٹکر سے پھر سے دردوں کی آماج گاہ بن گیا تھا اسے بیٹھنے کو آرام دہ جگہ کی تلاش تھی...... مگر اس کے کانوں تک بیوی کی اوہ نو...... تم آدھے ادھورے رہ گئے جیسے جملے زہر میں بجھے تیروں کی طرح لگ رہے تھے۔

نہیں...... میں اپنی دوستوں، عزیزوں کو کیا منہ دکھاؤں گی ایک ٹنڈے آدمی کے ساتھ...... کیسے جاؤں گی۔ او نو...... اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کچھ کر گزرے......

سوری احسان الٰہی...... سوری......

میں نے تو ابھی زندگی شروع کی ہے۔ ایک کٹے پھٹے ادھورے آدمی کے ساتھ نہیں گزار سکتی...... میری خوشی...... میرا فخر...... میں کس کس کے آگے وضاحتیں کرتی پھروں گی کس کس کو سمجھاؤں گی کہ میں نے شادی ایک صحیح سلامت بندے سے کی تھی...... یہ حادثہ بعد میں ہوا...... میرے ماں باپ نے تو ایک اچھے مستقبل کی امید پر ایک مکمل آدمی سے بیاہا تھا۔ وہ ادھورا ہو گیا تو میرا کیا قصور۔ اوہ خدایا...... یہ میرے ساتھ ہی کیوں ہوا...... وائے می...... وائے می......

احسان الٰہی کی کتاب زندگی کے وہ سارے ورق جو ابھی پلٹنے تھے اور جس میں اس نے اپنی بیوی کی مدد سے اس امید اور یقین کے باب لکھنے تھے۔ وہ اس کے سامنے پھٹتے چلے گئے......

ابھی وہ گھر سے دور تھے اور پھر گھر سے دور ہی رہ گئے......

وہ گھر اکیلا پہنچا...... دفتر کے ڈرائیور نے صاحب کے کہنے پر بیگم صاحب کو الگ سے ٹیکسی کروا کے دے دی تھی تا کہ وہ اپنی ماں کے گھر جا سکے۔ اس نے ایک ٹنڈے کے ساتھ جانے اور ساتھ رہنے سے صاف انکار کر دیا تھا......

جب تربیت صرف اپنی ضرورت اور خوشی اور ذات کے حوالے سے ہوئی ہو...... تو یہی طرز عمل ہو سکتا ہے احسان الٰہی کو یہ بات سمجھنے میں زیادہ دن نہیں لگے اس کی بیوی کے والدین اپنی بیٹی کے مکمل ساتھ تھے۔ اس کی باتیں ان کے منہ سے زیادہ دلائل کے ساتھ سن کر احسان الٰہی سن ہی رہ گیا تھا...... اسے لگا صدموں نے اس کا گھر اور در دیکھ لیا ہے اب وہ کوئی بھی صدمہ سہہ سکتا ہے اور کسی بھی بڑے سے بڑے صدمے کی توقع کر سکتا ہے ابھی لیہ میں بسے اپنے والدین اور بہن بھائیوں تک اس نے اپنے حادثے اور بیوی کے رویے سے پیدا ہونے والے سانحے کی خبر نہ کی تھی...... وہ کیسے بتاتا کہ اس نے اپنے ماں باپ سے ضد کر کے اپنے سے مختلف اور بہتر نظر آنے والے جن لوگوں کے ہاں شادی کروائی تھی...... وہ تکلیف کے دنوں کو کس قدر تکلیف دہ کر گئے...... یہ کب خبر ہوتی ہے کہ دور سے پھول نظر آنے والوں کے ساتھ اس قدر کانٹے بھی ہوں گے......

جس روز رشتہ ٹوٹا اور اس کا بیٹا اسے یہ کہہ کر تھما دیا گیا کہ ایک دیہاتی اور قصباتی افسر کا بیٹا ہے۔ ہماری بیٹی کے کریئر اور خوشیوں میں رکاوٹ بنے گا...... نہ کوئی بحث ہوئی نہ مقدمہ ہوا نہ دلیل نہ وکیل...... وہ جانے لگے تو احسان الٰہی نے دل مضبوط کر کے صرف ایک بات پوچھی تھی۔ ''انکل! آپ لوگ کس درخت کا پھل کھاتے رہے ہو......''

زہر سے بجھے اس سوال کی انکل کو سمجھ بھی آئی یا نہیں انہوں نے ہنس کر جواب دیا......

''میاں! تم کیا سمجھو۔ ہم آج کے لوگ ہیں۔ ہمارے تو گھر کا بچہ بچہ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہے۔ تمہاری طرح لیہ کے ٹاٹ سکولوں سے اٹھ کر اسلام آباد نہیں آ بسے...... ہمیں اپنی زندگی جینا ہے۔ ہماری اپنی Values ہیں۔ تم ہمیں کٹھور سمجھو۔ ہم اسے حقیقت پسندی کہتے ہیں''۔ احسان الٰہی نے اس لمحے کے دکھ کو اس دن اپنی شکست کا عنوان بنانے کی بجائے ہتھیار بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا...... یونیورسٹی...... واس کے ذہن کے پردے پر ہتھوڑے سے چلنے لگے۔ وہ خود بھی یونیورسٹی سے پڑھا تھا تب تو کسی نے بے وفائی، بدعہدی اور خود غرضی کو خوشی سمجھداری اور روشن خیالی کا نام نہیں دیا تھا......

وہ پھر رو دینے والے انداز میں بڑبڑایا۔ ''سب سے پہلے...... اپنا آپ...... سب سے پہلے اپنی خوشی...... وہ بھی نامکمل اور ادھورے وجود سے دور...... اسلام آباد سے لاہور آنے موزوں مصنوعی ہاتھ بنوانے اور یونیورسٹی جوائن کرنے میں اسے ایک سال سے کم وقت لگا...... ڈاکٹر رضی اس کے استاد ہی نہیں راہنما بھی تھے...... انہوں نے ہی اسے سکھایا تھا'' اگر ناکامی کو کامیابی میں بدلنا ہے تو پہلے یہ ماننا سیکھو کہ تمہاری اپنی غلطی کہاں ہے۔ منصوبہ بندی غلط تھی یا حکمت عملی...... اپنی کوتاہی نہیں مانو گے تو صرف دوسروں کو الزام دو گے عمر بھر مزید ناکامیوں کو گلے لگاتے رہو گے۔ پھر ایک دن انہی کے بوجھ تلے دفن ہو جاؤ گے''

تبھی تو پہلی کلاس میں آتے ہی احسان الٰہی نے ایک محبت بھری نگاہ سب پر ڈالی تھی......

جیالوجی کی کلاس آخر تک بھری ہوئی تھی......

''پتھروں سے واسطہ پڑے یا پتھر دلوں سے زندگی کا سفر رکتا نہیں، رکنا بھی نہیں چاہیے'' سامنے بیٹھے طلبہ و طالبات اپنے نئے استاد سے اس طرح کے کسی جملے کی توقع نہیں کر رہے تھے......

پتھروں کی باتیں پڑھتے، کرتے اور لکھتے ہوئے وہ زندگی کو کہیں پیچھے چھوڑ آئے تھے...... کریئر، کامیابی، شادی، خوشی...... بس یہی ان کا محور تھا۔ یہی مرکز...... آپ نے کبھی سوچا ہے کہ آپ کی زندگی کی ویلیو کیا ہے؟ اکثر نے جواب دیا ہے۔ ہماری زندگی کی بڑی ویلیو ہے وہ ہنس دیا تھا...... نہیں بابا نہیں...... وہ ویلیو نہیں دوسرے والی...... جس کے ساتھ جیتے ہیں۔ جو سانسوں کی طرح انسانوں کے اندر جیتی ہیں۔ جن کی ہم آپ قدر کرتے ہیں اسے ویلیو دیتے ہیں...... جب لیکچر ختم ہوا تو طلبہ و طالبات نے اسے گھیر لیا تھا۔ Sir! you are Wonderful پہلے دن، پہلے ہی لیکچر نے ہماری سوچوں میں ہلچل مچا دی ہے ایک لڑکی بولی تھی۔ سر آج سے قبل ہم نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ہر زندگی کی کچھ قابل قدر ویلیوز ہونی چاہئے...... دوسروں سے بہتر، دوسروں سے مختلف......

دیکھتے ہی دیکھتے وہ سب کا ہیرو بن گیا تھا۔ جب وہ پوچھتا کہ ویلیوز کیسے بنتی ہیں تو کوئی یہ نہ کہتا کہ دوسروں کو دیکھ کر۔ اب ایک ہی جواب ملتا تھا یہ attitude سے بنتی ہیں اور attitude بنتا ہے Belief سے......

وہ اپنے ہر لیکچر میں Belief کو بہتر بنانے اور اس پر بات کرنے کا موقع ڈھونڈ ہی لیتا۔ اور اس قدر غیر محسوس انداز میں بات ہو جاتی کہ سننے والوں کی دل و نگاہ کی دنیا بدل جاتی اور انہیں خبر بھی نہ ہوتی کہ ایسا کب اور کیسے ہوا؟

اس دوران اسے ایک ماہ کیلئے ملائشیا جانے کا موقع ملا۔ واپسی پر اس نے صرف ایک بات کو ہائی لائٹ کیا تھا جو اس کے پروفیسر نکو رحیم نے کہی تھی کہ تمہارے ملک سے آنے والے مسلمان طالب علموں اور ہمسایہ ملک کے مسلمان طالب علموں کا فرق صرف Values کا ہے۔ یہ 90 فیصد چیٹ کرتے ہیں اور وہ 90 فیصد چیٹ نہیں کرتے...... ان کا فوری اور وقتی کامیابی کے حصول پر سارا زور ہوتا ہے۔ اس کیلئے خوشامد، جھوٹ اور غلط بیانی سے لے کر پرانے ٹرم پیپرز، اسائنمنٹس کو اپنے نام سے چھپوانے سے شروع ہوتے ہیں' دھوکے کو چالاکی' خوشامد کو حکمت عملی اور جھوٹ کو ذہانت کا نام دیتے ہیں۔ عملی طور پر جب زندگی میں آتے ہیں تو اپنوں ہی کیلئے نہیں غیروں کے لئے بھی سخت ناقابل اعتبار ٹھہرتے ہیں۔ صرف اپنی ذات' اپنی خوشی اور اپنے کریئر کا سوچتے اور سب کو روندتے جاتے ہیں نتیجتاً ہر محبت' ہر خیر خواہی سے محروم ہوتے جاتے ہیں۔ بات مکمل ہوتی تو احسان الٰہی نے بڑے دکھ سے پوچھا تھا کیا ہم ہمیشہ ہی اپنوں کے ہاتھوں دکھ اٹھاتے رہیں گے......

سر قطعی نہیں...... کتنی بلند آواز کلاس سے آئی تھی۔ احسان الٰہی کے دل کی کلی کھل سی گئی تھی۔ اسے لگا جیسے دل پر لگے داغوں اور رکھے بوجھ میں کمی ہونے کا وقت آ گیا ہے۔

سر! آپ سے ایک بات پوچھوں۔ پچھلی سیٹوں پر بیٹھی سعدیہ نے ہمت کی تھی...... ضرور احسان الٰہی کی مسکراہٹ نے اس کا حوصلہ بڑھایا تھا...... آپ گئے کسی کام سے تھے۔ جیالوجی کے حوالے سے سٹڈی اور سمپوزیم میں شرکت کیلئے۔ آپ نے کوالالمپور دیکھا ہو گا۔ ملائشیا کی ترقی، سڑکیں لوگ عمارتیں، پھل کیا کچھ نہ دیکھا ہو گا مگر آپ نے ہم کو جو بات بتائی ہے ان سب منظروں سے مختلف جیسے پورے سفر میں آپ کی نگاہ اور توجہ اسی پر رہی ہو...... اپنی ویلیوز پر...... اپنے Belief پر...... اس کے حوالے سے کمی محسوس ہوئی تو اس قدر دکھی بھی ہوئے اور دکھ ہم تک پہنچایا......

اس کی وجہ...... اس کی وجہ ایک چھوٹی سی کہانی ہے احسان الٰہی نے لمبا سا سانس لیا۔

یہ ایک چھوٹی سی کہانی ہے جو پائیلو کوئیلو نے لکھی۔

ایک تاجر نے اپنے بیٹے کو خوشی کا راز جاننے کیلئے اپنے ہاں کے سب سے زیادہ دانش مند آدمی کے پاس بھیجا۔ متواتر چالیس دن صحرا میں چلنے کے بعد نوجوان آخر کار ایک پہاڑ کی چوٹی پہ واقع ایک خوبصورت محل میں پہنچا۔ یہی وہ جگہ تھی۔ جہاں وہ دانش مند رہتا تھا۔ جس کی اسے تلاش تھی۔ نوجوان جب قلعہ کے مرکزی کمرے میں داخل ہوا جو تمام سرگرمیوں کی آماجگاہ تھا تو بجائے اس کے اس کی ملاقات یہاں ایک بزرگ آدمی سے ہوتی۔

اس نے دیکھا تاجر آ جا رہے ہیں ایک طرف کونے میں بیٹھے ہوئے کچھ لوگ گفتگو میں مصروف ہیں سازندوں کا ایک چھوٹا سا گروہ میٹھی دھنیں بجا رہا ہے اور ایک میز اس علاقے کے مروجہ قسم قسم کے کھانوں سے آراستہ تھی۔ دانش مند مختلف لوگوں سے یکے بعد دیگرے باتیں کر رہا تھا۔ اس وجہ سے نوجوان کو اپنی باری کیلئے دو گھنٹے انتظار کرنا پڑا۔ دانش مند نے بڑی توجہ سے نوجوان کی آمد کی وجہ سنی اور پھر اس نے اس نوجوان سے کہا فی الحال تو اس کے پاس خوشی کا راز آشکارا کرنے کیلئے وقت نہیں ہے اس دوران نوجوان محل کا ایک چکر لگا آئے اور ٹھیک دو گھنٹے بعد دوبارہ ملنے کیلئے یہیں آ جائے۔ ''اور ہاں اس دوران ایک چھوٹا سا کام بھی کرنا'' دانش مند نے کہا اور پھر ایک چھوٹی سی چمچ نوجوان کو تھما کر اس میں تیل کے دو قطرے انڈیل دیئے۔ ''سیر

کے دوران تم اس بات کا خیال رکھنا کہ تیل گرنے نہ پائے“......

نوجوان نے اپنی آنکھوں کو چمچ پر جمائے ہوئے محل کی سیڑھیوں پر اترنا چڑھنا شروع کیا۔ دو گھنٹے گزرنے کے بعد جب وہ کمرے میں دانش مند کے سامنے حاضر ہوا تو اس نے پوچھا...... ”تو کیا...... میرے کھانے کے کمرے میں لٹکے ہوئے دیوار گیر ایرانی قالین دیکھے۔ کیسے لگے۔ میرے باغ میں غور کیا باغ بان نے کس محنت سے دس سال میں اسے دنیا کا بہترین باغ بنا دیا ہے اور ہاں میرے کتب خانوں کی ترتیب اور خوب صورتی کے ساتھ ساتھ کتابوں کے موضوعات اور جلدوں کی نفاست کیسی لگی“...... نوجوان یہ سن کر بہت بوکھلا گیا۔ اسے بڑی شرمندی سے اعتراف کرنا پڑا کہ اس نے تو ان میں سے کسی بھی چیز کی طرف دھیان نہیں دیا۔ اس کی تو ساری توجہ صرف چمچ اور اس میں پڑے تیل پہ مرکوز رہی کہ کہیں وہ چھلک نہ جائے۔

”اچھا...... یہ ہوا ٹھیک ہے اب تم واپس جاؤ اور میرے محل کی اس چھوٹی سی کائنات کے عجوبوں کا پھر سے مشاہدہ کرو۔ کیونکہ ہم تو کسی آدمی پر اس وقت تک اعتماد نہیں کرتے جب تک اس کے گھر سے اچھی طرح واقف نہ ہو جائیں“ نوجوان نے اطمینان کا سانس لیا اور دوبارہ محل کی سیر پر نکل کھڑا ہوا۔ اس بار اس نے دیواروں اور چھتوں پر آویزاں فنون لطیفہ کے تمام شہہ کاروں اور شہہ پاروں کی طرف خوب توجہ کی۔ باغات، پھولوں، کہساروں اور کیاریوں کے حسن کو بغور دیکھا اور واپسی پر تمام تفصیلات سے دانش مند کو آگاہ کیا......

”اچھا مشاہدہ ہے“ دانش مند نے کہا ”مگر وہ تیل کے دو قطرے کہاں ہیں جو میں نے تمہارے سپرد کئے تھے وہ مجھے لوٹا دو“...... نوجوان نے گھبرا کر اپنے ہاتھ کی طرف دیکھا جس میں پکڑا ہوا چمچ جانے کب کا خالی ہو چکا تھا......

دیکھو! داناؤں کے دانا نے کہا ”تم کو صرف ایک ہی نصیحت کرتا ہوں۔ خوشی کا راز یہ ہے کہ تم دنیا کے تمام عجوبوں کو دیکھو مگر چمچ میں موجود تیل کے قطروں کو کبھی فراموش نہ کرو“...... کہانی سن کر سعدیہ ایک دم سے کھڑی ہو گئی تھی۔ سر you are perfcet ایک مکمل اور آئیڈیل man......

ہمارے لئے آپ ہی داناؤں کے دانا ہیں......

احسان الٰہی کے چہرے پر مسکراہٹ یوں پھیلی تھی جیسے آسماں پر مشرق تا مغرب قوس وقزح پھیلی ہو......

پکی بات! اس نے سعدیہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے پوچھا تھا......

اور اگر میں وجود سے آدھا ادھورا ہوا تو کیا تب بھی......

اگلے لمحے احسان الٰہی نے تین سال بعد اپنا بایاں ہاتھ جیب سے نکال لیا تھا وہ ہاتھ جسے تین سال سے وہ کامیابی سے چھپائے ہوئے تھے۔ اس خوف اور ڈر سے کہ کہیں کسی روز کوئی طالب علم ہی اس کو ٹنڈا نہ کہہ دے۔ یہ دیکھو...... ان کی آواز کسی درد میں ڈوبی چیخ کی طرح تھی...... ایک آدھا ادھورا آدمی کیسے آئیڈیل ہو سکتا ہے۔ جھوٹ مت بولو حقیقت کو مانو۔ حقیقت کا سامنا کرو...... لوگ میرے ساتھ وقت گزار سکتے ہو...... کیا میرے ساتھ جیا بھی جا سکتا ہے۔ ایک آدھے ادھورے کے ساتھ ان کے دائیں ہاتھ میں وہ مصنوعی ہاتھ تھا جو انہوں نے اپنے بائیں ہاتھ سے الگ کیا تھا...... کلاس میں خاموشی اتنی ہی مکمل تھی جیسے رات کی تاریکی آخر شب میں مکمل ہوتی ہے...... کوئی آواز تھی...... نہ کوئی جواب احسان الٰہی تیزی سے کلاس روم سے نکل گئے تھے...... یونیورسٹی سے واپسی پر ان کا جسم ہی نہیں روح بھی تھکی ہوئی تھی آنکھیں کسی گہرے غار جیسی ہو رہی تھیں۔ اور ہونٹ پیاسی دھرتی جیسے اسے لگا آج وہ ایک بار پھر چاغی کے پہاڑ کی کسی دوسری کھوہ میں جا گرا ہے۔ پہلے گرا تو بیوی کھو دی تھی آج بہت سے محبت کرنے والے طالب علموں سے محرومی حصے میں آئی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ابھی وہ گاڑی سے تھوڑی دور تھا جب اچانک لڑکوں اور لڑکیوں کے ایک بڑے گروپ نے اسے گھیر لیا تھا......

ان کی باتوں اور سانسوں اور سسکیوں میں کیا تھا اسے خبر نہیں ہوئی احسان الٰہی کو صرف یہی پتا چل سکا کہ اس کے بائیں ہاتھ میں جان پڑتی جا رہی تھی۔ اس پر ثبت ہونے والے ہر بوسے اور گرنے والے ہر آنسو کا پیغام اسے بہت اچھی طرح سمجھ آ رہا تھا۔

علم وآگہی کا قابل قدر سلسلہ

الحدیث

قبولیت دعا

نسیم اختر شیخ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی کے پاس سے گزرے وہ یہ دعا کر رہا تھا اے اللہ! میں تجھ سے صبر کی توفیق مانگتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تونے اللہ سے مصیبت کو مانگ لیا (کیونکہ پہلے کوئی مصیبت آئے گی پھر اس کے بعد صبر ہوگا) تو اللہ سے عافیت کو مانگ (کوئی مصیبت آجائے تو پھر صبر کو مانگنا چاہیے) حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس گئے وہ کمزوری اور بیماری کی وجہ سے پرندے کے اس بچے کی طرح نظر آرہا تھا جس کے پر کسی نے نوچ لئے ہوں۔ حضورؐ نے اس سے پوچھا کیا تو کوئی خاص دعا مانگا کرتا تھا؟ اس نے کہا میں یہ دعا مانگا کرتا تھا کہ اے اللہ تو نے مجھے جو سزا آخرت میں دینی ہے وہ دنیا ہی میں دے دے۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے یہ دعا کیوں نہیں مانگی۔ اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھی خیر وخوبی عطا فرما اور آخرت میں بھی خیر وخوبی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے؟ چنانچہ اس نے اللہ سے یہ دعا مانگی اور اللہ نے اسے صحت عطا فرمادی۔

دعا عبادت کا مغز ہے۔ دعا کے لغوی معنیٰ ہیں بلانا' پکارنا' سوال کرنا اور مانگنا شرعی اصطلاح میں دعا کے معنی ہیں اللہ کی بارگاہ میں عرض معروض کرنا۔ دعا میں دو چیزیں شامل ہیں۔ ایک تو اللہ کے حضور اپنی بے بسی' عاجزی' غلامی' احتیاج اور عبودیت کا اظہار اور دوسری اللہ کی بالادستی' بڑائی اور اس کے مالک وآقا ہونے کا اقرار۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے الدعاء مخ العبادۃ۔ یعنی دعا عبادات کا مغز ہے۔ حضورؐ نے دعا کو عبادت کا مغز اس لئے فرمایا ہے کہ بندہ دنیا سے ساری امیدیں منقطع کر کے صرف اور صرف اللہ رب العالمین کو پکارتا ہے اور یہی توحید اور اخلاص کی حقیقت ہے۔ یعنی اللہ سے اپنی ہر حاجت طلب کرنا اور اللہ کو ہی مالک اور آقا اور ملجیٰ وماویٰ تسلیم کرنا اور توحید اور اخلاص سے بلند تر کوئی عبادت نہیں ہے۔

دین اسلام میں دعا کی اہمیت کا اس بات سے اندازہ لگایئے کہ جہاں اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں بہت سے احکام نازل فرمائے ہیں وہاں دعا کا حکم بھی نازل فرمایا ہے۔ بلکہ حکم فرمایا کہ صرف اور صرف اللہ سے مانگا جائے۔ کسی اور سے مانگنے کو شرک قرار دیا کیونکہ اس کائنات کا نظام اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے اور اس لئے بھی کہ دعا عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ کے لئے ہے کسی دوسرے کے لئے جائز نہیں ہے۔ سورۃ المومن آیت نمبر 60 میں حکم دیا گیا ہے "اور تمہارا رب کہتا ہے مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔ بے شک جو لوگ میری عبادت سے گھمنڈ کرتے ہیں وہ عنقریب ذلت وخواری کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔"

سورۃ الاعراف میں آیت 55 اور 56 فرمایا "اپنے رب کو پکارو گڑگڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے۔ یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ زمین میں فساد برپا نہ کرو جبکہ اس کی اصلاح ہو چکی ہے اور خدا ہی کو پکارو خوف کے ساتھ اور طمع کے ساتھ۔ یقیناً اللہ کی رحمت نیک کردار لوگوں سے قریب ہے۔

سورۃ المومن اور سورۃ الاعراف کی آیات کو غور سے پڑھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ:

1- مجھ سے مانگو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔

2- رو رو کر اور چپکے چپکے مانگو یہاں دعا کا ادب اور اس کا طریقہ بتایا گیا ہے۔

اس ماہ کے انعامی سوالات

1- قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے احکامات کے ساتھ کس خاص چیز کا حکم دیا ہے؟

2- کون سی دعا نہیں مانگنی چاہئے؟

3- دعا کی قبولیت کا ادنیٰ ترین درجہ کیا ہے؟

3- اللہ کو پکارو خوف اور امید کے ساتھ یعنی ایک طرف تو اس کے عذاب سے ڈرتے رہو اور دوسری طرف اس کے فضل و کرم کی امید رکھو۔ یعنی خوف کھاؤ اور ظلم کے کاموں سے بچتے رہو اور مانگو تا کہ اللہ اپنے فضل خاص سے نوازیں۔

4- دوسرے اعمال کی طرح دعا میں بھی حد سے نہ تجاوز کرو۔ مثال کے طور پر کوئی فقیر فوری طور پر بادشاہ بننے کی خواہش کا اظہار کرے یا کوئی شخص دعا کی قبولیت کے لئے جلد بازی کرے یا کوئی ایسی بات طلب کرے جو انہونی ہو۔ یہ نہ کرے کہ اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

5- اصلاح کے بعد زمین میں فساد نہ مچاؤ۔ اصلاح تو یہ ہے کہ بندہ اپنے آقا سے مانگے اور فساد یہ کہ اللہ سے منہ موڑ کر کسی اور سے مانگا جائے۔

6- جو لوگ امید کے ساتھ صرف اللہ کو پکارتے ہیں وہ محسن ہیں اور اللہ کی رحمت محسنوں کے قریب ہے۔

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندے کی دعا قبول کی جاتی ہے۔ جب تک کہ وہ گناہ کی دعا نہ مانگے۔ قطع رحمی کی دعا نہ مانگے اور جلد بازی نہ کرے۔ آپؐ سے پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسولؐ جلد بازی سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے فرمایا جلد بازی سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص دعا مانگتا چلا گیا' لیکن وہ قبول نہ ہوئی تو وہ مایوس ہو کر بیٹھ گیا اور اس نے دعا کرنی چھوڑ دی۔ (مسلم)

اس حدیث میں دعا کے لئے تین چیزیں بیان کی گئی ہیں۔

1- گناہ کی دعا نہیں مانگنی چاہئے' چوری اور پھر سینہ زوری والی بات ہے۔

2- قطع رحمی کی دعا نہیں کرنی چاہئے۔ یعنی اپنے والدین یا عزیز واقارب کے خلاف دعا نہیں کرنی چاہئے۔

3- جلد بازی نہیں کرنی چاہئے۔ یعنی جو کچھ آپ مانگ رہے ہیں وہ فوری طور پر مل جائے اور نہ ملے تو آپ اللہ میاں سے روٹھ کے بیٹھ جائیں۔ قبولیت دعا کے لئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تین صورتیں بتائی ہیں۔

1- یا تو انسان کی مطلوبہ حاجت پوری کر دی جاتی ہے۔

2- یا کوئی مصیبت ٹال دی جاتی ہے۔

3- یا اس کا اجر وثواب آخرت کے لئے ذخیرہ کر دیا جاتا ہے۔

دعا کے قبول ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ دعا فوراً قبول کر لی جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ دعا تھوڑے یا زیادہ عرصے کے بعد قبول ہو۔ ایک صورت یہ بھی ممکن ہے کہ ہم اللہ سے ایک چیز مانگیں مگر اللہ تعالیٰ ہمیں دوسری چیز عطا کر دیں کیونکہ اللہ کو ہم سے بہتر معلوم ہے کہ ہمارے لئے کیا چیز اچھی ہے۔ دعا بلاؤں کو ٹالتی ہے۔ وہ اس طرح کہ ہم جو دعا کرتے ہیں وہ نازل ہونے والی بلاؤں کو روکتی ہے۔ ان سے لڑتی ہے اور یہاں تک کہ ہماری دعا قیامت تک بلاؤں سے لڑتی رہے گی اور ان کو روکے رکھے گی یا پھر دعا کا اجر وثواب آخرت کے لئے ذخیرہ کر لیا جاتا ہے۔ قیامت کے روز جب اللہ میاں اس بندے کو بہت بڑے انعام واکرام سے نوازیں گے اور وہ بندہ حیران ہو کر ان نعمتوں کو دیکھے گا اور اللہ سے کہے گا کہ اس نے اتنی ساری نیکیاں تو نہیں کی تھیں تو ارشاد باری تعالیٰ ہو گا کہ یہ وہ دعائیں ہیں جو تو نے مانگیں اور دنیا میں قبول نہ ہوئیں اور یہاں آخرت میں ڈھیر کر دی گئیں۔ یہ قبولیت دعا کا اعلیٰ ترین درجہ ہے اور دعا کی قبولیت کا ادنیٰ ترین درجہ یہ ہے کہ دعا فوری طور پر قبول کر لی جائے اور اللہ سے جو مانگا ہے وہ فوری طور پر مل جائے۔ قیامت کے روز نامقبول دعاؤں کے نتیجے میں ملنے والے انعام کو دیکھ کر بندہ کہے گا کہ اے کاش میری ایک بھی دعا دنیا میں قبول نہ ہوتی اور تمام دعاؤں کے بدلے میں مجھے آج سب کچھ مل جاتا۔

تفسیر واحادیث کے علاوہ ادبی، سماجی اور سیاسی موضوعات پر بہترین کتابوں کے ناشر

تعاون

مکتبہ تعمیر انسانیت۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور فون: 7237500

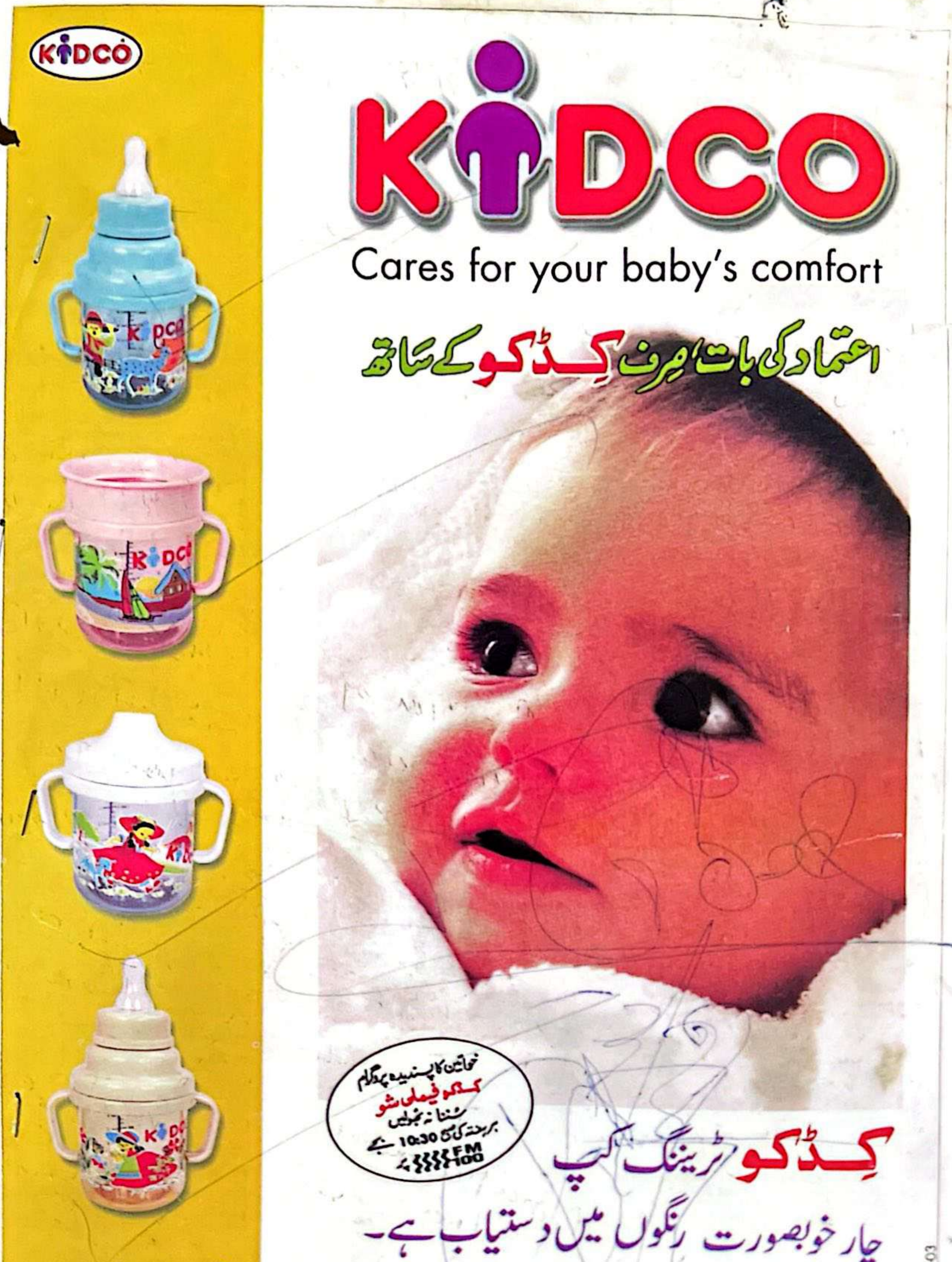
KIDCO
KIDCO
Cares for your baby's comfort
اعتماد کی بات، صرف کِڈکو کے ساتھ
خواتین کا پسندیدہ پروگرام
کِڈکو فیملی شو
سننا نہ بھولیں
ہر جمعہ کی صبح 10:30 بجے
FM 100 پر
کِڈکو ٹریننگ کپ
چار خوبصورت رنگوں میں دستیاب ہے۔
کِڈکو اپنے اعلیٰ معیار کی بدولت صرف پاکستان ہی میں مقبول نہیں بلکہ دیگر ممالک میں بھی ایکسپورٹ کیا جاتا ہے

سلکی کولڈ کریم سے چہرہ سلکی سلکی
Silkee
COLD CREAM
Silkee
COLD CREAM
studioFOKI 7310776
سلکی
کولڈ کریم
واحد کولڈ کریم
جو عرقِ گلاب سے بنتی ہے
عرق گلاب سے نئی لطافت نیا حسن